شاہنامۂ اسلام

جلد سوم

حفیظ

شاہنامۂ اسلام

جلد سوم

اتحاد پریس، ہل روڈ لاہور میں باہتمام شیخ امین الدین صاحب طبع ہوئی
اور مصنّف نے دفتر شاہنامہ اسلام ماڈل ٹاؤن، لاہور سے شائع کی

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا

یادِ ایّام

المعروف

شاہنامۂ اسلام

جلد سوم

اُردو نظم میں تاریخِ اسلام کے واقعاتِ رزم

حق و باطل کے معرکے، غزوۂ اُحد کے حالات

اثرِ خامہ

ابو الاثر حفیظ جالندھری

پیشکش

ہر اُس فرزندِ توحید کی خدمت میں

جو

کلمۂ طیّبہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

پر

ایمان رکھتا ہے

حفیظ

تیسری جلد کا چوتھا عام اڈیشن ۱۹۴۸ء
قیمت غیر مجلّد، پانچ روپے

یہ کتاب، بلکہ حفیظ کی ہر تصنیف
اپنے مقامی کتب فروش سے خرید کیجئے۔ اسکے پاس نہ ملے تو
القرآن (لمیٹڈ) کشمیری بازار لاہور (پاکستان) سے منگا لیجئے
وہاں سے بھی نہ ملے تو
دفتر شاہنامہ اسلام۔ ماڈل ٹاؤن (لاہور) کو ایک خط لکھئے

فہرست

باب سوم - تینوں جماعتیں اپنے اپنے رنگ میں

باب چہارم - اُحد میں لشکروں کی ترتیب

باب پنجم۔ تقدیر کے مقابل تدبیریں

باب ششم۔ کفر و اسلام کی باقاعدہ جنگ
حق کی اقلیت باطل کی اکثریت پر غالب

بابِ ہفتم - فتنۂ مالِ غنیمت

شکستِ اُحد کی تمہید

بابِ ہشتم - شہادتِ رسولؐ کی افواہ - اُحد میں قیامت

باب نہم - آفتاب اور بُرج عقرب

باب دہم - خاتمۂ جنگِ اُحد

دیباچہ

(از قلم شیخ سر عبد القادر صاحب قبلہ ریٹائرڈ جج ہائیکورٹ لاہور)

ابو الاثر حفیظ کے زورِ کلام اور ان کی اہم تصنیف شاہنامۂ اسلام کے متعلق جو کچھ میں جلد اوّل و دوم کے دیباچوں میں لکھ چکا ہوں اس کو دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ آج صرف جلد سوم کا خیر مقدم مقصود ہے۔ اس جلد کی اشاعت کے لئے بہت سے شائقین کی نگاہیں دیر سے چشم براہ تھیں۔ تیسری جلد کے چھپنے میں غیر معمولی دیر ہوئی اس کی کئی وجوہ تھیں جو مصنّف نے بیان کر دی ہیں جن میں مصنف کی خرابی صحت اور بعض مالی مشکلات خاص طور پر قابل ذکر ہیں لیکن جہاں ہمارا شاعر ستمہائے روزگار کا گلہ کرتا ہے وہاں اپنے قدر دانوں اور مربیوں کا دلی شکریہ بھی ادا کرتا ہے جن کی حوصلہ افزائی اور دستگیری مشکلات پر غالب آئی یہ قدر دانی جاری رہے گی۔

جو خصوصیتیں کتاب کی پہلی جلدوں میں تھیں وہ اس میں بھی موجود ہیں۔ بلکہ زبان زیادہ سادہ اور باثر ہے۔ رزم کے مناظر پُر زور الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں اور جہاں بزم کا رنگ درکار ہے وہاں کلام بھی اسی رنگ کا ہے۔

ابتدائے تصنیف میں جو مقصد مصنّف نے پیش نظر رکھا تھا کہ پیغمبرؐ برحق اور بہادرانِ اسلام کے کارنامے سُنا کر اس زمانے کے مسلمانوں کے دلوں کو گرمائے اور اُن کے ایمان کو زندہ کرے۔ وہ مقصد اس جلد میں بھی مدّنظر ہے مستند روایات کو نظم کرنے کا التزام بھی مثل سابق موجود ہے۔ مگر اس میں یہ اضافہ کیا گیا ہے کہ "فٹ نوٹ" یعنی حواشی زیر ورق پہلے سے بہت زیادہ ہیں اور اکثر روایات کے ساتھ ان کے

حوالے درج ہیں جن سے وہ روائتیں لی گئی ہیں۔ اس اہتمام کی وجہ شاید یہ خواہش ہے کہ شاہنامۂ اسلام اچھّے اشعار کا مجموعہ ہونے کے علاوہ علمی کتاب کی حیثیت سے بھی ممتاز ہو۔ اس لئے مصنّف نے جابجا کتابوں کے حوالے دیے ہیں اور بہت تلاش سے روایات جمع کی ہیں۔ ان کتابوں کے پڑھنے میں جو وقت صرف ہُوا ہوگا اس سے ظاہر ہے مصنّف نے فقط شاعری نہیں کی۔ بلکہ علمی تحقیقات کی بھی قابلیت دکھائی ہے ممکن ہے کہ وہ لوگ جو محض ذوقِ سخن کی خاطر اس نظم کو پڑھیں گے وہ علمی تحقیقات والے حصّوں کو قدرے خشک پائیں۔ مگر جناب حفیظ نے ان کی دلچسپی کے لئے بھی کافی سامان مہیا کر دیا ہے۔

اس جلد کی تصنیف کے دَوران میں جناب حفیظ نے علاوہ کثرتِ مطالعہ کے ایک اور ذریعہ سے اپنی معلومات کو بڑھایا ہے یعنی سیاحتِ یورپ۔ وہ ۱۹۳۶ء کی ابتداء میں سفر یورپ کے لئے گئے اور چھ مہینے وہاں رہے۔ انہوں نے زیادہ وقت لنڈن میں صرف کیا۔ اور کوئی دو مہینے انگلستان کے ساحلِ بحر پر رہے۔ کچھ دن پیرس اور فرانس کے جنوب میں۔ اس زمانے میں انہوں نے چند نئی نظمیں بھی لکھیں جو وہاں رہے بغیر اور وہاں کے حالات دیکھے بغیر نہ لکھی جا سکتیں۔ ایک نظم "افرنگ کی دُنیا" کے عنوان سے لکھی گئی جو نہایت دلچسپ مشاہدات سے پُر ہے اور بہت مقبول ہوئی ہے اور دوسری کا عنوان ہے۔

"اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے"

یہ بھی بہت پسند کی گئی ہے۔ یہ نظمیں ایک طرح کا حاصلِ سفر ہیں۔ مگر اس سے زیادہ ماحصل وہ علمی تحقیقات کا ذوق ہے جو شاہنامۂ اسلام کی تیسری جلد کا طرہ امتیاز ہے۔ یہ ذوق وہاں کے ذی علم لوگوں کے طریق کار کو دیکھ کر پیدا ہوا ہے۔

یورپ کے سفر کا ارادہ حفیظ صاحب نے صحت کی بہتری کی اُمیّد سے کیا تھا۔ اور ایک حد تک اُن کی صحت کو فائدہ بھی ہُوا۔ مگر سب سے بڑا کام جو اس ششماہی میں ہوا جو انہوں نے یورپ میں بسر کی۔ وہ یہ تھا کہ جلد سوم کا پہلا نصف ان دنوں میں تیار ہو گیا۔ اس میں ایک مضمون ایسا اوق تھا کہ اس کے لئے اُن کی طبیعت

غیر معمولی یکسوئی چاہتی تھی۔ اور وطن میں جو اُن کے مشاغل تھے اُن کے ساتھ ساتھ وہ یکسوئی میسّر نہ تھی۔ انگلستان میں جب وہ ایک خاموش حصّہ ساحل پر جا کر رہے تو وہ تنہائی اور خاموشی نصیب ہوئی۔ جس سے اُن کے قلم کو جنگِ اُحد کا حال لکھنے کے لئے گویائی ملی۔

اُنہوں نے مجھے بتلایا جو مشکل اُنہیں درپیش تھی اور جس نے بارہا اُن کے قلم کو روانی سے روکا۔ یہ تھی کہ جنگِ اُحد کے حالات جنگِ بدر سے بالکل برعکس تھے۔ بدر میں مسلمانوں کو نمایاں فتح اور اُحد میں افسوسناک شکست ہوئی تھی۔ اس کی وجہ اسلامی فوج کے بعض حصّوں کی کمزوری اور بعض کی جانب سے صریح ہدایات کی عدم پیروی تھی۔ مصنف کی یہ خواہش تھی کہ شکست کے جو اسباب تھے وہ بھی بیان ہو جائیں مگر ان لوگوں کا پاسِ ادب بھی ملحوظ رہے جو اس وقت حکم عدولی کے مرتکب ہوئے۔ کیونکہ بعد کو رسُول خدا نے اُن کو معاف کر دیا۔ یا اُن میں بعض نے دوسرے مواقع پر بہتر عمل سے اپنی کوتاہی کی تلافی کر دی۔ اس مضمون کو احتیاط کے ساتھ بیان کرنا "کج دار و مریز" کا مصداق ہے اور مَیں جناب حفیظ کو مستحق مبارکباد سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اس دشوار منزل کو اس جلد میں ایسی اچھی طرح طے کیا۔

جنگِ اُحد میں دو کمزوریاں لشکر اسلام میں رُونما ہوئیں۔ اوّل تو یہ کہ اُس فوج میں سے جس کی تعداد صرف ایک ہزار تھی تین سو آدمی تو شروع ہی میں نکل گئے کیونکہ وہ دل سے مسلمانوں کے ساتھ نہ تھے۔ اور اُن کا سردار یہ بہانہ کر کے آنحضرتؐ نے اُس کے مشورہ کو نہیں مانا۔ فوجِ اسلام کا ساتھ چھوڑ گیا۔ مگر آنحضرتؐ اُس کی بیوفائی سے چنداں متاثر نہ ہوئے اور انہوں نے باقی ماندہ فوج کو میدان جنگ میں اپنی اپنی معینہ جگہ پر جمے رہنے کی ہدایت فرمائی۔ ایک گروہ پچاس تیر اندازوں کا ایک ٹیلہ پر تعینات کیا گیا جس کا یہ فرض تھا کہ وہ مخالفین پر تیر برسا کر اُنہیں ہٹائیں۔ اور کسی حالت میں بھی اپنی جگہ سے نہ ٹلیں۔ دوسروں کو یہ ہدایت تھی کہ لوٹ مار کی طمع کر کے اپنے فرائض سے غفلت نہ کریں لیکن آخر میں نہایت سخت لڑائی کے بعد جس میں اکثر فدایانِ رسُولؐ نے شجاعت کی پوری داد دی۔ اسلامیوں کو فتح ہونے کو تھی جب بُت پرست

قریشیوں کی فوج کو بھاگتا دیکھ کر مسلمان یہ سمجھے کہ غنیم اب بالکل ہار گیا ہے اور مخالفین کے خیموں کو لوٹنے اور ان کا مال سمیٹنے میں مصروف ہو گئے۔ انہیں لوٹتا دیکھ کر تیر اندازوں میں سے اکثر نے جنہیں ٹیلہ سے کسی طرح نہ ہٹنے کی تاکید تھی لوٹ میں شمولیت شروع کر دی اس وقت خالدؓ ابن ولید نے جو ابھی مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے اور دوسری طرف کے ایک بڑے جنگی افسر تھے۔ اس طرف سے فوجِ اسلام پر حملہ کر دیا جس سے بچنے کے لئے تیر اندازوں کو ٹیلہ پر متعین کیا گیا تھا۔ اس کے بعد ان کی رہی سہی ہمت جاتی رہی۔ جب انہوں نے یہ غلط خبر سنی کہ آنحضرت صلعم اس جنگ میں شہید ہو گئے حالانکہ واقعہ یہ تھا کہ حضورؐ زندہ و سلامت تھے حضورؐ نے جو عزم و استقلال اس جنگ میں دکھایا اس کی مثال مشکل سے ملتی ہے۔ کیونکہ باوجود مجروح ہونے کے آپؐ آخر تک دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے اور ان کے بڑے بڑے جری سالاروں کو تہِ تیغ کیا۔ یہ سب حالات اور جو سبق ان سے حاصل ہوتے ہیں سلیس اردو اور پُر اثر شعروں میں جس خوبی سے نظم ہوئے ہیں داد کے قابل ہے۔ کتاب کی مخصوص خوبیوں کے ساتھ حفیظ کی طبع رسا نے جا بجا رنگینی کلام کے بھی جوہر دکھائے ہیں۔ عربی کے اس مشہور گیت کا اردو ترجمہ خاص طور پر قابلِ تحسین ہے جو ان عرب عورتوں نے جنگِ احد کے موقع پر گایا تھا جو مخالف اسلام قریشیوں کو حوصلہ دلانے اور جنگ پر ابھارنے آئی تھیں اس گیت کے عربی جاننے والے ترجمہ کی خوبی کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ عربی کے گیت کی روح اردو الفاظ میں کس عمدگی سے آئی ہے۔ اس گیت کے چند شعر ملاحظہ ہوں :-

ہم بجلیاں انوار کی

ہم ناریاں ہیں نار کی

ہم دختریں ہیں نور کی　　ہم مشعلیں ہیں طور کی

ہم پیاریاں ہیں پیار کی

ہم ناریاں ہیں نار کی

چلتی ہیں قالینوں پہ ہم　　جیسے چلیں کبکِ دری
رکھتی ہیں سر سینوں پہ ہم　　باصد ادائے دلبری
ہم ہیں طلسم رنگ و بُو
حُسنِ نظر کی آبرُو
مانگیں ہماری مُشک بُو
شعلے ہیں بازیب گلُو　　لڑیاں دُرِ شاہوار کی

لطف یہ ہے کہ اس گیت کی لَے بھی عربی گیت سے مشابہ ہے۔

ایک دُوسرے بند میں جنگی جذبات عورتوں کی زبان سے یُوں ادا ہوئے ہیں:۔

ہم ہیں ستارہ زادیاں
افلاک کی شہزادیاں
دکھلاؤ گے جرأت اگر　　لاؤ گے انسانوں کے سَر
دیں گی مبارکبادیاں
افلاک کی شہزادیاں

چھوٹی بحروں میں اور سادہ لفظوں میں گانے کے قابل نظم لکھنا حفیظ کے فن کا ایک شیوۂ خاص ہے۔ ایک گیت عَلَمِ نبوّی کی شان میں لکھا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ گیت مسلمانوں میں اس قدر مقبول ہو کہ جب وہ اپنے سیاسی جلسوں میں پرچم اسلامی لہرائیں تو یہی ترانہ زبان پر لائیں۔ اس کا ایک ٹکڑا ملاحظہ ہو:۔

نامِ خُدا کا جھنڈا
پیغامِ خُدا کا جھنڈا
یہ جھنڈا۔ ایمان کا جھنڈا　　قرآنی فرمان کا جھنڈا

سب سے اونچی شان کا جھنڈا
نام خدا کا جھنڈا

مال سے پیارا جان سے پیارا دل کا نور آنکھوں کا تارا
دو جگ میں عزّت کا سہارا
نام خدا کا جھنڈا

دین کا اور دنیا کا اُجالا حرمت والا۔ عزّت والا
سب سے اونچا سب سے بالا
نام خدا کا جھنڈا

میں مزید اقتباسات سے دیباچہ کو طول نہیں دینا چاہتا۔ مگر دو ایک ٹکڑے اور ان کے متعلق واقعات ایسے دلآویز ہیں کہ انھیں چھوڑنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔ ایک واقعہ حضرت اُمّ عمارہؓ کے متعلق ہے جو ایک نہایت دلیر اور باہمّت بی بی تھی۔ جو زخمیانِ جنگ کو پانی پلاتی تھی۔ اُس کا شوہر اور فرزند بھی شریکِ جنگ تھے۔ جب اُس نے دیکھا کہ رسوؐل کی ذات پر حملہ ہو رہا ہے تو مشک ہاتھ سے رکھ کر جنگ کے لئے کمربستہ ہو گئی۔ اس کا حال شاہنامۂ اسلام میں یوں ہوا ہے:۔

یہ اپنی جان پر ہر زخم دامنگیر لیتی تھی کوئی حربہ وجودِ پاکؐ تک آنے نہ دیتی تھی
نظر آئی نئی صورت جو حرزِ جانِ پیغمبرؐ کیا یکلخت بڑھ کر حملہ اک بدکیش نے اُس پر
نہتّی تھی مگر کرنے لگی پیکار دشمن سے مروڑا اس کا بازو چھین لی تلوار دشمن سے
اسی شمشیر سے اُس نے سرِ شمشیر زن کاٹا ہُوا اس شیر زن کے خوف سے اعدا میں سناٹا
جدھر بڑھتے ہوئے پاتی تھی یہ محبوبِ باری کو پہنچتی تھی وہیں اُمّ عمارہ جاں نثاری کو

مسرورگردن پہ اس بی بی نے تیر زخم کھائے تھے ۔ مگر میدان سے اس کے قدم ہٹنے نہ پائے تھے

یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اس پر وہ قوم جس میں ایسی بیبیاں پیدا ہوئی ہوں جس قدر فخر کرے کم ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ رسالت میں عورتیں جنگوں میں شریک ہوتی تھیں۔ زخمیوں کی امداد کرتی تھیں اور وقتِ ضرورت حرب میں بھی شریک ہو جاتی تھیں۔ اس لئے بی بی کی تعریف جناب حفیظ نے ان دو اثر بھرے مصرعوں میں کی ہے۔ ع

یہی مائیں تھیں جن کی گود میں اسلام پلتا ہے
اسی غیرت سے انسان نور کے سانچے میں ڈھلتا ہے

ایک اور ٹکڑا جو پیش کرنے کے قابل ہے اس کا عنوان ہے "خالد کی حیرت"۔ اس میں شاعر نے دکھایا ہے کہ خالدؓ کو اگرچہ اس وقت کفر کا حامی اور اسلام کا مخالف تھا۔ مگر اس کے دل میں آنحضرتؐ کے اعلیٰ خصائل کا اثر میدانِ جنگ میں بیٹھا۔ اگرچہ وہ مشرف بہ اسلام نہ ہوا لیکن اس کے جوشِ اسلام اور خدمتِ دین کی بنیاد یہیں سے پڑی۔ یہاں تک کہ وہ اسلامی فوجوں کا ایک زندہ جاوید اور بلند نام سردار بن گیا۔ اس کے دل کے تاثرات کا نقشہ ہمارے شاعر نے یوں کھینچا ہے۔

ادھر فرضِ نمازِ ظہر ہنگام آیا تھا ۔ ادھر روئے زمین پر ابرِ لالہ فام چھایا تھا
تیمم خاک سے کر کے لہو سے باوضو ہو کر ۔ جہاں بھی تھے مسلمان جھک رہے تھے قبلہ رو ہو کر
مگر خالد کہ تھا محظوظ اپنی فتحمندی سے ۔ یہ منظر دیکھتا تھا آج گھوڑے کی بلندی سے
جہاں کھینچی تھی ہر شمشیر ہر خنجر کشیدہ تھا ۔ وہیں اک سر باطمینان سجدے میں خمیدہ تھا
یہی سر اس جہاں میں پُرسکوں معلوم ہوتا تھا ۔ فلک اس سر کے آگے سرنگوں معلوم ہوتا تھا
جہاں قاتل نگاہوں کی لگی تھیں ہر طرف گھاتیں ۔ وہیں ہوتی تھیں باہم ساجد و مسجود میں باتیں
نہ دیکھا تھا الیقین و صدق کا یہ پاک نظارا ۔ دلِ خالد پکارا اکس سے ہو تم معرکہ آرا

یہ اطمینان خالی از صداقت ہو نہیں سکتا — کسی دُنیا طلب میں ہو یہ طاقت ہو نہیں سکتا
خدا والوں کی جس نے شکست آ خود شکستہ تھا — گسستہ کفر سے تھا آج دل۔ ایماں سے بستہ تھا
نوشتے میں مگر کچھ گمرہی کا دور باقی تھا — پئے اظہارِ ایماں غور کرنا اور باقی تھا

شاہنامۂ اسلام کی تیسری جلد کی خوبی کلام کے نمونے کے طور پر یہ مختصر اقتباس کافی ہیں باقی دو ہزار سے اوپر اشعار اور ان کے چیدہ چیدہ حصے اصل کتاب میں دیکھیں اور اس خادمِ اسلام کے حق میں دعا کریں جس نے اپنی زندگی تواریخ اسلام کو لباس نظم سے آراستہ کر کے مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے وقف کر رکھی ہے۔

عبدالقادر

دُشواریاں

اشاعت اوّل جلد سوم میں مصنف نے ذکرِ وشکر کے عنوان سے چند
صفحے لکھے تھے۔ اس کا ضروری اقتباس ذیل میں درج کرنا ضروری ہے

تیسری جلد شاہنامۂ اسلام کے سلسلے میں یہ اعتراف کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ اگر آغازِ کار میں مجھے ایسی سخت گھاٹی کے پیش آنے کا وہم بھی ہو جاتا تو شاید میں شاہنامۂ اسلام لکھنے کے لئے قلم اُٹھانے کی جرأت ہی نہ کرسکتا۔

آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ میری دشواریاں کیا تھیں۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ احد کے میدان میں داخل ہوتے ہی میرے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ بدر کے میدان میں تین سو تیرہ نہتّے اور بے سروسامان مجاہدوں نے اپنے ہادیؐ کی قیادت میں جو فتح حاصل کی اس کو مزے لے لے کر بیان کرنے کے بعد ایک ہوش فرسا منظر میرے سامنے تھا۔ احد میں مسلمانوں کو شکست ہُوئی۔ حالانکہ صحابہ کرام میں جوشِ ایمانی، فدائیت اور خلوص کی کمی نہ تھی۔ عنانِ قیادت آج بھی اسی ہادیٔ برحق کے ہاتھ میں تھی جو بدر کے دن فتح و نصرت کا ضامن تھا ــــــ مگر نتیجہ شکست! شکست ہی نہیں بلکہ لشکرِ اسلام میں سے کثیر افراد کا پیٹھ موڑ جانا۔ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا مضروب و مجروح ہونا۔ اکابر صحابہ کی شہادت۔ اب خیال فرمائیے کہ خداوندِ کریم نے جن منہ پھیر جانے والوں اور نافرمانی کرنے والوں کو معاف کردیا ہو اور جن سے رسُول نے بھی باز پرس نہ کی ہو۔ مجھ عاصی اور گنہگار کا کیا منہ ہے کہ ایسے پاک نفوس کا تذکرہ کرتے ہُوئے، کوئی ایسا لفظ لکھوں، جس میں سوءِ ادب کا کوئی پہلو نکلے۔ لیکن واقعہ کو

واقع کی صورت میں لکھنا بھی ضروری تھا۔ ایسی حالت میں کہ اس واقعہ کی پوری ترتیب تلاش سے بھی نہ ملے ——— کتنی دشوار منزل! میرا خیال ہے اب آپ میری مشکل کو قدرے سمجھ گئے ہونگے۔ میں اس سے کیونکر عہدہ برا ہوا۔ اس جلد کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ تیسری جلد تمام و کمال صرف ایک واقعہ اُحد ہی کے بیان پر کیوں مشتمل ہے۔

سب سے بڑی دقت یہ تھی کہ جن کتب پر میرا مدار تھا ان میں اور تو سبھی کچھ موجود تھا فقط ترتیب میری سمجھ میں نہ آتی تھی۔ نیم ملّا خطرۂ ایمان کی پھبتی کا خوف جان کھائے جاتا تھا۔ کافی تگ و دو اور ٹھوکریں کھانے کے بعد ایک راستہ پر چل سکا۔ اب بھی اہلِ علم حضرات سے درگذر کا سائل ہوں حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع بناتا ہوں۔ خدا شاہد ہے کہ میری نیت گنہگار نہیں۔ خامیاں میری علمی تہی مایگی کے سبب سے رہ گئی ہونگی۔ لہٰذا غلطی نظر آئے تو مجھے مطلع فرمائیے۔ میں شکریے کے ساتھ اصلاح کی کوشش کروں گا۔

حفیظ

اس کتاب کی چوتھی اشاعت کے وقت

وہ برِ اعظم جس کا نام ہندوستان تھا ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو تقسیم ہو چکا ہے جس حصّے میں ہندوؤں کی آبادی زیادہ ہے وہ ہندوؤں کا قومی وطن ہے اور اب اس کا نام ہندوستھان ہے اور جن سرزمینوں پر مسلمانوں کی اکثریت ہے اس میں مسلمانوں نے اپنی قومی حکومت قائم کی ہے مسلمانوں کے قومی وطن کا نام پاکستان ہے۔

ہندو (سکھ بھی دراصل ہندو ہی ہیں) پاکستان کو پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ اُن اصولوں کے مخالف ہیں جن کو اسلام پیش کرتا ہے۔ اس لئے پاکستان سے بہت سے ہندو خود بخود ہندوستھان چلے گئے ہیں۔ منظم اور سوچے سمجھے ہوئے انتظام سے ہندو حکومت نے اپنے قومی وطن کے بہت سے حصّوں میں پندرہ لاکھ سے زیادہ مسلمان مرد دِل عورتوں اور بچّوں کو تہ تیغ کر دیا ہے ستّر لاکھ کے قریب مسلمانوں کو گھروں سے نکال کر سب کچھ چھین لیا ہے۔ اور مارتے ہوئے ہانکتے ہوئے ان کو پاکستان میں داخل کر دیا ہے۔ جہاں اب وہ مجبوری کی حالت میں پناہ گزیں ہیں۔ جو مسلمان ہندو حکومت کے ماتحت ابھی تک موجود ہیں وہ سہمے ہوئے ہیں۔ حیدر آباد دکن کے چاروں طرف ہندوؤں نے گھیرا ڈال رکھا ہے۔ کشمیر میں ہندو فوجیں مسلمانوں سے جنگ کر رہی ہیں۔ پاکستان پر حملہ کرنے کی تیاریاں ہیں۔

میں (مصنف شاہنامۂ اسلام) اور میرا خاندان بھی جالندھر سے زندہ بچ کر نکل آئے ہیں۔ ہمارے گھر بار چھین لئے گئے ہیں۔ میرے خاندان کی قبریں تک کھود ڈالی گئی ہیں۔ میرے اقربا میں اٹھارہ افراد ذبح کر ڈالے گئے ہیں۔ باقی خاندان عورتوں بچوں کا لٹا ہوا قافلہ میرے ساتھ پاکستان میں پناہ گزیں ہے۔

ایک طرف صورت حال یہ ہے کہ میرا کتب خانہ جلا دیا جا چکا ہے میں شاہنامۂ اسلام کی چوتھی جلد گذشتہ سال مکمل کر کے طبع کرا چکا ہوں۔ پانچویں جلد کے لئے جو مواد میں نے اکٹھا کیا تھا سب برباد ہو چکا ہے —— دوسری طرف بعض مسلمان تاجران کتب ابھی تک چوری اور بد معاشی سے میری کتب ناجائز طور پر طبع کر کے حرام کی کمائی میں مصروف ہیں۔ انہوں نے واقعات سے کوئی سبق نہیں لیا۔ اللہ انکو سمجھ دے!

میں یہ سطور تیسری جلد شاہنامۂ اسلام کو چوتھی مرتبہ شائع کرتے وقت اس لئے لکھ رہا ہوں تاکہ سند رہیں۔ اگر شاہنامۂ اسلام کا مسلمانوں کی بیداری اور پاکستان کے لئے جذبہ پیدا کرنے کے سلسلہ میں کوئی حصّہ ہے تو میں آپ سے دعا کا طالب ہوں دعا کیجئے کہ اللہ کریم اس عظیم الشان کام کو منزل تک پہنچا دے۔ اور مسلمان میرے قلب کی گرمی سے حرارت حاصل کریں۔ جو سلوک اس دور میں کفار سے ہم نے دیکھا ہے میرا خیال ہے کہ وہ ہمیں مسلمان بنا دینے کے لئے بہت کافی ہونا چاہیئے۔ اگر ہمیں واقعی مسلمان رہنا اور مسلمان مرنا ہے۔ اگر ہم واقعی غزوات بدر و اُحد کے مجاہدین اسلام کے پیرو اور نام لیوا ہیں۔ تو ہمارے لئے غزا و جہاد و شہادت کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔ اب جسے خدا توفیق دے۔

حفیظ

۲۶- رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ

بسم اللہ اے ساقی

نہیں اب زندگی کی اور کوئی راہ اے ساقی
اگر جامِ شہادت ہے تو بسم اللہ اے ساقی

رہے گا خیر اس دنیا میں یوں مغلوبِ شر کب تک
یہ مانا صبر لازم ہے، بہت اچھا، مگر کب تک

یہ معصوموں کے آنسو خاک میں کب تک سمائیں گے
کبھی تو رنگ لائیں گے، کبھی تو گُل کھلائیں گے

یہ مظلوموں کی آہیں کیا یونہی بیکار جائیں گی
یہی اک دن زمیں پر آسمانوں کو گرائیں گی

یہاں مٹی کا ہر پتلا عدوئے حق پرستی ہے
یہ انسانوں کی دنیا ہے کہ شیطانوں کی بستی ہے

یہ کس کم ظرف نے تقسیمِ نو کی طرح ڈالی ہے
کہ ہمت جس کی عالی ہے اسی کا جام خالی ہے

جنہیں قدرت نے بخشا ہی نہیں اندازِ رندانہ
انہی کے سامنے شیشہ، انہی کے ہاتھ پیمانہ

یہ کیسا دین ہے ساقی، یہ کیا آئین ہے ساقی
یہ کس کے دین و ایماں کی یہاں توہین ہے ساقی

یہ میخانہ جہاں جینا لہو کے گھونٹ پینا ہے
تو ہی انصاف کر ساقی، یہ مرنا ہے کہ جینا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شاہنامۂ اسلام

جلد سوم

جنگِ اُحد

باب اوّل

گذارشِ سرِنگارش

قیامت تک لہو ٹپکے نہ کیوں چشمِ مسلماں سے — اُحد کی داستان رنگین ہے خونِ شہیداں سے
اُحد کے تذکرے میں حسن بھی ہے اور قباحت بھی[1] — مجھے اس باب میں کرنی پڑے گی کچھ وضاحت بھی

---

[1] غزوۂ احد کا بیان اس قدر دردناک ہے کہ مقتدر اربابِ سیر نے بھی محض اشارات ہی پر اکتفا کی ہے۔ (مصنف)

ادق مضمون ہے کاوش پئے تسہیل لازم ہے
نتائج کے لئے اجمال کی تفصیل لازم ہے

مسائل میں الجھنا واقعی منصب نہیں میرا
مگر معذور رکھے آج مجھ کو نکتہ چیں میرا

اُحد کی گھاٹیوں میں کچھ مقام ایسے بھی آئیں گے
جہاں رہرو نشانِ منزلِ مقصد نہ پائیں گے

اُنہیں آئے گا غصہ اہلِ ایماں کی ہزیمت پر
وہ پوچھیں گے صحابہ کیوں جُھکے مالِ غنیمت پر

فقط گنتی کے چند افراد سرافراز دیکھیں گے
جنہیں اللہ کے محبوب کا جانباز دیکھیں گے

حواس و ہوش کھونا جنگ میں بعض اہلِ ایماں کا
ادھر مضروب ہونا چہرۂ محبوبِ یزداں کا

اگر ہوگا نہ فہمِ امتیازِ زشت و خوب ان میں
رہینِ بے دلی ہو جائیں گے اکثر قلوب ان میں

اگر اس راہ پر لائے انہیں طرزِ بیاں میری
تو کیا فتنے کا باعث بن نہ جائے گی زباں میری

مجھے احساس ہے اے دوست اپنی ذمہ داری کا
یہ نازک مرحلہ محتاج ہے صحت نگاری کا

طلاقت سے اگر معذور ہوں معذور رہنے دے
مجھے خالی خیالی شاعری سے دور رہنے دے

زبانِ حال سے اشکال کی تشریح کرنے دے
عوام الناس کی خاطر ذرا توضیح کرنے دے

مرے ہمراہ اک منزل پلٹ چلنا گوارا کر
نزاعِ کفر و ایماں کے نتائج کا نظارا کر

بیاباں کی بھی سختی دیکھ دورانِ سیاحت میں
میں لے آؤں گا واپس تجھ کو تیرے باغِ راحت میں

میں تیری ہمرکابی تا بہ منزل جا کے چھوڑوں گا
خدا کے فضل سے یہ گتھیاں سلجھا کے چھوڑوں گا

غزوۂ بدر کی فضیلت

جہادِ بدر کی تاریخ کو دُہرا رہا ہوں میں[ف۱] — گذشتہ سال کا زرّیں ورق الٹا رہا ہوں میں
جہادِ بدر کا دن عزّت و اکرام کا دن تھا[ف۲] — اطاعت کا ثمر تھا، ضبط کے انعام کا دن تھا[ف۳]
شواہد میرے دعوے کے ہیں ارشاداتِ قرآنی — کہ فتحِ بدر اک آیت تھی مِن آیاتِ ربّانی[ف۴]
بِنا ہے سورۂ انفال میری اس گزارش کی — فرشتے حق نے بھیجے اور احسانوں کی بارش کی[ف۵]
بظاہر بے حقیقت تھی جماعت حق پرستوں کی — مگر کایا پلٹ دی اُس نے باطل کے گروہوں کی
نہتّے تین سو تیرہ بشر ذوقِ شہادت میں — خدا کے نام پر نکلے محمد ﷺ کی قیادت میں

ف۱ غزوۂ بدر تمام غزوات کی اصلی بنیاد ہے۔ (سیرت النبی علامہ شبلیؒ)

ف۲ بدر کے معرکے نے مذہبی اور ملکی حالت پر گوناگون اثرات پیدا کئے اور حقیقت میں یہ اسلام کی ترقی کا اوّلین دن تھا۔ (سیرت النبی)

ف۳ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ؕ (انفال)
(ترجمہ) تاکہ اپنی طرف سے مومنوں کو اچھا انعام دے۔ اور خدا دانا و بینا ہے۔

ف۴ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ؕ
یقیناً بدر میں اللہ نے تمہاری مدد کی جب تم کمزور تھے تو اب اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکرگذار بن جاؤ۔

ف۵ إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ ؕ
یاد کرو جب تمہاری تسکین کے لئے اپنی طرف سے اونگھ تم پر طاری کر رہا تھا اور آسمان سے پانی برسا رہا تھا کہ تم کو پاک اور شیطان کی ناپاکی تم سے دُور کرے۔

نہ کثرت تھی نہ شوکت تھی نہ کچھ ساماں رکھتے تھے
فقط اخلاص رکھتے تھے فقط ایماں رکھتے تھے

نہ تاج و تخت کے طالب نہ مال و جاہ کے سائل
کہ یہ بندے تھے لَا معبودَ اِلّا اللّٰہ[1] کے قائل

پسندیدہ نظر آیا تھا وحدت کا اصول ان کو
بہم باندھے ہوئے تھا رشتۂ حبِ رسول ان کو

یہ ہادی کی ہدایت پر چلے میدان میں آئے
یہ گردابِ ہلاکت میں گھرے طوفان[2] میں آئے

لیا راہِ وفا میں عشق نے جب امتحاں ان کا
تو استقلال پایا صورتِ کوہِ گراں ان کا

اقلیت رہی قائم صراطِ حسنِ نیت پر
تو حق نے اس کو غالب کر دکھایا اکثریت[3] پر

بسا اوقات نصرت دے کے وحدت کیش قلت کو
خدا کثرت پہ غالب کر دیا کرتا ہے قلت[4] کو

غرور و ناز مٹ جاتا ہے جاہ و مال والوں کا
خدا ساتھی ہوا کرتا ہے استقلال والوں کا

---

۴ اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
یاد کرو جب خدا فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنا۔

اس غزوے کو دوسرے غزوات پر جو امتیازات حاصل ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ خداوند کریم نے قرآنِ حکیم میں بدر کے احسانات و نعم کی تفصیل سے اپنے نبی کریم کو جبریلؑ کے ذریعہ اطلاع دی۔ سورۃ انفال اکثر و بیشتر اسی غزوہ کے بیان پر مشتمل ہے

[1] (ترجمہ) خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔

[2] كَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ (انفال)
(ترجمہ) جیسے وہ موت کی طرف ہنکائے جا رہے تھے۔ اور موت کو دیکھ رہے تھے۔

[3] اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ؕ
اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

[4] كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِیْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ (البقرہ)
بسا اوقات قلیل جماعت اللہ کی مرضی سے کثیر جماعت پر غالب آجاتی ہے

مشاہدۂ بدر

بروزِ بدر دیکھی غازیانِ دیں کی جی داری — ادائے فرض کا جذبہ تھا جن کی رُوح پر طاری
بروزِ بدر دیکھی صبر و استقلال کی صُورت — بغلگیری قضا سے اور استقبال کی صُورت
بروزِ بدر جب تعداد بھی ساماں بھی کم تھا — مگر ہم نے یہ دیکھا لشکرِ اسلام بے غم تھا
بروزِ بدر دیکھا نصرتِ حق کا نظارا بھی — خدا تھا غازیوں کا جب بھروسا بھی سہارا بھی
بروزِ بدر اُس ایمان کا انعام بھی دیکھا — قریشی لشکرِ جرار کا انجام[۲] بھی دیکھا
بروزِ بدر دیکھا معجزہ شانِ صداقت کا — کہ توڑا حق نے سارا زور باطل کی حماقت[۳] کا

۱ه إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ (انفال) — (ترجمہ) یاد کرو جب تم اپنے پروردگار سے استغاثہ کر رہے تھے۔ تو اس نے تمہاری سُنی اور تمہاری مدد کی۔

۲ه مسلمان کلہم تین سو تیرہ تھے جن کے پاس لڑنے کا سامان اور ہتھیار بھی نہ تھے۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اس لشکر کے پاس صرف آٹھ تلواریں، چھ زرہیں اور دو گھوڑے تھے۔ لیکن قریش میں ایک ہزار سے زیادہ فوج پورے سامانوں اور ہتھیاروں سے مسلّح، ہر سپاہی لوہے میں غرق تھا۔ مگر کفّار کو شکست ہوئی اور ان کے ستّر بہترین آدمی مارے گئے اور ۷۰ اسیر ہوئے۔ اور قریش کی طاقت ٹوٹ گئی۔

۳ه جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ — حق غالب آیا۔ اور باطل شکست کھا گیا اور باطل اسی قابل ہے ؛

بروزِ بدر دیکھی سربلندی خاکساروں کی — نچھاور جن کے قدموں پر ہوئی رفعت ستاروں کی

بلا زاندوں کو یہ انعام بعدِ فتح و فیروزی — کہ جنّت کی بشارت سے ہوئی تھی بہرہ اندوزی [۱]

یہ کیا تھا اک نتیجہ تھا پیمبر کی اطاعت کا — تخیّل کی بلندی کا توکّل پر قناعت کا

غزواتِ بدر و اُحد کا نکتۂ امتیاز

وہ آنکھیں جن کو بخشا ہے خُدا نے دید کا یارا — کریں جنگِ اُحد کا بھی مری آنکھوں سے نظّارا

اگر چشمِ بصیرت سے اُحد کی جنگ دیکھو گے — تو انسانوں کی فطرت کے ہزاروں رنگ دیکھو گے

گئے تھے چل کے غازی بدر میں ایمائے ہادی سے [۴] — اُحد میں گھر سے نکلے تھے مگر جوشِ ارادی سے [۵]

نہ سمجھے تھے مسلماں جوش میں منشائے پیغمبر — ہوئی تھی کثرتِ آرا مدینے سے نکلنے پر

کیا تھا احترام اجماعِ اُمّت کا پیمبر نے [۶] — سلاحِ جنگ پہنے تھے یہاں محبوبِ داور نے [۷]

۱؎ خدا نے تمام شرکائے بدر کے گناہ معاف کر دیے ہیں بدری صحابہ کی یہ عزّت تھی کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں اُن کے وظائف سب سے زیادہ تھے۔ کسی صحابی کے نام کے ساتھ بدری کہنا خاص امتیاز کا سبب سمجھا جاتا تھا۔ (سیرت النبی)

۲؎ اُحد کی جنگ میدان میں نکل کر لڑنے پر ان نوجوانوں نے زور دیا تھا۔ جو بزمِ شوریٰ میں کثرتِ رائے رکھتے تھے۔ آنحضرت کی رائے شہر میں رہ کر مدافعت کرنے کی تھی۔ مگر آپ نے بزمِ شوریٰ کی کثرتِ رائے کو مقدم گردانا۔ (طبری)

۳؎۴ یہ ایک اہم مسئلہ ہے جس پر بحث کرنا میرا منصب نہیں کہ اسلام میں آمریت کے معنی جمہوریت ہیں یا شخصی حکومت، آنحضرت کا اسوہ حسنہ یہ ہے کہ جہاں وحی نہ آئے بیشتر آپ کثرتِ رائے پر عمل کرتے تھے۔ آپ کے واصل بحق ہونے کے بعد چونکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا لہٰذا کونسی راہِ عمل باقی رہ گئی۔ یہ ہر صاحبِ نظر آسانی سے دیکھ سکتا ہے۔ (مصنف)

اُحد کا دن دکھائے گا نگاہوں کو نیا منظر — بشر کی رفعت[1] افتاد کا عبرت نما منظر
بروزِ بدر امت کو ہلاکت سے[1] بچانا تھا — اُحد میں دعوئ عشق و وفا کو آزمانا تھا
سکھانا تھا کہ مومن وقتِ سختی صبر کرتے ہیں — نہیں کھاتے فریبِ نفس دل پر جبر کرتے ہیں
فسادِ حبِّ مال و جاہ سے آگاہ کرنا تھا — انہیں وقفِ جہادِ فی سبیل اللہ کرنا تھا
ضرورت پڑ گئی تھی اک نمونہ پیش کرنے کی — ثباتِ عبدہٗ[2] ہفتاد گونہ پیش کرنے کی
جمانا تھا دلوں پر سکّہ ختم المرسلینی کا — بہا دینا تھا دریا رحمۃٌ للعالمینی کا

بدر کی ہزیمت پر قریشِ مکّہ کا جوشِ انتقام

قریشی قوم میں شعلے بھڑکتے تھے ندامت کے — مہیّا ہو رہے تھے پھر نئے سامان شامت[3] کے

---

۱ بروزِ بدر آپ نے جو دعا مانگی اس کا مفہوم یہ تھا کہ اے خدا ان چند نفوس کو جن کے زندہ رہنے پر کلمۂ توحید کا مدار ہے محفوظ رکھ کیونکہ اگر مشرکین نے ان کو مٹا دیا۔ تو تُو کبھی پوجا نہ جائے گا۔ ان الفاظ سے ثابت ہے کہ پیغمبرؐ کا مقصود اس جماعت کی حفاظت تھی نیز قرآن حکیم میں امدادِ فرشتگان بھی ثابت ہے جس کی ضرورت یہی ہو سکتی ہے کہ اس چھوٹی سی جماعت کو بچانا مقصود تھا۔ مگر اُحد میں لوگوں کو قدرے نازش تھی اور وہ اپنی قوت اور جہاد کے اصلی مقصد کا غلط اندازہ کر رہے تھے۔ (مصنّف)

۲ عبد، دیگر عبدہٗ چیزے دگر (علامہ اقبال رح)

۳ بدر کی شکست سے مکّہ میں گھر گھر ماتم تھا۔ لیکن ابوسفیان اور دوسرے قریش نے منادی کرا دی تھی کہ انتقام کا جوش ٹھنڈا نہ ہو جائے۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

مسلمانوں کا قتلِ عام تھا ان کے ارادوں میں
یہ اک پختہ خیالِ خام تھا ان کے ارادوں میں

وہ سب[1] جن کے اقارب بدر کے دن کام آئے تھے
وہ ذاتی انتقام اب مقصدِ قومی بنائے تھے

اسیری سے پڑا تھا بدر کے دن واسطا جن کو
کیا تھا فدیہ لے کر بزمِ شوریٰ نے رہا جن کو

وہ سب[2] قیدی جو مہمانی کے گہواروں میں جھولے تھے
وہ اب حسنِ سلوکِ رحمتِ عالمؐ کو بھولے تھے

ہوئے تھے بدر میں مقتول ستّر نامداران کے
مسلمانوں کے ہاتھوں مٹ گئے تھے باوقاران[3] کے

اگرچہ یہ نتیجہ تھا تعصّب کی حماقت کا
مگر موجود تھا اب تک دلوں میں زعم طاقت کا

غم و غصّہ کا دوزخ شعلہ زن تھا ان کے سینوں میں
لہو تھا یا کوئی تیزاب تھا ان آبگینوں میں

مصافِ زندگی میں زخم کھانے کے نہ تھے عادی
بہت حیراں تھی اس چرکے سے انکی خوئے جلادی[4]

۱ھ اسود بن عبد المطلب بن اسد جبیر بن مطعم، صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام و ابو سفیان وغیرہ افراد قریش اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ (سیرت ابن ہشام)

۲ھ جو سلوک رسول اللہ کے حکم سے مسلمانوں نے اسیرانِ بدر سے کیا۔ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی (سیرت ابن ہشام و طبری)

۳ھ قریش کی اصلی طاقت بدر میں ٹوٹ گئی تھی، روسائے قریش جو شجاعت، امارت اور ناموری میں قبائل کے سپہ سالار تھے سب مارے گئے تھے۔ عتبہ، شیبہ، ابوجہل، ابوالبختری، زمعہ بن اسود، عارض بن ہشام، امیہ بن خلف، منبہ بن الحجاج۔ یہ سب قریش کے سرتاج تھے۔ (سیرت النبیؐ)

۴ھ قریش عرب بھر میں شجاع اور افضل العرب مانے جاتے تھے۔ قبائل کی باہمی جنگوں میں ان کی پیٹھ کسی نے نہ دیکھی تھی معرکۂ بدر میں ان کی ہزیمت بالکل نئی بات تھی۔

(دیکھو طبری و ابن ہشام)

قریش کا غرور اور دعوائے باطل

انہیں یہ زعم تھا، ہم عام انسانوں سے بالا ہیں — ہمارے زیرِ فرماں بندگانِ حق[۵۱] تعالیٰ ہیں
ہمارا مرتبہ ہے خواجگی کا اور میری کا — ہمارے ہاتھ رشتہ ہے رہائی کا اسیری کا
جسے چاہیں پکڑ لیں، قید کر لیں، قتل فرمائیں — جہاں چاہیں کریں حملہ، ستم توڑیں غضب ڈھائیں
کسی کو ہو یہ کیوں جرأت ہمارے وار کو روکے — فقط گردن پہ روکے جو بھی اس تلوار کو روکے
فسادِ مستقل تھا اک زمانہ سے فتور ان کا — فقط اک بدر کے میداں میں ٹوٹا[۵۲] تھا غرور ان کا
یہ ایسا زخم کھایا تھا کہ جینا تھا حرام ان پر — مسلط بھوت بن کر ہو گیا تھا انتقام ان پر

قبائلِ عرب کو امداد کی دعوت

بہت چرچا تھا شعر و شاعری کا اس زمانے میں — مدد لیتے تھے اس سے ہر نیا فتنہ اٹھانے میں

---

۵۱ قریش بہت مغرور تھے، عرب میں اپنے کو سب سے بڑا سمجھتے تھے۔ جیسے سمندر میں وہیل مچھلی۔ (رحمۃ للعالمین)

۵۲ بدر کے میدان میں ان کی شکست اس طرح تھی جیسے کوئی پہلوان جو بدت العمر دوسرے پہلوانوں کو گراتا رہا ہو اور خود کبھی اس کی پیٹھ زمین پر نہ لگی ہو۔ اچانک اپنے زور میں آپ گر پڑے اور شکست کھا جائے۔ یہی احساس ان کا تھا۔ کہ ہم ہیں تو واقعی سب پر غالب مگر ذرا اپنے زور میں خود گر پڑے اور کچھ پٹ گئے ہیں۔ (تاریخ العمران)

قریشی شاعروں نے ملک بھر میں شعلے بھڑکائے
قبائل کے قلوب اسلام کی ہیبت[1] سے دھڑکائے

سخن کے زور سے آتش بیانی کے وسیلے سے
نکالے شعلہ خو افراد چن کر ہر قبیلے سے

ہوا اجماع باطل وادیٔ بطحا کے سینے پر
کہ مکّہ کے طوفاں اٹھنے والا تھا مدینے پر

مکّہ میں جوش و خروش

ہر سو شہر مکّہ میں کچھ ایسا جوش سا پھیلا
یہ سب مجنوں تھے گویا اور فکر جنگ تھی لیلیٰ

قریشی عورتیں نکلیں گھروں کے چھوڑ کر دھندے
کھلی فہرست گھر گھر سے لئے جانے لگے چندے

جو مال و زر سے بہرہ ور تھے مال و زر اٹھا لائے
رسد کر لی مہیّا، جنگ کے ہتھیار بنوائے

کسی نے خاندانی اسلحہ خانوں کے منہ کھولے
لہو سے تا کہ قومی آبرو پھر ہاتھ منہ دھو لے[2]

کسی نے اونٹ گھوڑے اور کسی نے لا دیا چارا
تھا جس کے پاس غلّہ اس نے غلّہ دے دیا سارا

---

[1] عرب میں جوش پھیلانے کا سب سے بڑا آلہ شعر تھا۔ قریش میں ان دنوں دو شاعر بہت نامی تھے۔ عمرو جحمی اور مسافع، عمرو جحمی بدر میں اسیر ہو گیا تھا۔ مگر آنحضرتؐ نے اقتضائے رحم و شفقت اس کو رہا کر دیا تھا۔ بغیر کسی فدیہ کے (بلکہ اور بھی احسان فرمائے تھے) قریش کی درخواست پر وہ اور مسافع مکّہ سے نکلے اور تہامہ اور قبائل عرب میں اپنی آتش بیانی سے آگ لگا آئے (سیرت النبی)

[2] قرآن کریم مشرکین و کفّار کے صرفِ مال کا ذکر اس طرح فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ط

کفّار اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ تا کہ لوگوں کو خدا کی راہ سے روکیں۔

تجارت کا منافع[1] جمع تھا وہ آج کام آیا
بچھا دامِ حماقت مرغِ زرّیں زیرِ دام آیا

بنو ہاشم سے رشک و رقابت

رسول اللہ کے دشمن، مخالف آلِ ہاشم کے
کہ حاسد تھے قدیمی عزّت و اقبالِ ہاشم کے[2]

دلوں میں جن کے تھیں چنگاریاں رشک و رقابت کی
حسد کے درد تھے بیماریاں رشک و رقابت کی[3]

وہ سب تھے پیش پیش اس آگ کے بھڑکانے والوں میں
برائے جنگ ساماں جمع کر کے لانے والوں میں[4]

ابوسفیان بن حرب بن امیہ

ابوسفیان کی ہر چار شورِیدہ دوانی تھی
کہ اس کی آلِ ہاشم سے رقابت خاندانی تھی[5]

۱ھ تجارت کا منافع پچاس ہزار مثقال سونا، ایک ہزار اونٹ جو ابھی تقسیم نہ ہوئے تھے۔ چندے میں شامل کئے گئے (رحمۃ للعالمین)

۲ھ ان میں سے اکثر قبیلے بنو ہاشم سے مخالفت رکھتے تھے اور دشمن قبیلے کے ایک فرد کی تلقین پر چلنا ان کو عار معلوم ہوتا تھا۔ (رحمۃ للعالمین)

۳ھ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ خاندان بنی ہاشم اور بنو امیہ برابر کے حریف تھے اور دونوں میں مدت سے رشک و رقابت چلی آتی تھی ؛ (سیرت النبیؐ)

۴ھ ابوسفیان بن حرب بن امیہ سات سال تک برابر آنحضرتؐ کے مقابلہ میں فوجیں جمع کر کے لاتا رہا اور مسلمانوں کے خلاف سارے ملک میں آتشِ فساد پھیلاتا رہا۔

۵ھ بنو امیہ اور بنو ہاشم قریش میں دو قبیلے تھے۔ بنو ہاشم کا جلال عبد المطلب بن ہاشم نے اور بھی بڑھا دیا لیکن ان کے بعد دنیاوی طور پر کوئی صاحبِ اثر نہ رہا اور ابوسفیان کا باپ حرب بن امیہ سر برآوردہ ہو گیا اور بنو امیہ کا اقتدار بڑھنے لگا۔ ان ہی دنوں آنحضرتؐ نے دعویٰ نبوت کیا۔ آنحضرتؐ کی نبوت کو بنو امیہ کا خاندان اپنے رقیب قبیلہ کی فتح کا خیال کرتا تھا۔ لہٰذا آخر تک اس قبیلے نے آنحضرتؐ

پسر تھا حرب کا یعنی امیہؔ کا نبیرہ تھا ۔۔۔ حسد کے جوش میں انوارِ ایمانی سے خیرہ تھا
کھٹکتی تھی جگر میں دل نوازی آلِ ہاشم کی ۔۔۔ نہ تھی دل کو گوارا سرفرازی آلِ ہاشم کی
خدا کے دین میں اس کے لئے بس "یہ خرابی" تھی ۔۔۔ کہ اس میں آلِ ہاشم کی بظاہر کامیابی تھی
خدا تھا اس "خطا" پر ناپسند و ناقبول اس کو ۔۔۔ محمد ہاشمی ہے، کیوں چُنا اپنا رسُول اُس کو
اگر اولادِ ہاشم کے سوا کوئی نبی ہوتا ۔۔۔ اُبوسفیاں نہ شاید معترض اس پر کبھی ہوتا
ہمیشہ اس کے سینے میں حسد کی آگ جلتی تھی ۔۔۔ صدائے جنگ اس کے ہر بُنِ مُو سے نکلتی تھی
ابوجہل اور عتبہ کا سرِ خود سر اُترنے پر ۔۔۔ ابولہب شقاوت پیشہ کے بے موت[۱] مرنے پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵) کی مخالفت کی بنو امیہ کے علاوہ بنی مخدوم کو بھی بنی ہاشم سے رقابت تھی، ولید بن مغیرہ یعنی حضرت خالدؓ کا باپ حرب کی وفات کے بعد مکہ میں ریاست عامہ پر فائز ہوا۔ اس لئے اس قبیلہ نے آنحضرتؐ کی سخت مخالفت کی۔ اور بنو ہاشم کو کسی رنگ میں بھی بڑھنے نہیں دینا چاہتے تھے۔ اور رسول اللہؐ کی تبلیغ اگرچہ خاندان کے امتیاز کی مخالفت تھی۔ مگر ان کے قلوب بنو ہاشم کے عروج سے خائف تھے۔ (سیرت النبی)

ابوجہل اسی مغیرہ کا بھتیجا تھا۔ ابوجہل کا یہ قول جو مولانا شبلیؒ نے اس بحث کے دوران میں نقل کیا ہے ان کے قلوب کا شاہد ہے۔

ابوجہل نے اخنس بن شریق کو جواب دیا۔ "ہم اور عبد مناف (آلِ ہاشم) ہمیشہ کے حریف ہیں انہوں نے مہمان داریاں کیں تو ہم نے بھی کیں۔ انہوں نے خون بہا دیے تو ہم نے بھی دیے، انہوں نے فیاضیاں دکھائیں تو ہم نے ان سے بڑھ کر دکھائیں یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے کاندھوں سے کاندھے ملائے تو اب یہ بنو ہاشم پیغمبری کے دعویدار ہیں۔ خدا کی قسم ہم اس پیغمبر پر کبھی ایمان نہ لائیں گے"۔ (دیکھو سیرت النبیؐ)

[۱] بدر میں ابوجہل و عتبہ اور بنو ہاشم میں ابولہب کے مرجانے سے قریش کی ریاستِ عامہ کا تاج ابوسفیاں کے سر پر رکھا گیا۔ (سیرت النبی)

ابوسفیاں بنا تھا سرغنہ قومی امارت کا | یہ فتنہ جاگ اٹھا تھا دائمی قتل اور غارت کا[۱]
اسے نسبت تھی عتبہ بن ربیعہ سے قرابت کی | قسم کھائی تھی اس کے قتل پر غسل جنابت کی[۲]
یہی تھا بدر کے دن قوم کی اُفتاد کا باعث | اسی کا ایک اندیشہ تھا استمداد[۳] کا باعث

۱؎ ابوسفیان سات برس تک مسلمانوں سے لڑتا رہا۔ پھر فتح مکہؐ پر اس کو مسلمان ہونا پڑا۔ لیکن اس کی اولاد (اگرچہ وہ مسلمان تھی) کے دل سے بنوہاشم کی عداوت کبھی نہیں گئی۔ امیر معاویہؓ کے بعد ان کے بیٹے یزید نے جس طرح حضرت حسینؓ اہل بیت اور عترت پیغمبر کو ستایا اور اسلام کی جمہوریت کو جس طرح فنا کیا۔ اس کا حال انشاء اللہ اپنے وقت پر آئے گا۔ (مصنف)

۲؎ ابوسفیان نے بدر کی ہزیمت کے بعد قسم کھائی کہ جب تک انتقام نہ لوں گا غسل جنابت یعنی مقاربتِ زناں نہ کرونگا اور نہ سر پر تیل ڈالوں گا۔ (سیرت النبی)

۳؎ جنگِ بدر کا سبب کیا تھا۔ ابوسفیان کی سرداری میں ایک قافلہ بغرض تجارت شام کو بھیجا گیا۔ اس تجارت کا مقصد بھی بقول علمائے سیرت اسلام کے استیصال کیلئے سرمایہ کی فراہمی تھی۔ چنانچہ مولانا شبلی مرحوم نے سیرت النبیؐ میں اس کی تصریح بھی فرمائی ہے وہ فرماتے ہیں کہ قریش نے ہجرت کے ساتھ ہی مدینے پر حملہ کی تیاریاں کر لی تھیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ سب سے بڑی ضروری چیز مصارف جنگ کا بندوبست تھا۔ اسلئے اب کے موسم میں قریش کا جو کاروانِ تجارت شام کو روانہ ہوا اس سر و سامان سے روانہ ہوا کہ مکہ کی تمام آبادی نے جس کے پاس جو رقم تھی کل کی کل دے دی۔ ابن سعد نے طبقات میں ابوسفیان رئیس قافلہ کا قول لکھا ہے "واللہ بمکۃ من قرشی ولا قرشیۃ لہ نشی وصاعدا الا بعث بہ معنا" اس سے ظاہر ہے کہ مکہ کو تمام سرمایہ کل کر دینے کی کیا ضرورت تھی۔ بہرصورت یہ کاروانِ تجارت خاطر خواہ تجارت کے بعد پلٹا۔ تو ابوسفیان کو ہول آیا کہ کہیں مسلمان راہ میں حائل نہ ہوں نخلہ میں ایسا واقعہ پیش آ چکا تھا۔ اور قریش اور مسلمانوں میں مدت سے اعلانِ جنگ تھا۔ لہٰذا قافلے والوں کی رائے سے ایک شخص ضمضم نامی کو مکہ بھیجا گیا۔ اور اس کو ابوسفیان نے حکم دیا کہ جب مکہؐ میں داخل ہو تو اپنے اونٹ کے کان کاٹ ڈالیو۔ اندر کا ٹھی الٹا دیجیو اور آگے پیچھے سے اپنا پیراہن پھاڑ لیجو۔ اور بصدائے بلند "الغوث الغوث" کا شور مچائیو۔ غرض نتیجہ یہ ہوا کہ ابوجہل جو مسلمانوں پر حملہ کرنے آرزومند تھا۔ اس کو بہانہ مل گیا۔ اُس نے قوم کو ابھارا اور اسے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے ساتھ نکلا اور میں جو کچھ پیش آیا اسے ہم شاہنامہ جلد دوم میں بیان کر چکے ہیں۔

(مصنفؒ)

بہت بیتاب تھا یہ انتقامِ بدر کی خاطر — یہودی قوم سے کی اس نے سازش[1] غدر کی خاطر
نہ بن آیا تھا کچھ بھی روزِ اقدام السّویق اس سے — بھڑکنی تھی ابھی کچھ مدتوں نارِ حریق[2] اس سے
مگر آخر اسے بھی ایک دن اسلام لانا تھا — انہی قدموں پہ گرنا تھا، اسی دامن میں آنا تھا

ہند۔ ابوسفیان کی زوجہ

ابوسفیاں کی زوجہ ہند[3] بھی عتبہ کی دختر تھی — نہ جانے یہ ابوسفیاں کی زوجہ تھی کہ شوہر تھی
عجب عورت تھی جس کے دل میں تھے ارمان مردوں کے — کہ اس کی تیز فطرت کاٹتی تھی کان مردوں کے
بروزِ بدر باپ اس کا سپہ سالارِ لشکر تھا — پسر بھی ایک افسر بھائی بھی سردارِ لشکر تھا
پدر کو اور پسر کو حضرت حمزہؓ نے مارا تھا — برادر کا علی المرتضٰیؓ نے سر اُتارا تھا

---

[1] ابوسفیان نے غسل جنابت کی منت پوری کرنے کے لئے دو سو سواروں کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا۔ خفیہ طور پر سلام بن مشکم کے پاس ٹھہرا۔ شراب پی، حالات معلوم کئے اور عریض پر رہزنوں کی طرح جا پڑا، نخل جلا دیئے۔ کچھ مکان پھونک ڈالے اور چند انصاری مزدوروں کو قتل کر کے واپس بھاگ گیا۔ آنحضرتؐ نے تعاقب کیا مگر ابوسفیان ایسا بگٹٹ بھاگا کہ اپنی زادِ راہ بھی جلدی سے پھینکتا گیا۔ یہ ستوؤں کے بورے تھے اسی لئے اس کو غزوہ سویق کہتے ہیں۔

[2] ان آیندہ لڑائیوں کی طرف اشارہ ہے جو قریش اور رسول اللہ کے مابین ہوئیں۔ ان سب میں ابوسفیان کی کارفرمائی تھی

[3] ہند بنت عتبہ ابوسفیان کی زوجہ، امیر معاویہؓ کی ماں، یزید بن معاویہؓ کی دادی۔ حضرت حمزہؓ کا جگر چبانے والی۔ مشہور بنام ہند جگر خوار (دیکھو سیرت النبی)

علیؓ بھی حمزہؓ بھی سرتاج تھے اولادِ ہاشم کے
سپہ سالار تھے دونوں سپہ سالارِ اعظم کے
بڑا کینہ تھا ان دونوں سے اس عورت کے سینے میں
مری جاتی تھی زندہ دیکھ کر ان کو مدینے میں
نرالی بات سوجھی تھی نرالی دھن سمائی تھی
قسم ڈائن نے حمزہؓ کا جگر کھانے کی کھائی تھی

وحشی غلام - قاتلِ حمزہؓ

جبیر ابنِ مطعم کا چچا حمزہؓ نے مارا تھا
دلِ پُرکینہ میں اس کے بھی آتش کا شرارا تھا
غلامِ زرخرید اس کا تھا وحشی نام اک زنگی
عیاں تھی جس کی صورت ہی سے بد وضعی بد آہنگی
کمالِ حربہ اندازی میں تھا مشہور نام اس کا
دغا سے آدمی کی جان لینا یہ تھا کام اس کا
ابوسفیاں کی زوجہ ہند نے اس کو طلب کر کے
دلاسے دے کے اور سکّے دکھا کر نقرہ و زر کے
ہمیشہ کے لئے آزاد کر دینے کے وعدے پر
کیا تھا شاد اس کو شاد کر دینے کے وعدے پر
مئے غفلت پلا کر تند خو مے خوار وحشی کو
کیا تھا قتلِ حمزہؓ کے لئے تیار[۵۲] وحشی کو
پسند آئی غلامِ بے وفا کو مُہرِ جلّادی
بڑی قیمت ادا کر کے خریدی اُس نے آزادی

---

۵۱ بدر کے بعد اس نے قسم کھائی تھی کہ اپنے رشتہ داروں کے قاتلوں سے بدلہ لوں گی اور حمزہؓ کا خون پیوں گی اور جگر چباؤں گی

۵۲ وحشی کو حربہ اندازی میں کمال حاصل تھا، حربہ ایک چھوٹا سا نیزہ ہوتا ہے جو حبشیوں کا خاص ہتھیار ہے اسے دور سے پھینک کر مارتے ہیں۔ (دیکھو سیرت ابن ہشام)

قریش کا مکّے سے خروج

مہیّا ہو چکا مکّے میں جب ساماں لڑائی کا — کیا اعلان ابو سفیاں نے چپکے سے چڑھائی کا

ابو سفیاں کی نیّت تھی اچانک حملہ کرنے کی — لہٰذا سعی کی پُر پیچ رستوں سے گزرنے کی

یہ لشکر جس طرح اُمڈا یہ طوفاں جس طرح آیا — احد پر آ کے یہ تاریک بادل جس طرح چھایا

رسُول اللہ نے جس رنگ سے اس کی خبر پائی — مدینے کی حفاظت جس طرح حضرتؐ نے فرمائی

مکمل اور مفصّل روئدادِ مجلسِ شوریٰ — ہُوا مسجد میں جیسے انعقادِ مجلسِ شوریٰ

صحابہ کو رسُولؐ اللہ کا مسجد میں بلوانا — حقِ آزادیٔ آرا انہیں تفویض فرمانا

بشر کی کثرت و قلّت کا وحدت آشنا ہونا — خدا والوں کو جوہر خود شناسی کا عطا ہونا

تدبّر آموزدہ کار اصحابِ کبائر کا — مگر بازو کے بل پر ناز ملّت کے صغائر کا

جواں سال اہلِ ایماں کے دلائل بہر قربانی — ہجومِ کثرتِ آرا برائے جنگِ میدانی

نبردِ قلعہ بندی نکتۂ فرمانِ رسالتؐ کا — مدینے سے نکلنے پر مگر اصرار کثرت کا

وہ آمرؐ کی طرف سے احترامِ کثرتِ آرا — نبیؐ کا فیصلہ آخر بنامِ کثرتِ آرا

نفاق آمادگاں کا بھی شریکِ مشورت ہونا — وہ اُن کا دردِ ملّت سے مگر مچھ کی طرح رونا

لباسِ جنگ میں محبوبِ داور کا نظر آنا
جلال اک غیرتِ خورشیدِ خاور کا نظر آنا

ندامت جنگِ میدانی کی خواہش کرنے والوں کی
وہ ان کی عاجزی وہ صورتیں ان کے ملالوں کی

مگر انکار کرنا آپ کا فسخِ عزیمت سے
ادائے فرض ٹھہرانا فزوں فتح و ہزیمت سے

مدینے کی فصیلوں سے نکلنا اہلِ ایماں کا
کھلے میدان میں شب باش ہونا فوجِ یزداں کا

نفاق انگیز جمعیت کی لشکر میں شمولیت
مسلمانوں کے ساتھ ابنِ اُبَیؔ اور اس کی ذریّت

قریشی فوج کی تیاریاں شب کے اندھیرے میں
نشستِ افسرانِ جنگ ابوسفیاں کے ڈیرے میں

ہوئے اس رات میں جس جس جگہ لشکر خیام آرا
گزارش ہو چکا ہے پیشتر یہ ماجرا سارا[1]

مگر اس مرحلے پر اور بھی کچھ عرض کرنا ہے
یہ گھاٹی سخت ہے لیکن مجھے اس سے گذرنا ہے

بیاں اس رات میں کچھ تیرہ بختوں کا ضروری ہے
بغیر ان کے حکایت فوجِ باطل کی ادھوری ہے

مدینے کا ایک راہب۔ ابوعامر فاسق[2]

مدینے کا بھی اک غدار تھا فوجِ قریشی میں
یہ واقف کار وقفِ کار تھا فوجِ قریشی میں

لہ دیکھو شاہنامۂ اسلام جلد دوم

۲ھ ابوعامر راہب مدینہ ہی کے ایک قبیلہ اوس کا فرد تھا۔ یہ شخص مسلمانوں کا سخت مخالف تھا اور مشرکوں سے وعدہ کر کے آیا تھا کہ تمام قبیلے کو محمدؐ کے خلاف کر دوں گا۔ (دیکھو طبقات ابن سعد طبری اور ابن اثیر)

لباسِ راہبیت جاہلوں کا دل لُبھاتا ہے — بسا اوقات شیطاں بھی اسی چولے میں آتا ہے

بہت ایسے رنگے سیّار تھے اسلام سے پہلے — کہ جن کا نام بکتا تھا خدا کے نام سے پہلے

اِنہی میں تھا ابوعامر بھی اک تلبیس کا پیکر — نظر آتا تھا ظاہر میں مگر تقدیس کا پیکر

پہن رکھّا تھا اس مردک نے جامہ راہبیّت کا — مگر شیطان تھا دراصل حافظ اس کی نیّت کا

عداوت خاندانِ اوس و خزرج کی بڑھاتا تھا — انہیں کٹوا کے باہم فائدہ یہ خود اُٹھاتا تھا

فریبی، حاسد و بدطینت و غدّار و بدنیّت — مگر اسلام سے پہلے کی تھی محبوب شخصیّت

مگر جب آگیا اللہ کا پیغام یثرب میں — لگا جب پھیلنے چاروں طرف اسلام یثرب میں

لیا جانے لگا سچّے خدا کا نام یثرب میں — تو اس کا سحر باطل ہو گیا ناکام یثرب میں

پیمبرؐ بھی خدا کے فضل سے تشریف لے آیا — طلوعِ صبحِ صادق نے رخِ ہستی کو چمکایا

ہوئی نورِ خدا کی روشنی جس دم مدینے میں — کدورت نے بنایا آشیاں راہب کے سینے میں

ملا جب درس انسانوں کو اسلامی اخوّت کا — طلسمِ عام توڑا حق نے شیطانوں کی قوّت کا

یہ سمجھا اب فریبِ راہبیت چل نہیں سکتا — چراغِ کذب وقتِ صبحِ صادق جل نہیں سکتا

کھُلی انصارِ یثرب پر ابُوعامر کی غدّاری
تو کی اُس نے مدینے سے نکل چلنے کی تیاری

ابوعامر فوجِ مشرکین میں

نیا فتنہ نئے فتنے جگانے کے لئے جاگا
اندھیری رات میں اندھا مدینے سے نکل بھاگا

مذاقِ جنگ جو نئی صلح میں بدلا ہوا پایا
تو اپنے چیلے چانٹے لے کے مکّے میں چلا آیا

نظر آیا کہ مکّہ ہے مخالف اہلِ ایماں کا
علاوہ اس کے مرکز بھی ہے مال و سازوساماں کا

قریش آمادہ ہیں اسلام کو ناکام کرنے پر
رسولُ اللہ کو وقفِ غم و آلام کرنے پر

شکستِ بدر سے ہے بے طرح رنج و ملال ان کو
نظر آتا ہے جاتا، جاہلیّت کا جلال ان کو

ابُوعامر نے اس بھڑکی ہوئی کو اور بھڑکایا
مدینے پر بڑھا لشکر تو یہ بھی اس کے ساتھ آیا

ابوسفیاں کو تھی معلوم افتادِ مزاج اس کی
پرانے کوڑھ میں تھی کارآمد آج کھاج اس کی

اگرچہ یہ بھی اس راہب کو بدنیّت سمجھتا تھا
مگر آخر بڑے رتبے کی شخصیّت سمجھتا تھا

ابوسفیاں نے چاہا آزمایا چاہئے اس کو
یہ اچھّا وقت ہے اُلّو بنایا چاہئے اس کو

نکالا چاہئے کچھ کام اس ناخواندہ مہماں سے
کرے گا یہ الگ انصار کو فوجِ مسلماں سے

اگر یہ چال چل جائے تو سارا کام آساں ہے
پڑی جب پھوٹ پھر انساں کا قتلِ عام آساں ہے

ابُو عامر پر ابُو سفیان کا روغنِ قاز

دو بارا نصف شب کے بعد جاسوسوں کے گھیرے میں
ابوسفیاں نے راہب کو بلایا اپنے ڈیرے میں

وہ آیا مسکرایا، آنکھ جھپکائی اشارت کی
جھکے دونوں کے ابرو بجلیاں چمکیں شرارت کی

دلِ حاسد میں جوشِ بغض کی گرمی بڑھانے کو
بھرا ساغر ابوسفیاں نے زاہد کے پلانے کو

لیا ساقی نے جس دم نام رندوں کی جوانی کا
چڑھایا جام زاہد نے شرابِ ارغوانی کا

سواری گانٹھ لی نشّے نے بے ایمان کے اُوپر
چڑھا اک اور بھی شیطان اس شیطان کے اُوپر

ابُوسفیاں نے دیکھا اب یہ غرقِ جوشِ بادہ ہے
تو پوچھا "مشفقم، فرمائیے اب کیا ارادہ ہے"

تمنّا جس کی مدّت سے تھی وہ ہنگام آپہنچا
تمہارا صید چل کر خود ہی زیرِ دام آپہنچا

اجل نے کی کشش، دشمن نکل آئے فصیلوں سے
رہا اب واسطہ ہم کو تردد سے نہ حیلوں سے

سحر کے وقت جب لشکر مرا جنبش میں آئے گا
تو میرے ہاتھ سے زندہ کوئی بچ کر نہ جائے گا

محمدؐ کے صحابہؓ جو ہیں اپنے بھائی بندوں میں
ہمارے اسپ لے ڈالیں گے ان کو دو زقندوں میں

قتالِ بدر کا ایسا مزہ ان کو چکھائیں گے
کہ ان کی حالتوں پر مرغ و ماہی رحم کھائیں گے

جو گت ان کی بنائی جائیگی وہ آپ دیکھیں گے
انہیں تقدیر جو دکھلائے گی وہ آپ دیکھیں گے

مگر افسوس ہے مجھ کو مدینے کے جوانوں پر
پڑا کی موت وہ کیوں لے رہے ہیں اپنی جانوں پر
وہ کس برتے پہ انصارِ محمدؐ بن کے نکلے ہیں
نٹھے بے بھاری مددگارِ محمدؐ بن کے نکلے ہیں
ہمارے ہاتھ مفت انکے لہو سے کیوں ہوں آلودہ
نظر آتا ہے ان کا قتل ہونا مجھ کو بیہودہ
یہ سب لوگ آپ کے چیلے تھے اب ان کو ہوا کیا ہے
سروں میں بیوقوفوں کے سمائی یہ ہوا کیا ہے
عیاں ہے بر سرِ میداں جو کچھ تعداد ہے ان کی
ہمارے سامنے جرأت یہ بے بنیاد ہے ان کی
بچا لیجے انہیں، رستے پر ان کو لائیے صاحبؐ
انہیں سمجھائیے صاحب! انہیں سمجھائیے صاحبؐ

ابُوعامر کے دعوے

ابُوسفیاں کی سُن کر راہبِ مکّار بھی بولا
کھنکارا ہاتھ پھیرا ریش پر قفلِ دہن کھولا
اجی، مَیں آپ کے ہمراہ اسی خاطر تو آیا ہوں
محمدؐ اور اصحابِ محمدؐ کا ستایا ہوں
مرے ہم قوم ہیں یہ رہنے والے ارضِ یثرب کے
بلا میں پھنس گئے ہیں بھولے بھالے ارضِ یثرب کے
ہے بیشک ارضِ یثرب پر بڑا بھاری اثر میرا
مجھے اُمید ہے افسوں ہوگا کارگر میرا

۱؎ اُحد میں ابُوسفیان دوسری تیاریوں کے علاوہ ابو عامر راہب پر بھی بڑا بھروسہ رکھتا تھا۔ اور اس کا خیال تھا۔ کہ اس راہب کے بہکانے سے انصار مدینہ رسول اللہ اور مہاجرین صحابہؓ سے الگ کیے جا سکیں گے۔ (ارشادالحکمہ)

گروہ اپنا وہ مجھ کو مانتے ہیں اک زمانے سے ؏ یقیناً پھوٹ پڑ جائے گی میرے ورغلانے سے
اگر دامِ سخن میں پھنس گئے یثرب کے دہقانی ؏ پکڑ کر خود ہی دے دیں گے محمدؐ کو بآسانی
فنا کر دیں گے اک حملہ میں اصحابِ محمدؐ کو ؏ دکھا دیں گے خدا کی راہ احبابِ محمدؐ کو

ابو عامر[1] کے وعدے[2]

بوقتِ صبح جب میداں میں فوجیں دو بدو ہونگی ؏ تو شکلیں ناگہانی موت کی بھی رو برو ہونگی
میں سمجھاؤں گا جا کر اوس خزرج کے قبائل کو ؏ کروں گا ہر طرح معقول ان لوگوں کے قائل کو
نظر آجائے گا جو بھی دلوں پر ہے اثر میرا ؏ تمہیں معلوم ہو جائے گا جو کچھ ہے ہنر میرا
مجھے فوجِ قریشی کی مدد پر دیکھ کر عامل ؏ بہادر ارضِ یثرب کے نہ ہونگے جنگ میں شامل
نظر پڑتے ہی مجھ پر جنگ سے منہ موڑ جائیں گے ؏ محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ جائیں گے
سبق ایسا پڑھاؤں گا میں ان کو بے وفائی کا ؏ نہ بیٹا باپ کا ہوگا، نہ بھائی اپنے بھائی کا
میں ان کو راہ پر لاؤں گا یوں فکرِ ارادی سے ؏ لڑیں گے وہ بھی میرے ساتھ ہو کر اپنے ہادیؐ سے

---

[1] ابو عامر مدینہ منورہ کا ایک مقبولِ عام شخص تھا۔ اسلام سے پہلے زہد اور پارسائی کی بنا پر تمام مدینہ اس کی عزت کرتا تھا۔ (سیرت النبیؐ)

[2] اس کو خیال تھا کہ انصار جب اُس کو دیکھیں گے تو رسول اللہ کا ساتھ چھوڑ دیں گے ۔ (سیرت النبیؐ)

ابُو عامر کے ارادے

مگر تم یاد رکھو، یہ جو انصارِ رسالت ہیں
بڑے رتبے کے ان میں لوگ ہیں اہلِ جلالت ہیں
محمدؐ کے لئے میرا اگر کچھ اور ارادہ ہے
تمہارا قرض اسی کی ذات پر سب سے زیادہ ہے
اُسی کی ذات پر ہم بدر کا بدلہ اُتاریں گے
اسے زخمی کرینگے پھر اذیت دے کے ماریں گے
مجھے اس کام کی پُوری طرح پروانگی دے دو
مجھے کچھ آدمی بھی از رہِ فرزانگی دے دو
عجب اک چال سُوجھی ہے تمہیں بتلائے دیتا ہوں
مگر دل ہی میں رکھنا یہ ذرا جتلائے دیتا ہوں

ایک شیطانی ترکیب

رہیں تا دیر راہب اور ابُو سفیان میں باتیں
زبانی ہو چکیں تو پھر ہُوئیں کچھ کان میں باتیں
یہ سازش ہو چکی جس دم ابو سفیاں کے ڈیرے میں
تو راہب کچھ سپاہی لے کے چل نکلا اندھیرے میں
دلائی ایک جانب وہ رغلانے کی امید اس نے
دکھائی دُوسری جانب یہ تزویرِ مزید اُس نے
بہت سارے گڑھے کھدوا دیئے[1] میدان کے اندر
نیا ارمان مضطر تھا نئے شیطان کے اندر

---

1. ابو عامر راہب نے میدان میں گڑھے کھدوائے تاکہ مسلمانوں کو ان میں گرا کر اُن کا زور کم کیا جائے۔ (ارشاد الحکمۃ)

رہے مصروف شب بھر ان گڑھوں کے کھودنے والے
بڑی ترکیب سے پھر یہ گڑھے خس پوش کر ڈالے

مشیت کے مقابل شیطنت تھی حیلہ سازی میں
رہا مصروف نہ اہد رات بھر اس خاکبازی میں

اگرچہ رات تھی خلقِ خدا پر نیند تھی طاری
یہ انسانی درندے تھے مگر مصروف تیاری

اُحد کی رات اور ہر دو لشکر

مسلمانوں کی جانب سرگوشی تھی خموشی تھی
قریشی فوج میں لیکن بلا کی گرمجوشی تھی

اِدھر ایمان تھا ملّت کے اطمینان کا باعث
اُدھر شیطان تھا اک قوم کے ہیجان کا باعث

محمد کا مصلّٰی عرش کا فرشِ مکانی تھا
ابوسفیاں کا خیمہ مرکزِ ریشہ دوانی تھا

صفا پر چاندنی تھی سائے میں مستور تھا کینہ
یہ دونوں رنگ ظاہر تھے، یہ دونوں رخ تھے آئینہ

اِدھر سجدہ گزاری امتِ محبوبِ داور کی
اُدھر بادہ گساری رات بھر باطل کے لشکر کی

تہجّد میں ہوئے مشغول ادھر رحمٰن کے بندے
اُدھر مخمور ہو کر سو گئے شیطان کے بندے

کیا اس سمت اعلانِ سحر لحنِ بلالی نے
اُدھر دف دف کی چھاتی پیٹ ڈالی ہر دفالی نے

اِدھر اللہ کے بندے محمدؐ کی امامت میں
اُدھر ابلیس کے پیرو گرفتار اپنی شامت میں

اِدھر اک ملّتِ توحید اک مسجود کے آگے
اُدھر ہر سر تھا پورے چار سو معبود کے آگے

اِدھر الحمد کے نغمے، دعائیں اور مناجاتیں
اُدھر ڈھول اور تاشے غل غپاڑا شرک کی باتیں

اِدھر چھوٹے بڑے کی ایک ہی صف میں صف آرائی
اُدھر ہر فرد کو زعمِ خودی دعوئِ یکتائی

اِدھر ساماں سے عاری فقط ایمان پر تکیہ
اُدھر ایماں سے بیزاری فقط سامان پر تکیہ

زمیں پر دیکھ کر سامانِ عبرت کے یہ نظّارے
فلک سے چاند رخصت ہو گیا اور چھپ گئے تارے

باب دوم

نور و نار و ظلمت

منظرِ صبحِ اُحد

ظہورِ صبحِ صادق نے جہاں میں نور پھیلایا
اُٹھایا دامنِ کوہِ اُحد سے رات کا سایا

فسوں باطل ہُوا شب کے طلسماتی نظاروں کا
سحر کے جاگتے ہی لد گیا ڈیرا ستاروں کا

ہوائے سرد کے آزاد جھونکے سرسراتے ہیں
چمک اُٹھنے کی امیدوں میں ذرّے مسکراتے ہیں

یہ جنّت کا سماں بس اک دو ساعت رہنے والا ہے
کہ صحرا پھر وہی شدّت کی حدّت سہنے والا ہے

فلک نے آج روئے صبح کو اندوہگیں دیکھا
لگائی آفتابی دوربیں سوئے زمیں دیکھا

کھلا رنگیں صحیفہ صبح کے رخسارِ تاباں کا
ہُوا مضموں ہویدا سرخیِ خونِ شہیداں کا

نظر آیا اُحد پر ایک خونیں رنگ کا منظر
صداقت اور طاقت میں نرالی جنگ کا منظر

درندے جمع تھے نوعِ بشر کا خُون پینے کو
کہ مکہ آج دھمکی دینے آیا تھا مدینے کو

یہ نقشہ دیکھ کر چشمِ سحر میں اشک بھر آئے
گہربن کر یہ قطرے دیدۂ گُل میں اُتر آئے

شرارِ بُولہبی درپئے چراغِ مصطفوی

پرے باندھے کھڑے تھے آج پھر انساں کے دشمن
خدا کے مصطفےٰ کے دین کے ایمان کے دشمن

یہ مظلوموں کی آہوں کا غبار انساں کی دنیا
جفا و ظلم کی سرمایہ دار انساں کی دُنیا

خودی کے نشۂ غفلت میں چُور انساں کی دُنیا
خُدا کا نام لینے سے نفور انساں کی دُنیا

لرزتی کانپتی خوار و زبوں انساں کی دنیا
صنم خانوں کے در پر سرنگوں انساں کی دُنیا

بہر صُورت بہر آئینہ زشت انساں کی دُنیا
یہ اندھے بیوقوفوں کا بہشت انساں کی دُنیا

یہ دُنیا ہاں یہی ہنگامۂ معمورۂ ہستی
نمائش اور کبر و ناز کی جولانگہِ مستی

یہی تھی اُن دنوں بگڑے ہوئے انساں کی دُنیا
نہیں انساں کی دنیا کہاں شیطان کی دُنیا

اسی دُنیا کے یہ سب حملہ آور تھے نمائندے
کئے تھے منتخب شیطان نے انساں کارندے

صف آرا اک طرف تھا یہ نمونہ فطرتِ بد کا
مقابل جس کے اک چھوٹا سا لشکر تھا محمدؐ کا

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا وَّ
دَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۝ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ
بِأَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيرًا ۝[1]

زباں پر اے خوشا صلِّ علیٰ یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نام جبریلِ امیں لے کر سلام آیا

محمدؐ جانِ عالم، فخرِ آدم، ہادیٔ اکرم
امام الانبیا خیر البشر پیغمبرِ اعظم

محمدؐ وہ جمالِ اولیںؐ - وہ پیکرِ نوری
محمدؐ - کاشفِ سرِّ ظہور و رمزِ مستوری

محمدؐ احمد و حامد جسے خالق نے فرمایا
ازل سے جس پہ قرباں ہے لواء الحمد کا سایا

محمد جس کو دنیا صادق الوعد و امیں کہہ دے
وہ بندہ جس کو رحماں رحمۃ للعلمیں کہہ دے

وہ شاہد وہ مبشّر وہ نذیر و آمر و ناہی
خدا کے حکم سے حاکم مُطاع از ماہ تا ماہی

---

[1] ترجمہ :- اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور خدا کی طرف بلانے والا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان پر خدا کا بڑا افضل ہے۔ (سورہ احزاب)

فرہنگ اصطلاحات ضروری۔ لواء الحمد خدا کی حمد کا جھنڈا جو محشر میں آنحضرتؐ پر سایہ فگن ہوگا۔
صادق الوعد وعدے کا سچا۔ شاہد - گواہ - مُبشّر خوشخبری دینے والا - نذیر - ڈرانے والا - آمر حکم دینے والا - ناہی منع کرنے والا - حاکم - حکم کرنے والا - مُطاع اطاعت کیا گیا - جس کی اطاعت کی جائے۔

محمدؐ صاحبِ خلقِ عظیم و ناشرِ حکمت — محمدؐ مصدرِ فیضِ عمیم و شافعِ اُمت

بصورت نورِ سبحانی، بمعنی ظلِّ رحمانی — پیامِ زندگانی، مظہرِ تائیدِ ربانی

سراجِ نورِ حق ماحیِ باطل جس کی پیشانی — زمین و آسمان و ماہ و انجم جس سے نورانی

مزکّی و مبلّغ، صاحبِ اُمّ الکتاب اُمّی — نبی داعی الی اللہ رہنمائے شیخ و شاب اُمّی

خدا نے پیار سے جس کو پکارا جس طرح چاہا — وہ مدّثر وہ مزمّل وہ یٰسٓ اور وہ طٰہٰ

جو بہرِ مومناں بن کر رؤف آیا رحیم آیا — خطاپوش و عطاپاش و خلیق آیا کریم آیا

وہی بندہ جو نکلا اہلِ اقداماتِ اسریٰ کا — وہ جس کے ہاتھ نے الٹا نقابِ آیاتِ کبریٰ کا

وہ جس نے منتہائے حسنِ معنی اس طرح دیکھا — نگاہیں روبرو اور فاصلہ قوسین او ادنیٰ

سراج چراغ۔ ماحی اصلاح قرآنی میں کفر و شرک و ضلالت کو محو کرنے والا۔ مزکی پاک کرنے والا۔ مبلغ تبلیغ کرنے والا پہنچانیوالا۔ اُم الکتاب قرآن۔ داعیاً الی اللہ خدا کی طرف بلانے والا۔ اُمّی جس نے باقاعدہ تعلیم نہ پائی ہو جس نے پڑھنا لکھنا نہ سیکھا ہو۔ مدثر کپڑا اوڑھنے والا جھرمٹ مارنے والا۔ یٰسٓ اے سردار۔ طٰہٰ خطاب نبی صلعم۔ رؤف مہربانی کرنیوالا

۱؎ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا۔ دیکھو سورہ اسریٰ۔ پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندے کو رات کے وقت لے گیا (معراج نبوی)

۲؎ ۳؎ وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ہ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ہ وہ آسمان کے اونچے کنارے میں سیدھا ہوکر نمودار ہوا۔ پھر قریب آیا اور جھکا تو دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔ بلکہ اس سے بھی کم۔ (والنجم) عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی ہ عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی ہ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی ہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ہ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی ہ ترجمہ:۔ انتہا کے درخت کے پاس جس کے قریب رہنے کی بہشت ہے جبکہ وہ سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا نہ نظر بہکی نہ ہٹی۔ اس نے یقیناً اپنے پروردگار کی عظیم الشان نشانیاں دیکھیں (سورۂ نجم)

نذیرِ اہلِ خصومت پر بشیرِ اہلِ محبت کا
معلمِ دینِ فطرت کا مبینِ درسِ حکمت کا

محمد مصطفےٰ بھی ہے وہ احمد مجتبےٰ بھی ہے
وہ مطلوبِ خلایق بھی وہ محبوبِ خدا بھی ہے

وہ جس کو فاتحِ ابوابِ اسرارِ قدم لکھئے
بنائے عرش و کرسی باعثِ لوح و قلم لکھئے

اُسے شمس الضحےٰ لکھئے اُسے بدر الدجےٰ کہئے
ظہورِ نور کو اس کے تبسم کی ضیا کہئے

علی الاعلان سرِ کنت کنزاً مخفیاً کہئے
مگر اس کی شریعت کا ادب مانع ہے کیا کہئے

وہی حاکم بامر اللہ، درد آگاہِ محکوماں
درِ حق سے جوابِ باصواب آہِ مظلوماں

وہ حاصل برگزیدہ ہستیوں کی التجاؤں کا
فرشتوں کی تمناؤں رسولوں کی دعاؤں کا

محمد دیدہ و دل کی تجلی بہرِ مہجوراں
محمد آخری حرفِ تسلی بہرِ مزدوراں

محمد بےکسی کے درد کو پہچاننے والا
سرشکِ گرم و آہِ سرد کو پہچاننے والا

محمد التجائیں سننے والا ماننے والا
خموشی کی صدائیں سننے والا ماننے والا

محمد زورِ معبودانِ باطل توڑنے والا
محمد حق سے رشتہ آدمی کا جوڑنے والا

محمد جس کا نصب العین دنیا کی بھلائی تھی
اسی پر آج دنیا تیغ و خنجر لے کے آئی تھی

زمانہ یونہی اپنے محسنوں کو تنگ کرتا ہے
وہ درسِ صلح دیتے ہیں یہ اُن سے جنگ کرتا ہے

اُحد میں جمع ہونے والے

صف آرا تھے احد میں آج تین اقسام کے انساں
شریف انساں خبیث انساں نمود و نام کے انساں

بظاہر تو یہ انساں ایک ہی آدم کے پوتے تھے
مگر ان سب کے باطن تین پر تقسیم ہوتے تھے

بظاہر ساز تھے ہم صورت و ہم رنگ تینوں کے
مگر پردے سے نکلے مختلف آہنگ تینوں کے

عجب اعمال تھے ان کے عجب تھیں نیتیں ان کی
اثر انداز ہیں تاریخ پر شخصیتیں ان کی

شریفِ انسان

مُسلمانؓ

شریف انسان اس میدان میں اللہ والے تھے
یہ چند اصحاب تھے لیکن زمانے سے نرالے تھے

یہی تھے ایک نادیدہ خدا کو ماننے والے
ہدایات محمد مصطفےٰ کو ماننے والے

۵ے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا

مومن وہ ہیں کہ جب خدا کا نام لیا جائے تو ان کے دل دہل جائیں۔ اور جب اس کی آیات پڑھ کر سنائی جائیں۔ تو ان کا ایمان بڑھ جائے۔

خدائے واحد و رحمٰن پر ایمان تھا ان کا ۔۔۔ متاعِ دل اسی کی راہ میں قربان تھا ان کا
یقیں رکھتے تھے یہ اللہ کی شانِ جلالت پر ۔۔۔ یہی ایمان لائے تھے محمد کی رسالت پر
پسند آئے تھے تقویٰ و طہارت کے اصول انکو ۔۔۔ تہِ دل سے تھے ارشاداتِ قرآنی قبول ان کو
یہ اللہ کے سوا ہر چیز کو فانی سمجھتے تھے ۔۔۔ پرستش ماسوا کی فعلِ شیطانی سمجھتے تھے
یہ دل مخلوق معبودوں کے قائل ہو نہ سکتے تھے ۔۔۔ یہ محتاجوں کے دروازوں پہ سائل ہو نہ سکتے تھے
خدا کو حسبِ منشا مانا تھا قدیر و قادر و غالب ۔۔۔ کسی بندے سے ہوتے تھے نہ یہ امداد کے طالب[۱]
کوئی طاقت انہیں مرعوب کر سکتی نہ تھی ہرگز ۔۔۔ کوئی عادت انہیں مغلوب کر سکتی نہ تھی ہرگز
یہ مسکینوں کے یاور تھے یہ مظلوموں کے حامی تھے ۔۔۔ یہ مزدوروں میں شامل تھے یہ محکوموں کے حامی تھے
یہی تھے جو یتیموں بیکسوں پر رحم کھاتے تھے[۲] ۔۔۔ یہی تھے جو غلاموں کی مشقت خود اٹھاتے تھے
رضاکارانہ کرتے تھے حدود اللہ کی پابندی ۔۔۔ کہ خالق کی رضامندی میں تھی انکی رضامندی
یہ واقف ہو چکے تھے جوشِ ایمانی کی قوت سے ۔۔۔ یہ لذت یاب تھے توحید کے درسِ اخوت سے[۳]

---

۱ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۔۔۔ (ترجمہ) اور وہ اپنے خدا پر بھروسہ کرتے ہیں۔

۲ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۔۔۔ اور گو ان پر خود تنگی ہو۔ تاہم اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔

۳ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۔۔۔ تم سب اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔

بنی آدم کا رتبہ ان کی نظروں میں مساوی تھا
یہ نظریہ خیال و فعل کی دُنیا پہ حاوی تھا

کوئی عزت نہ تھی ان کے لئے سکّہ شماری میں
بزرگی دیکھتے تھے یہ فقط پرہیزگاری میں

گدا و شاہ میں تھی ایک وجہ امتیاز ان کو
نظر آتا تھا سجدہ ریز سر ہی سرفراز ان کو

ضرر ہو نفع ہو، ہر حال میں سچ بولنے والے
زیاں ہو سُود ہو کچھ ہو، یہ پُورا تولنے والے

یہی وہ ملّتِ موعود تھی دُنیا کے ہستی میں
نویدِ امن ہونا تھا جسے انساں کی بستی میں

یہی لے دے کے دنیا میں مددگارِ محمدؐ تھے
یہی بندے مہاجر اور انصارِ محمدؐ تھے

بھری دُنیا کے اندر بس یہی تھے حق پسندوں میں
خُدا نے آپ ان کو چن لیا تھا اپنے بندوں میں

یہ اپنے دین و ایماں پر فدا ہونے کو آئے تھے
یہ قرضِ زندگانی تھے ادا ہونے کو آئے تھے

تہی دامن نہیں آئے تھے دربارِ شہادت میں
متاعِ جان و دل لائے تھے بازارِ شہادت میں

۱ے وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (العنکبوت)
(ترجمہ) اور نماز کے پابند رہو۔ بیشک نماز بے حیائی اور بدی سے روکتی ہے

۲ے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ہ
(اے اُمّتِ محمدیہ) تم لوگ ایک بہترین اُمّت صفحۂ ہستی پر لائے گئے ہو (تمام لوگوں کو) شرع و فطرت کے مطابق حکم دیتے ہو۔ برائیوں سے منع کرتے ہو اور خدا پر یقین رکھتے ہو۔

چھوٹی سی جماعت مگر بہت اہم

سنواری تھیں صفیں پھر ایک چھوٹی سی جماعت نے / کیا تھا جمع جس کو صاحبِ روزِ شفاعت نے

یہ چھوٹی سی جماعت آج دنیا جس کے درپے تھی / یہ چھوٹی سی جماعت درحقیقت اک بڑی شے تھی

نبوّت کے شش و دہ سال کی تلقین کا حاصل / زمانے میں ہمیشہ رہنے والے دین کا حاصل

یہ اس حصنِ حصیں کی اوّلیں بنیادِ محکم تھی / عبارت جس سے پشتیبانیٔ اولادِ آدم تھی

اسے کشتِ وفا میں آج ایسا بیج بونا تھا / شہیدوں کے لہو سے بار آور جس کو ہونا تھا

یہ بندے خوابِ ابراہیم کی تعبیر تھے گویا / یہ بندے سورۂ الحمد کی تفسیر تھے گویا

جہاں میں دامِ شیطاں سے یہی آزاد نکلے تھے / خدا کی راہ میں یہ چند آدم زاد نکلے تھے

یہی تھا جیشِ اوّل امتِ وسطیٰ کی فوجوں کا / یہی چشمہ تھا نورِ حق کی دریا بار موجوں کا

یہی میداں میں غازی تھے یہی مسجد میں زاہد تھے / محمدؐ کے صحابہ اور اللہ کے مجاہد تھے

لیکن ان کے بھی مدارج تھے

اگرچہ سب کے سب ذوقِ ارادت لے کے آئے تھے / خدا کی راہ میں شوقِ شہادت لے کے آئے تھے

نکل آئے تھے راہِ امتحاں گاہِ اطاعت میں
مگر موجود تھا فرقِ مراتب اس جماعت میں

آزمودہ

انھی میں وہ بھی تھے جو سختیاں سہنے کے عادی تھے
تہِ خنجر ھو اللہ احد کہنے کے عادی تھے[1]

یہ جب ایماں لائے تھے عدو تھا اک جہاں ان کا
ہوا تھا بارہا بیم و رجا میں امتحاں ان کا

یہ کڑیاں سہہ چکے تھے اپنے مالوں اور جانوں میں
ہوئے تھے سرخرو ان ابتدائی امتحانوں میں

دہانِ موت کے اندر ہنکائے جا چکے تھے یہ
قتالِ بدر کے دن آزمائے جا چکے تھے یہ

ناآزمودہ

مگر ایسے بھی تھے ان میں کہ نوآموزِ الفت تھے
ابھی ناپختہ تھے ناآشنائے رنج و کلفت تھے

نہ جھیلی تھیں ابھی تک سختیاں ایمان لانے کی
نہ کھیلی تھیں ابھی تک بازیاں سر ہار جانے کی

ابھی اس عشق نے صورت نہ دیکھی تھی تباہی کی
ابھی ایمان کے دعوے کو حاجت تھی گواہی کی

---

[1] ہجرت کی رات کا خیال کرو۔ اور اس وجود کا خیال جو رسول اللہ کے بستر پر چادر تانے سو رہا ہے۔ اور خیال کرو کہ رسول کو قتل و شہید کر دینے کی سازش ہو چکی ہے اور مکان تلواروں سے گھرا ہوا ہے۔ پھر تصور کرو۔ اس قلب مطمئنہ کا جو لپوری نیند لے رہا ہے ۔ (مصنف)

ابھی اسلام کے انعام میں تحسین پائی تھی
ابھی حصّے میں ان کے دادِ رسوائی نہ آئی تھی

ابھی تا حاضرِ مسجد شاغلِ شوقِ عبادت تھے
کہ تازہ واردانِ عرصۂ ذوقِ ارادت تھے

بسی تھی کامیابی بدر کے دن کی نگاہوں میں
یقینی بات تھی فتح و ظفر کی ان نگاہوں میں

سُنا تھا غازیوں کا حال آنکھوں سے نہ دیکھا تھا
سکُون و صبر و استقلال آنکھوں سے نہ دیکھا تھا

شرطِ نصرتِ الٰہی

نہ دیکھا تھا کہ نصرت صبر کا انعام ہوتی ہے
نہ سمجھے تھے اطاعت باعثِ اکرام ہوتی ہے

برائے فتح پہلی شرط ہے ثابت قدم رہنا
جماعت کا بہم رکھنا، جماعت کا بہم رہنا

فلک ٹوٹے، زمیں پھٹ جائے، موت آئے کہ دم نکلے
مگر ہرگز نہ ہادی کی اطاعت سے قدم نکلے

یہی نصرٌ مِّنَ اللّٰہ کا اصُولِ جاودانی ہے
یہی اسلام کی شرطِ حصولِ کامرانی ہے

اصولاً یاد تھا بیشک یہ مضمونِ اَدَق ان کو
مگر بابِ عمل سے آج ملنا تھا سبق ان کو

خبیثِ انسان — منافقین

بظاہر مُسلمان مگر بباطن مُسلمانوں کے دشمن

کھڑی تھی دوسری بھی اک جماعت آج میداں میں
مجسّم ہو کے آئی تھی خباثت شکلِ انساں میں

خبیث انسان انسانوں میں شیطانوں کے ساتھے تھے
مسلمانوں کے دشمن ہی مسلماں بن کے آئے تھے

یہ اک خیلِ منافق تھا نبیؐ کی فوج میں شامل
"وہ تہی دستانِ قسمت را چہ سُود از رہبرِ کامل"

مدینے ہی سے نکلے تھے منافق بھی مدینے کے
سفینے ہی میں بیٹھے تھے مخالف بھی سفینے کے

یہ اسلامی جماعت میں ہُوئے تھے اس لئے شامل
کہ اس پردے میں تخریبِ جماعت پر رہیں عامل

یہ شامل بھی جماعت میں سے خارج بھی جماعت سے
شفاعت کے قریں بھی دُور بھی لیکن شفاعت سے

انہیں دعوئ ایماں تھا مگر ایماں نہ لائے تھے
یہ زحمت کوش بن کر دامنِ رحمت میں آئے تھے

؎ منافقینِ اُحد کا حال شاہنامۂ اسلام جلد دوم میں نظم کیا جا چکا ہے۔ یہاں ان کی نیتوں کے فتور کا جس طرح اظہار ہُوا۔ اس کا بیان ضروری ہے۔ تاکہ نہ صرف احد اور اس کے واقعات سمجھ میں آسکیں۔ بلکہ آج بھی ملّتِ اسلامیہ میں منافقین کے اصولِ تخریب کا پتہ چل جائے۔ (مصنّف)

مسلمانوں میں یہ اسلام کا اقرار کرتے تھے — مگر کفّار سے ملتے ہی صاف انکار کرتے تھے
اِدھر کہتے تھے ہم اللہ کے آگے سر جھکاتے ہیں — وہاں ہنستے تھے ہم ان بیوقوفوں کو بناتے ہیں[۱]
خدا و خلق دونوں سے دغا مطلوب تھی انکو — کمالاتِ البشر سے بس یہی مرغوب تھی اُن کو[۲]
جہانِ زیست میں ان کے لئے کوئی نہ تھا اپنا — یہ ہر سودے کے اندر بھانپتے تھے فائدہ اپنا
نہ رغبت[۳] دین سے ان کو نہ ذوق اسلام سے انکو — غرض اپنی غرض سے کام اپنے کام سے ان کو
یہ بزدل تھے مسلمانوں سے لڑنے کا نہ تھا یارا — مسلماں ہو گئے دیکھا نہ جب اس کے سوا چارا
تھیں اس بیوپار میں بھی کچھ امیدیں نفعِ ذاتی کی — یہ دولت جمع کرتے پھر رہے تھے بے ثباتی کی[۴]
یہ اس دنیائے دُوں میں اپنی دنیا کی طرح دُوں تھے — خُدا کا نام لیتے تھے نبی کے تشنۂ خوں تھے

---

۱ وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ط
(ترجمہ) یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ہم تو اُن کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

۲ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
خدا کو اور مومنوں کو چکما دیتے ہیں۔

۳ مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ
اُدھر میں لٹک رہے ہیں۔ نہ اُن کی طرف۔ نہ اِن کی طرف۔

۴ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی ۔ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ط
یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی کا سودا کیا۔ تو نہ اُن کی تجارت ہی نے کوئی نفع دیا نہ وہ ہدایت یاب ہو سکے۔

خدا و خلق کو دھوکے میں رکھنا انکی نیّت تھی
اگر کچھ تھی، تو ان میں بس یہی اک قابلیت تھی

ہُوا تھا تفرقہ انگیزیوں پر اتحاد ان کا
چھپا تھا پردۂ اصلاح کے اندر فساد ان کا

منافقوں کا سردار

ابنِ ابی بن سلول

یہ پُورے تین سو بزدل مسلّح اپنے کینے سے
مسلمانوں میں شامل ہو کے نکلے تھے مدینے سے

چلن سے اس کے ثابت تھا کہ دل بیمار تھا ان کا
منافق تھے یہ سب ابنِ اُبیّ سردار تھا ان کا

بظاہر نصرتِ اسلام پر تھی ان کی تیاری
مگر وقت آ گیا تھا کھُل رہی تھی ان کی عیّاری

لباس ان کے بہت اجلے تھے لیکن قلب کالے تھے
مگر اب ایک ساعت میں یہ پردے اٹھنے والے تھے

نہ چمکے نورِ ایماں سے عجب تاریک سینے تھے
بظاہر تھے بڑے اشراف باطن میں کمینے تھے

---

۵ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ - اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ ط
کہتے ہیں۔ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ حالانکہ یہ بلا شبہ فساد کرنے والے ہیں۔

نمود و نام والے ——— قریشِ مکہ[1]

نمود و نام کے الناس قریشی حملہ آور تھے
یہ قومی آن رکھتے تھے، بہادر تھے دلاور تھے

نسب پر فخر تھا، رنگ اور خوں پر ناز تھا ان کو
رسومِ بد پر، افعالِ زبوں پر ناز تھا ان کو

اگرچہ شرم کو شرمانے والے طور تھے ان کے
مگر اخلاق کے معیار ہی کچھ اور تھے ان کے

انہیں اعمالناموں پر نسب نامے مقدّم تھے
کہ یہ پیدائشی اشراف موروثی مکرم تھے

نسب کے سامنے اعمال کی پروا نہ کرتے تھے
یہ مستِ حال استقبال کی پروا نہ کرتے تھے

یہ انسانی بلندی اپنی پستی کو سمجھتے تھے
کمالِ حق پرستی بُت پرستی کو سمجھتے تھے

یہ دوشیزاؤں کی عصمت دری پر فخر کرتے تھے
یہ قتل و رہزنی غارت گری پر فخر کرتے تھے

---

[1] خاندان قریش تمام عرب پر مذہبی حکومت رکھتا تھا جس کی وجہ کعبہ کی تولیّت تھی۔ اس سبب سے وہ ہمسائیگانِ خُدا بلکہ آل اللہ یعنی خاندانِ الٰہی کہلاتے تھے۔ اس لئے کہ وہ کعبہ کے مجاور اور کلید بردار تھے لیکن اُن کے غرور نے ان کو مسخ کر دیا تھا۔ (عقد الفرید اور طبری ابن خلدون)

[2] قرنوں اور صدیوں کے جمود نے ان کے دل و دماغ میں یہ نقش کر دیا تھا۔ کہ ان کی حالت سے بہتر کوئی حالت اور ان کے تمدّن سے بہتر کوئی تمدّن نہیں ہو سکتا۔

[3] فصاحت، خود ستائی اور دوسروں کی تحقیر میں صرف ہوتی تھی۔ شجاعت اور جرأت کا نشانہ اپنے ہی بھائی تھے۔ بیکاری، کاہلی، جوا، شراب ان کی طبیعت ثانی تھی۔

کوئی شے تھی نہ ان کی رائے میں پاکی و ناپاکی[1]
فواحش ان کا مذہب تھا شجاعت ان کی سفاکی

جہالت کی کسوٹی پر کسے تھے زشت و خوب ان کے
سراسر تھے ثواب ان کی نگاہوں میں عیوب ان کے[2]

تھا یکسر باطل و مجموعۂ اوہام دین ان کا
مگر اس دین پر تھا کس قدر پکا یقین ان کا

یہ بندے پوجتے تھے اینٹ پتھر کے خداؤں کو
ستاروں کو درختوں کو الاؤں کو بلاؤں کو[3]

رواج و رسم کی زنجیر میں جکڑے ہوئے تھے یہ
رضاکارانہ اس بیگار میں پکڑے ہوئے تھے یہ[4]

نمایاں اس پرستش میں بھی تھی شانِ نمود ان کی
کہ دیکھیں اور کریں تحسین نصاریٰ و یہود ان کی

نمود و نام کے عاشق، رسومِ بد کے دلدادہ
یہ اس باطل پرستی پر تھے کٹ مرنے پر آمادہ

یہ رسوائی کے ڈر سے دختروں کو قتل کرتے تھے
شماتت کا تھا ان کو خوف اللہ سے نہ ڈرتے تھے[5]

اِسلام کی مخالفت کا سبب

اسی باطل پرستی کے خلاف اسلام آیا تھا
فلاحِ دو جہاں کا راستہ جس نے دکھایا تھا

۱؎ اپنے فحش کارناموں کو مشتہر کرنے میں زبان کی ساری طاقت خرچ کر دیتے تھے۔
۲؎ بت پرستی نے دل و دماغ پر قابض ہو کر ان کو توہم پرست بنا دیا تھا۔
۳؎ فطرت کی ہر ایک شے پتھر، درخت، چاند، ستارے، پہاڑ، دریا وغیرہ کو اپنا معبود سمجھنے لگے۔
۴؎ رواج و رسم پر مرتے تھے۔ (دیکھو رحمۃ للعالمین صفحہ ۷)
۵؎ مدعیانِ شرافت عیدہ دلیری سے اپنی بیٹیوں کو زمین میں زندہ گاڑ دیتے تھے۔ (رحمۃ للعالمین)

مگر اسلام لانے سے نمود و نام جاتے تھے
نمائش اور فخر و ناز کے سب کام جاتے تھے[1]

نسب ناموں کے طولانی دفاتر چاک ہوتے تھے
نشانِ رنگ و خوں مٹتے تھے دامن پاک ہوتے تھے

بھلا وحشت نہ ہوتی کس طرح اسلام سے ان کو
کہ ملتی تھی رہائی گیسوئے اصنام سے ان کو

یہ معبودانِ سنگ و خشت سے منہ موڑتے کیونکر
بہت نازک تھے دل ان کے بتوں کو توڑتے کیونکر[2]

خدا ہے اور واحد ہے سمجھ میں آ نہ سکتا تھا
کسی کی یہ نہ سنتے تھے کوئی سمجھا نہ سکتا تھا[3]

یہ اپنی ذات کو اشراف بھی تسلیم کرتے تھے
مگر گرگ و سگ و خنزیر کی تعظیم کرتے تھے

گوارا تھا برائے دام و دد سجدے میں جھک جانا
رہِ حق میں قدم بھولے سے اٹھ جائے تو رک جانا

حصولِ دینِ حق میں ان کو کھو جانے کا خطرہ تھا
جہاں میں اشرف المخلوق ہو جانے کا خطرہ تھا

۱؎ آنحضرتؐ ایک طرف بت پرستی کی برائی کرتے تھے اور دوسری طرف بد اخلاقیوں اور افعال ذمیمہ اور فخر و غرور سے نفرت کا اظہار فرماتے تھے اور منع کرتے تھے۔ اس سے قریش کی شان میں فرق آتا تھا اور ان کی عظمت و اقتدار کی شہنشاہی متزلزل ہوتی تھی۔ (دیکھو سیرت النبیؐ از مولانا شبلی)

۲؎ مخالفت اسلام کا سب سے بڑا سبب جس کا اثر قریش بلکہ سارے عرب پر یکساں پڑتا تھا۔ یہ تھا کہ جو معبود سینکڑوں برس سے حاجت روائے خاص و عام بنے ہوئے تھے۔ جن کے آگے وہ ہر روز پیشانی رگڑتے تھے۔ اسلام ان کا نام و نشان مٹاتا تھا۔ اور ان کے بارے میں کہتا تھا۔ اَنْتُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ۔ تم اور جن چیزوں کو تم پوجتے ہو۔ سب دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ (سیرت النبیؐ)

۳؎ خدا کی ہستی کا اقرار اور جزا و سزا کا تصور، نیک بد افعال پر نیک و بد نتائج کا مرتب ہونا۔ ان کے نزدیک تمسخر تھا اور دہریے بھی عرب میں تھے۔ تین خداؤں کو ماننے والے بھی خدا اور انسان میں کشتی کرانے والے بھی حیات موت کو اتفاق اور وقت سے موسوم کرنے والے اور تین سو ساٹھ خداؤں کو ماننے والے بھی۔ (رحمۃ للعالمین)

گراں تھی سادگی اس قوم کی شانِ امارت پر
امارت ہی نے اکسایا تھا ان کو قتل و غارت پر[1]

نمائندے تھے یہ سارے عرب کی اکثریت کے
علمبردار تھے دنیا میں دورِ جاہلیت کے

بظاہر غرور بے جا بھی نہ تھا

بظاہر کوئی بے جا بھی نہ تھا فخر و غرور ان کا
عرب میں شہرۂ جنگ آوری تھا دُور دُور ان کا

عرب کے ہر قبیلے نے سیادت ان کی مانی تھی
کہ بیت اللہ پر ان کی نیابت خاندانی تھی[2]

زمیں پر دُور تک جھنڈے گڑے تھے انکی جرأت کے
مقابل میں نہ تھا کوئی قبیلہ ان کی طاقت کے

بوقتِ جنگ یہ انساں نہیں خونخوار چیتے تھے
سرِ میدان اپنے دشمنوں کا خُون پیتے تھے

یہ ہیبتناک تھے سفّاک تھے جنگ آزمودہ تھے
ہزاراں بار سختی دیدہ و سنگ آزمودہ تھے

یہ جمعیت جدھر بھی از پئے بیداد اٹھتی تھی
فضا میں چار سُو فریاد ہی فریاد اٹھتی تھی

دھواں اُٹھتا تھا چلتے تھے یہ جن آباد راہوں سے
فلک رُوپوش ہو جاتا تھا انسانی نگاہوں سے

---

[1] اسلام کا اصل فرض اس طلسم کو برباد کرنا تھا لیکن اس کے ساتھ قریش کی عظمت و اقتدار اور عالمگیر اثر کا بھی خاتمہ تھا اسلئے قریش نے شدت سے مخالفت کی اور اُن میں جن لوگوں کو جس قدر نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا اسی قدر زیادہ سرگرم تھے۔ (سیرۃ النبی)

[2] قریش کا ناز و غرور بہت بڑھ گیا تھا۔ سارے عرب بلکہ شام و روم اور ایران تک ان کی سنی جاتی تھی۔ عرب میں بادشاہوں کے قافلوں اور مال کو لوٹ لیا جاتا تھا۔ مگر قریش مستثنےٰ تھے۔ روم اور ایران میں ان کے مال تجارت پر محصول نہ تھا اور قبائل ان کے اثر میں تھے۔ (ارشاد الحکمۃ)

قوی بازو بھی تھے تعداد بھی ان کی زیادہ تھی
اثر والے بھی تھے امداد بھی ان کی زیادہ تھی

برائے جنگ یہ گھر سے قدم جس دم اٹھاتے تھے
دھڑک جاتا تھا دل دھرتی کا دشمن سہم جاتے تھے

بدر کی شکست گویا شیر کو زخم

نگاہیں ان کی خوف انگیز نظاروں کی عادی تھیں
پرانے تجربوں نے ہمتیں ان کی بڑھا دی تھیں

کسی نے پیٹھ دیکھی ہی نہ تھی میدان میں انکی
شکستِ بدر سے فرق آگیا تھا شان[1] میں ان کی

غضب تھا غیظ تھا غصہ تھا انکو اس ہزیمت پر
پڑی تھی ضرب کاری قومیت کی قدر و قیمت پر

اٹھا لایا تھا پھر میداں میں جوشِ انتقام ان کو
بغیرِ انتقامِ بدر جینا تھا حرام ان کو

اٹھے تھے دہر سے اسلام کی ہستی مٹانے کو
ہدایت کا چراغِ نور پھونکوں سے بجھانے کو

یہ تیاری یہ لشکر اور یہ سامانِ جنگ ان کا
یہاں تک بڑھ گئے آنا چڑھ کے آتا بے ڈھنگ ان کا

یہ کیا تھا، اک یقیں تھا ساز و ساماں اور کثرت پر
نمود و نام پر رنگ[1] در خوں پر شان و شوکت[2] پر

---

[1] ان کو رہ رہ کر خیال آتا تھا۔ کہ دنیا کیا کہے گی۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] بدر کے بعد ہر گھر ماتم کدہ تھا۔ اور مقتولین بدر کے انتقام کے لئے مکہ کا بچہ بچہ مضطر تھا۔ (سیرت النبیؐ)

اُن کے ارادے

ہزیمت کو نشانِ حق نہیں گردانتے تھے یہ
کہ ان باتوں کو امرِ اتفاقی جانتے تھے یہ

یہ وحدت کے مقابل اکثریت لے کے آئے تھے
کچل دینے مٹا دینے کی نیت لے کے آتے تھے

اُحد کی جنگ کیا تھی انتقامِ وحشیانہ تھی
رعونت کے سمندِ ناز پر اک تازیانہ تھی

یہ آئے تھے خدا والوں کا استیصال کرنے کو
جو سر سجدوں میں جھکتے ہیں انہیں پامال کرنے کو

وہ جس نے اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کا مژدہ سنایا تھا
اُسے خاموش کرنے کو انہیں شیطان لایا تھا

یہ آتے تھے مسلمانوں کے قتلِ عام کی خاطر
یہ سب کچھ کس کی خاطر تھا۔ نمود و نام کی خاطر

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ (آل عمران)

باب سوم

تینوں جماعتیں اپنے اپنے رنگ میں

قریش

ہر میداں نمایاں ہو رہا تھا حال تینوں کا
نمود و نام والوں کا، شریفوں کا، کمینوں کا

قریش اپنے نمود و نام کا ڈنکا بجاتے تھے
جوانوں اور سامانوں کو میداں میں سجاتے تھے

جتاتے تھے کہ ہم بھی ہیں، ہمیں بھی ماننا ہوگا
زمانے بھر کے انسانوں سے افضل جاننا ہوگا

ہم اپنی برتری منوائیں گے شمشیر کے دم سے
اگر ہم کو نہیں تم مانتے، آؤ لڑو ہم سے

مُسلمان

شریف انساں مساواتِ بنی آدم کے حامی تھے
اخوّت کے مبلّغ تھے محبّت کے پیامی تھے

ہر اک انسان کے جینے کا حق منوانے آئے تھے
ورق تاریخ استبداد کا الٹانے آئے تھے

انہیں لایا تھا اس میدان میں جذبہ بھلائی کا
ضعیفوں کی مدد کا اور غلاموں کی رہائی کا

منافق

خبیثوں پر مگر اک گومگو کا رنگ طاری تھا
بندھی تھیں گھگھیاں روحوں پہ خوفِ جنگ طاری تھا

یہ نکلے تھے فقط مالِ غنیمت کی امیدوں میں
نہ تھا منظور ان کو نام لکھوانا شہیدوں میں

نظارا موت کا دیکھا تو جانیں ان کی تھرّائیں
پسینے چھوٹ پڑے چہروں کے اوپر زردیاں چھائیں

جماعتوں سے بالا، خدا کا رسول

مگر اللہ کا مرسل، مگر اسلام کا ہادی
وہ جس کی ذات پر موقوف تھی بندوں کی آزادی

اُٹھا تھا ساری دنیا کے مصائب دور کرنے کو
جفا کا آئنہ سنگِ وفا سے چور کرنے کو

وہ حملہ آوروں کی شوکت و حشمت سے واقف تھا
قریشی قوم کی بیباکی و جرأت سے واقف تھا

وہ اپنے ساتھ سرمایہ نہ طاقت لے کے آیا تھا
صداقت کا مبلّغ تھا صداقت لے کے آیا تھا

اُس کے ساتھی

ہزار افراد اُس کے ساتھ نکلے تھے مدینے سے
انھی میں تین سو افراد تھے لبریز کینے سے

وہ ان کی نیّتوں اِن کے ارادوں سے بھی واقف تھا ۔۔۔ وہ اِن فتنوں کے آئندہ فسادوں سے بھی واقف تھا
مگر جب تک زباں سے ان کی تھیں اللہ کی اقراری ۔۔۔ شریعت اُن سے کر سکتی نہ تھی اظہار بیزاری[1]
رسالت نے ہمیشہ رحم کھایا حال پر ان کے[2] ۔۔۔ کیا شاہد فقط اعمال کو اقوال پر اِن کے

کانٹوں سے پھول

انہی کانٹوں میں اُمیدِ گُلِ توحید تھی اس کو ۔۔۔ کہ ان کی نسل سے اسلام کی اُمید تھی اس کو
زمینِ شور سے پیدا کئے تھے پھول بھی اُس نے ۔۔۔ مرتّب کی تھی اک جمعیّتِ معقول بھی اُس نے
یہ جمعیّت بظاہر مشتمل تھی چند جانوں پر ۔۔۔ اسی کی پیروی لیکن مقدّر تھی زمانوں پر
یہی جمعیتِ معقول یعنی سات سو انسال ۔۔۔ خدا و مصطفےٰ پر آج ہونے آئے تھے قرباں
انہی پر اشرف المخلوق کا اطلاق ہونا تھا ۔۔۔ اِنہی کو تاقیامت شہرۂ آفاق ہونا تھا
سکھا کر دردمندی اور شرافت کے اصول انکو ۔۔۔ سرِ راہِ شہادت لے کے آیا تھا رسولؐ ان کو

---

[1] رسُول اللہ صلعم سے اکثر کہا گیا کہ منافقین کو سزا دیجئے۔ ہمیشہ فرمایا۔ کیا وہ زبان (ظاہر) سے اللہ کا انکار کرتے ہیں۔ (دیکھو طبری و طبقات)

[2] ایک دفعہ حضرت عمرؓ ابن اُبی منافق کی حرکتوں سے غصّہ میں بیتاب ہو گئے اور عرض کیا کہ کسی کو ارشاد ہو اس منافق کی گردن اُڑا دے آپ نے فرمایا کیا تم یہ چرچا پسند کرتے ہو کہ محمدؐ اپنے ساتھ والوں کو قتل کر دیا کرتے ہیں۔ (سیرت النبیؐ)

کفارِ مکہ اور مسلمان آمنے سامنے

اُدھر نازاں تھے کثرت پر نمود و نام والے بھی
اِدھر راضی رضائے حق پہ تھے اسلام والے بھی

نمود و شان و شوکت شور و غوغا اکثریت کا
اقلیّت کی خاموشی تقاضا حسن نیت کا

منافقین کا جماعت سے کترا جانا

کھڑے تھے اب منافق اس طرح اسلام سے ہٹ کر
سمٹ جاتا ہے جیسے ابر روئے صبح سے چھٹ کر

شہادت کیلئے غازی ہوئے جس وقت آمادہ
صفیں ہونے لگیں میداں میں بہرِ جنگ استادہ

برائے حفظِ دیں تسلیمِ جاں کا وقت آپہنچا
میانِ دوست دشمن امتحاں کا وقت آپہنچا

ہوئے بہرِ جہاد اسلام کے غازی جو صف بستہ
تو ـــــ انبوہِ منافق نے مدینے کا لیا رستہ

نعرۂ منافقانہ

کیا ابنِ اُبیّ نے جب ارادہ بھاگ چلنے کا
نکالا ڈھونڈ کر اُس نے بہانہ بچ نکلنے کا

پکارا "مشورہ میرا محمدؐ نے نہیں مانا — مجھے کچھ بھی نہیں سمجھا مجھے کچھ بھی نہیں جانا [۱]

دیا تھا مشورہ میں نے مدینے ہی میں رہنے کا — وہاں پر کوئی اندیشہ نہیں تھا خون بہنے کا

محمدؐ نے کوئی عزت نہیں کی میری رائے کی — سہوں میں پیڑ اپنی جان پر اب کیوں پرائے کی

میری رائے نہ مانی، رائے مانی چند لڑکوں کی — ہلاکت اب ہماری ہو گئی پابند لڑکوں کی

وہ لڑکے جن پہ عاید ہی نہیں فرضِ جہاد اب تک — ہیں کھانے کھیلنے کی چند باتیں جن کو یاد اب تک

محمدؐ ان کے کہنے پر نکل آئے مدینے سے — یہ ملّت ہو چکی ہے واقعی اب سیر جینے سے

نظر آتا ہے بھاری مجھ کو قریشی فوج کا پلّہ — مسلماں سہہ نہیں سکتے بظاہر ایک بھی ہلّہ

نظر آتی ہے نسبت مجھ کو پربت اور رائی کی — بھلا دیکھو تو، یہ بھی کوئی صورت ہے لڑائی کی [۲]

جو دانا ہیں وہ بچوں کی طرح ضد پر نہیں اڑتے — ہمیں رکھتے معاف ایسی لڑائی ہم نہیں لڑتے

پیامِ موت ہے، جب چیونٹی کے پر نکلتے ہیں — وہ مر جائیں جو مرنا چاہتے ہوں، ہم تو چلتے ہیں"

---

[۱] صفیں بندھنے لگیں۔ لیکن ابن اُبیّ نے گھر کا راستہ لیا۔ پکار کر کہا۔ محمدؐ نے میری رائے نہیں مانی۔ اُن لڑکوں کی رائے پر میدان میں نکلے ہیں۔ جن پر جہاد بھی واجب نہیں۔ یہ کہہ کر شتر کی طرح آگے ہی آگے ہو لیا۔ (دیکھو طبری)

[۲] ابن اُبیّ نے کہا۔ ہم محمدؐ کی نصرت کرتے ہیں۔ مگر مدینے کے اندر رہ کر۔ یہاں لڑائی تو کوئی بھی نہیں ہے۔ محض ہلاکت ہے۔ پھر جب لڑائی ہی نہیں تو نصرت کیسی۔ (ارشاد الحکمۃ)

فوجِ اسلام کا تاثّر

نمایاں کر کے انسانی کجی کو اور کینے کو
منافق مُنہ پُھلا کر ہو لیا سیدھا مدینے کو

وہ بزدل بے وفا غدّار جو ساتھ آئے تھے اس کے
صفِ لشکر سے گھنگھٹ کھا کے اسکے ساتھ ہی کھسکے[ل]

فلک حیران تھا اہلِ زمیں کی کج ادائی سے
ہزار افراد میں سے تین سو کی بے وفائی سے

صداقت کی گواہی جس گھڑی شمشیر نے چاہی
کنارا کر گئے ابن اُبیّ اور اس کے ہمراہی

یہ نقشہ دیکھ کر محوِ تحیّر رہ گئے غازی
کہ غیرت کے منافی تھی بشر کی یہ دغا بازی

احد میں فوجِ مسلم پہ یہ پہلی ضرب کاری تھی
بقیۂ فوج پر اس وقت اک عبرت سی طاری تھی

ابھی ساعت نہیں آئی تھی خنجر آزمائی کی
کہ پُورے تین سو افراد نے یُوں بے وفائی کی

ل جب عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھی گھروں کو چل نکلے تو عمر بن حزام کے فرزند عبداللہ نے جو بنی مسلمہ میں سے تھے ان کا پیچھا کیا اور یہ کہتے چلے کہ برادران قوم میں تمہیں خدا یاد دلاتا ہوں۔ اور وہ وعدہ جو رسول اللہؐ سے کیا تھا۔ دیکھو اپنی قوم سے منہ نہ موڑو اور اللہ کی راہ میں جانبازی دکھاؤ۔ دشمنوں کو پیچھے ہٹاؤ۔ انہوں نے جواب دیا یہاں ہمیں تو کوئی لڑائی نہیں آتی۔ اگر نظر آتی تو کاہے کو جاتے۔ آخر یہ مدینے میں جا گھسے اور عبداللہؓ نے پکار کر کہا۔ عزیزو! خدا تمہیں اس کی سزا دے گا۔ اور انشاءاللہ اسلام کو تمہارے تعاون سے بے نیاز کرے گا۔ (دیکھو سیرت القرآن علامہ رشید رضا مصری)

بابِ چہارم

اُحد میں لشکروں کی ترتیب

صفِ اسلامی

خدا کی فوج میں اب سات سو افراد باقی تھے
بروئے لشکرِ شیطاں یہ آدم زاد باقی تھے
نہ کثرت تھی نہ سامانِ وغا موجود تھا ان میں
مگر یہ مطمئن تھے مصطفےٰ موجود تھا ان میں
ہزار افراد میں سے اک تہائی کا نکل جانا
بہت ممکن تھا اس سے پاؤں اکثر کا پھسل جانا
کوئی پروا نہ کی اس کی مگر اللہ کے بندوں نے
نظر حقؔ و صداقتؔ ہی پہ رکھی حق پسندوں نے
مقابل مشرکوں کے تھا ہی کیا اسلام کا لشکر
اب اس سے دو تہائی رہ گیا اسلام کا لشکر

اسی سے کام لینا تھا مگر محبوبِ داور کو
دیا ترتیب آنحضرتؐ نے اس چھوٹے سے لشکر کو

تیر اندازوں کا تعیُّن اور تاکیدِ استقامت

پچاس افراد تیر انداز اک ٹیلے پہ ٹھہرائے
قسم ان کو دلائی اور یہ الفاظ فرمائے[1]

کہ "یہ گھاٹی بہت ہی سخت ہے اللہ کے بندو!
مثالِ کوہ ڈٹ جاؤ یہاں اے کوہ مانندو!

مبادا اس طرف سے فوجِ دشمن حملہ آور ہو
تمہاری استقامت کا خدائے پاک یاور ہو

مری آنکھیں لگی ہیں دشمنوں کے اُن سواروں پر
کہ غفلت دیکھ لیں تو آپڑیں غفلت شعاروں پر

تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ تم قائم یہیں رہنا
بہم اک دوسرے کے متّصل رہنا قریں رہنا

مسلماں جنگ میں مغلوب ہوں یا غالب آ جائیں
بھگا دیں دشمنوں کو یا ہزیمت خود ہی کھا جائیں

ہماری فوج نے میدان جیتا ہو کہ ہارا ہو
ظفر پیشِ نظر ہو یا خلاف اس کے نظارا ہو

---

[1] یہاں عنین کی پہاڑی تھی۔ جو لشکر کے بائیں جانب تھی اور جس کے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی گھاٹی میں دشمن تھے اندیشہ تھا کہ دشمن ناگہاں پیچھے سے نکل کر حملہ نہ کر دیں۔ آپؐ نے پچاس تیر اندازوں کو یہاں مقرر فرمایا اور تاکید کی کہ یہاں جمے رہنا۔ (خاتم المرسلین)

آپؐ نے فرمایا مسلمان کامران ہوں یا ناکام۔ مگر گھاٹی سے نہ ہٹنا۔ آپؐ کے الفاظ یہ بھی تھے۔ اگرچہ تم دیکھو کہ پرندے لشکر (اسلام) کو اُچک کر لئے جا رہے ہیں۔ جب بھی تم یہاں سے نہ ہٹنا۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ مشرک تم پر پلٹ پڑیں۔ (دیکھو تفسیر القرآن رشید رضا مصری)

مناہی ہے تمہیں اس مرحلے کو چھوڑ دینے کی / نہ کرنا جرأت اس عہدِ وفا کو توڑ دینے کی

درانداز وں کا خطرہ ہے یہاں دربان بن جاؤ / رہو پُشتے پہ قائم اور پشتیبان بن جاؤ

سوارانِ قریش اس راہ سے ہم پہ اگر آئیں / تو سب مردانِ تیرانداز اُن پر تیر برسائیں

بہادر حملہ آور لڑنے مرنے سے نہیں ڈرتے / مگر رہوار تیروں کے مقابل رُخ نہیں کرتے[۱]

شکست و فتح کی اچھی بُری کوئی بھی صورت ہو / تمہاری رائے میں ہم کو مدد کی بھی ضرورت ہو

جمے رہنا اسی ٹیلے پہ ہر دم باخبر رہنا / کوئی صورت ہو مضبوطی سے اپنے حال پر رہنا

ہے تم پر فرض نگرانی عقب سے آنے والوں کی / رکھو تحدید اپنے نفس کی اپنے خیالوں کی"

ہدایت کو جو مانے بس وہی سچا مجاہد ہے / یہ تم پر عہد ہے جس کا خدائے پاک شاہد ہے[۲]

تیراندازوں پر عبداللہ بن جبیرؓ کا تقرر

غرض مردانِ تیرانداز پشتے پر ہوئے قائم / نظر میں تا کہ رکھیں درّۂ مخدوش کو دائم

کیے بہرِ نصیحت اور بھی کلماتِ خیر ان پر / معیّن کر دیئے افسر یہاں ابنِ جبیرؓ ان پر

---

۱ آپ نے فرمایا اگر سوارانِ قریش لشکر کی پشت سے حملہ آور ہونا چاہیں تو ان کو چوڑے پھال کے تیروں سے مارو گھوڑے تیروں کا رُخ نہیں کرتے۔ (دیکھو ابن اسحٰق)

۲ فرمایا، میں تم پر خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے تم کو اس ٹیلے پر قائم رہنے کی تبلیغ کی ہے (ارشاد الحکمۃ)

بقیّہ فوج کی تقسیم

بقیّہ فوج کو ہادیؐ نے یُوں تقسیم فرمایا
سلیقہ ربط و ضبطِ جنگ کا تفہیم فرمایا

جمایا سعدؓ کو اور بو عبیدہؓ کو مقدّم پہ
جوانمردانِ ساقہ پر کیا مقدادؓ کو افسر[1]

عکاشہؓ کو میمنی فوج پر مامُور فرمایا
ابو سلمہؓ کی سرداری میں بازوئے یسار آیا

زبیرؓ و حمزہؓ و حیدرؓ کو قلبِ فوج پر رکھّا
ستارا ہر مجاہد کا اٹھا کر اَوج پر رکھّا

علمبردارِ اسلام[2]

ہُوا ارشاد مصعب بن عمیرؓ آگے بڑھو، آؤ
تم اس فوجِ مجاہد کے علمبردار بن جاؤ

ہُوا افراطِ خوشی سے رنگِ رُخ گلنار مصعبؓ کا
کہ یہ پاسِ وفا، اللہ رے نادار مصعبؓ کا

جُھکے بوسہ دیا سرکار کے دستِ مبارک پر
مثالِ کوہ میداں میں ہوئے قائم علم لے کر

یہ جھنڈا صلح کا پیغام تھا دنیائے ہستی میں
نشانِ حق پرستی تھا جہانِ خود پرستی میں

---

[1] آپ نے ابوعبیدہ بن الجراحؓ۔ اور سعد بن ابی وقاصؓ کو مقدمہ پر اور مقدادؓ کو ساقہ پر مقرر کیا۔ حضرت عکاشہ بن محصن اسدیؓ کو میمنہ پر اور ابوسلمہ بن عبد الاسدؓ کو میسرہ پر۔ حضرت علیؓ۔ حضرت حمزہؓ اور زبیرؓ کو قلب میں مقرر فرمایا۔ (دیکھو طبری)

[2] آپ نے مصعب بن عمیرؓ کو احد میں بھی علمبردار بنایا۔ (دیکھو طبری)

ارشاداتِ عالیؐ

مرتب کر لیا جب لشکرِ اسلام ہادیؐ نے
سنایا اس طرح اللہ کا پیغام ہادیؐ نے

کہا جب تک نہ دشمن خود کرے اقدام لڑنے کا
ہماری سمت سے آئے نہ ہرگز نام لڑنے کا

بگوشِ ہوش سن لو یہ نصیحت اے مسلمانو!
کہ مخلوقات کا حق اپنے حق سے بھی فزوں جانو!

بہر صورت اطاعت اور طاعت ذاتِ باری کی
علامت ہے خلوص و صدق کی پرہیزگاری کی

نصیحت ہے یہی وقتِ جہاد ایمان والوں کو
رہے یاد آیتِ حق العباد ایمان والوں کو

ذخیرہ خیر کا ہے یا مقام اجر و جزا کا ہے
یہ سب کس کے لئے، اس کے لئے ہے جو خدا کا ہے

جہاد اس کے لئے ہے جو خدا کی چاہ رکھتا ہے
فساد اس کے لئے ہے جو حبِ مال و جاہ رکھتا ہے

جسے ذوقِ یقیں اللہ پر ہے اور قیامت پر
بوقتِ جنگ وہ قائم رہے گا استقامت پر

جو اپنے فرض کو سمجھے، جو اپنا فرض ادا کر دے
جو اپنی جان خالق کی محبت میں فدا کر دے

متاعِ رشد و رافت جس کو مالک سے ہوا ارزانی
مقدر میں اسی کی ہے شہادت اور قربانی

۱؎ آپؐ نے میدانِ احد میں جنگ سے پہلے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور تاکید فرمائی کہ پہل نہ کی جائے۔ نیز مسلمانوں کی راستی اور راست شعاری اور دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے اور اکل حلال کی تاکید کی۔ اور فرمایا کہ جہاد کے معنے ادائے فرض ہے جان و مال کے ساتھ۔ (دیکھو رشاد الحکمۃ)

شکست و فتح سے بے نیازی

خُدا کے حکم پر خلقِ خُدا کے واسطے مرنا
بہت آساں ہے کہنا، بہت دشوار ہے کرنا

جو حق کو دوست رکھتا ہے خدا ہے دوستدار اسکا
نظر ہے جس کی ناحق پر تو ہے شیطان یار اس کا

شکست و فتح کو تم چھوڑ دو اس کی مشیت پر
نظر رکھو فقط حسنِ عمل پر حسنِ نیت پر

خدا ہر آئنہ ہے نیتوں کا جاننے والا
ہمارے حال اور اعمال کو پہچاننے والا

شہادت ہی اصل اسلام ہے

شہادت ہی جہاد فی سبیل اللہ کی صورت ہے،
برائے فتح صبر و استقامت کی ضرورت ہے،

مسلماں کا حصولِ مال و زر کیا ہے شہادت ہے
مسلماں کے لئے فتح و ظفر کیا ہے شہادت ہے،

جہادِ راہِ حق کیا ہے غزا کیا ہے شہادت ہے
ہماری زندگی کا مدعا کیا ہے شہادت ہے

اسی صورت سے نصرت کی طلب کرتے ہوئے نکلو
کہ ارشاداتِ باری کا ادب کرتے ہوئے نکلو

اطاعتِ پیمبرؐ، راستبازی اور راستی

فقط خوشنودیٔ خالق اسی پر ہے مسلمانو
کہ پیغمبرؐ کرے جو حکم لازم اس کو گردانو

تمہارے نفس پر جو فرض عاید ہے بجا لاؤ
نہ تم سختی سے گھبراؤ نہ اپنی حد سے بڑھ جاؤ

میں ہر آئینہ خواہاں ہوں تمہاری راستبازی کا[1]
یہی دنیا میں ہے سب سے بڑا انعام غازی کا

پہلوتہی، تفرقہ و نفاق کی ممانعت

ادائے فرض سے پہلوتہی تاخیر و کوتاہی
ہیں ان سب کے نتائج ضعفِ ایماں اور گمراہی

نفاق و اختلافِ باہمی ہے خبثِ باطن کا
یہ ان کے کام ہیں اللہ پر ایماں نہیں جن کا

جماعت میں جو ڈالیں تفرقہ بہرِ زر اندوزی
خدا دیتا نہیں ایسوں کو ہرگز فتح و فیروزی

نہ ڈھونڈو آسرا راہِ خدا میں جز خدا کوئی
خدا کے قرب کا رستا نہیں اس کے سوا کوئی

---

[1] ۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں ہر حالت میں تمہاری راستبازی کا حریص ہوں۔ (ابن اسحٰق)

رسُول کی اطاعت نصرت کا وسیلہ ہے

وسیلہ نصرتِ حق کا پیمبر کی اطاعت ہے
شفاعت اس کا حصّہ ہے جسے حق پر قناعت ہے

پیمبر[۲] جس عمل کا حکم دے کرنے پہ جھک جاؤ
پیمبر روک دے جس کام سے فی الفور رُک جاؤ

الگ تفریق سے رہ کر رہو ملّت سے وابستہ
کہ ہے فوز و فلاحِ دو جہاں کا اک یہی رستہ

موت و حیات اور حلال و حرام

خیالِ مرگ سے بے فائدہ انسان ڈرتا ہے
بغیرِ اذنِ خالق کوئی جیتا ہے نہ مرتا ہے

بقدرِ یک نفس قبضے میں لا سکتا نہیں کوئی
بڑھا سکتا نہیں کوئی گھٹا سکتا نہیں کوئی

مقدّر رزق جس کا جس قدر ہے کھا نہ لے[۱] جب تک
خدا کی نعمتوں سے اپنا حصّہ پا نہ لے جب تک

فرشتہ موت کا اس پر مسلّط ہو نہیں سکتا
بغیرِ حکمِ حاکم جانِ شیریں کھو نہیں سکتا

تمہیں اس باب میں ایمان کو محفوظ رکھنا ہے
حصُولِ رزق میں پاکیزگی ملحوظ رکھنا ہے

مسلمانوں کے حصّے میں فقط اکلِ حلال آئے
کمی بیشی کی صورت ہو تو رازق کا خیال آئے

---

[۱] آپؐ نے فرمایا کوئی ذی جان اپنا پورا رزق ایک ایک دانہ وصول کئے مر نہیں سکتا۔ (دیکھو طبری و طبقات ابن سعد)

نہیں گنجائشِ[۱] مالِ حرام اسلام کے اندر
گوارا ہو نہیں سکتا یہ کام اسلام کے اندر

محارم سے کرو پرہیز اگر ایمان والے ہو
پیمبر تم میں ہے موجود تم قرآن والے ہو

گنہ آلود فکرِ رزق کی تم کو مناہی ہے
یہ تلقینِ پیمبر ہے یہ ارشادِ الٰہی ہے

مقامِ جنگ ہو یا صلح کا ہنگام ہو کچھ ہو
حصولِ رزق میں تکلیف ہو آرام ہو کچھ ہو

طریقِ راستبازی چھوڑ دینا منع ہے تم کو
صفا کا شیشۂ دل توڑ دینا منع ہے تم کو

مسلمانو! یہ درسِ زندگی جب تک نہ بھولو گے
جہانِ کامرانی میں پھلو گے اور پھولو گے

صفوں کو انتہائی ربط سے آراستہ کر لو
دلوں کو نورِ جوش و ضبط سے پیراستہ کر لو

صفائے قلب سے میدان میں استادہ ہو جاؤ
جہادِ فی سبیل اللہ پر آمادہ ہو جاؤ

جو تیر انداز ہیں قائم رہیں مخدوش ٹیلے پر
نظر تا اختتامِ جنگ ہو دشمن کے حیلے پر

بصد اصرار کی جاتی ہے تاکیدِ اکید ان کو
کہ ٹیلے سے نہ بھٹکا دے کسی منظر کی دید ان کو

خلافِ راہِ پیغمبر قدم جو بھی اٹھائے گا
کوئی رستہ نہ دیکھے گا کوئی منزل نہ پائے گا

---

۱ آپؐ نے فرمایا- مالِ حرام حاصل کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے۔ (سیرت ابن اسحٰق)

۲ خلافِ پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید (سعدی)

فوجِ غنیم کی ترتیب

قریشی جیوش کی تقسیم

اُدھر کفّارِ مکّہ نے سجایا فوج والوں کو
سنبھالا افسروں نے پیدلوں کو اور رسالوں کو

سپہ سالار ابو سفیاں بصد فخرِ سپہ داری
سرِ میدان کرتا تھا نمودِ شانِ سرداری

دکھائی افسرانِ فوج نے تنظیم لشکر کی
ہُوئی تھی رات ہی سے اس طرح تقسیم لشکر کی

خالد کا رسالہ

رسالہ اک یمیں پر جس کے خالد بن ولید افسر
مثالِ شیرِ غرّاں مستعد ہر دم جھپٹنے پر

وہ خالد جس کو اک دن خادمِ اسلام ہونا تھا
وہ جس کو فاتحِ ایران و مصر و شام ہونا تھا

ابد تک نام جس کا رشکِ مہر و ماہ بننا تھا
جسے اسلام کے ہاتھوں میں سیف اللہ[۱] بننا تھا

مقدّر تھی قیادت جس کو افواجِ الٰہی کی
وہ خالد لے کے آیا تھا یہاں نیّت تباہی کی

---

۱ حضرت خالد بن ولیدؓ جو بعد میں اسلام لائے اور سیف اللہ مشہور ہوئے۔

عکرمہؓ بن ابوجہل کا رسالہ

اسی صورت رسالہ میسرے پر بھی جمایا تھا — یہاں بوجہل کے فرزند کو افسر بنایا تھا
دماغِ عکرمہ ابنِ ابوجہل آج کیا ملتا — کہ اس کو اب نظر آتا تھا بدلہ باپ کا ملتا
خبر کیا تھی کہ اک دن مائلِ اسلام ہونا ہے — خدا کے غازیوں میں عکرمہ کا نام ہونا ہے
نہیں تھی تاب ابھی نورِ جہاں تابِ محمدؐ کی — قسم کھا کر چلا تھا قتلِ اصحابِ محمدؐ کی
سواروں کا پرا لے کر کھڑا تھا تاک میں یہ بھی — بڑا فتنہ تھا اعدائے رسولِ پاک میں یہ بھی

ابوسفیان اور کفّار کے عَلَمبرداریں جھڑپ

تھا شہرہ آلِ عبدالدّار کی شانِ شجاعت کا — نشاں بردار ٹھہرایا گیا ان کو جماعت کا
قریشِ مکّہ جب بھی تاختت پر تیار ہوتے تھے — تو عبدالدّار والے ہی عَلَمبردار ہوتے تھے
انہی میں اک بہادر پہلواں کا نام تھا طلحہ — عدوئے دینِ حق تھا دشمنِ اسلام تھا طلحہ

---

۵۱ عکرمہ ابن ابی جہل جو اسلام کا شدید ترین دشمن تھا۔ فتح مکہ کے بعد عفو عام کی صورت میں تھا۔ آخر مسلمان ہو گیا اور شام کے معرکوں میں اسلام کے لئے جنگ کی۔ (دیکھو طبری اور ابن اسحٰق)

۵۲ قبیلہ عبدالدار کو قریش کی علمبرداری کا منصب حاصل تھا۔ (دیکھو طبری)

ابوسفیاں نے بلوایا اُسے اور ہنس کے فرمایا ۔ کہ اے طلحہ تمہارے امتحاں کا وقت بھی آیا
ہم آئے ہیں یہاں پر انتقامِ بدر لینے کو ۔ تسلّط میں نبوت کا مقامِ صدر لینے کو
عَلَم پر بر سرِ میداں اگر کوئی وبال آیا ۔ سمجھ لینا قریشی شان و شوکت کو زوال آیا
عَلَم گر سرنگوں ہو جائے لشکر تھم نہیں سکتا ۔ بہادر سے بہادر کا قدم بھی جم نہیں سکتا
تجھے اے طلحہ اس لشکر کی عزّت آج رکھنا ہے ۔ ہماری اور اپنے خانداں کی لاج رکھنا ہے
ذرا دل تھام کر قرشی عَلَم کو تھامنا طلحہ ۔ کہ ہوتا ہے لڑائی میں قضا کا سامنا طلحہ
علمبرداری کے دم سے ہے بازی لڑائی کی ۔ عَلَم رکھ دو اگر ہمّت نہ ہو جنگ آزمائی کی
نہ ہو ہمّت تو لاؤ خود عَلَم اپنا اُٹھا لیں ہم ۔ عَلَمبردارِ لشکر اور ہی کوئی بنا لیں ہم

طلحہ کا جوابِ سخت

ابُوسفیاں کے طعنے سے غضب میں بھر گیا طلحہ ۔ زباں پر آئی گالی، ضبط لیکن کر گیا طلحہ
کہا، کیوں اس قدر باتیں بناتے ہو ابوسفیاں ۔ سرِ میداں کمینہ پن دکھاتے ہو ابوسفیاں

۱ھ ابوسفیان طلحہ بن عثمان سے (جو عبدالدار کا سردار تھا) کہا۔ تم اس لوا۔ کو مضبوط پکڑو۔ یا ہمارے درمیان چھوڑ دو۔ کیونکہ جب نشان پر زوال آئے گا تو پھر قیام نہ ہوگا۔ (دیکھو طبقات ابن سعد)

علمبردار ہونا حق ہے میرے ہی گھرانے کا
میں اُس کو دیکھ لوں گا جو عَلَم لینے کی ٹھانے گا

میں واقف ہوں تمہارے حاسدانہ رنگِ خصلت سے
مجھے محروم کرنا چاہتے ہو آج شہرت سے

اگر مغلوب ہو جانے کا ہوتا کوئی اندیشہ
عَلَم کا نام ہی لیتے نہ ہرگز تم دغا پیشہ

یقینِ فتح ہے تم اس لئے باتیں بناتے ہو
بہادر بنتے ہو تنتے ہو اور شیخی دکھاتے ہو

شرارت وقتِ نام و ننگ کرنا چاہتے ہو تم
سرِ میداں مجھی سے جنگ کرنا چاہتے ہو تم

قسم ہے لات کی کہنا تمہارا ہو نہیں سکتا
کسی کو ہم عَلَم دے دیں گوارا ہو نہیں سکتا

علمبرداریٔ جنگ آلِ عبدالدار کا حق ہے
تمہاری کدّ و کاوش آج اس بارے میں ناحق ہے

نمود و نام کی تم ہم کو ترکیبیں سکھاتے ہو
سپہ سالار بن کر شانِ استادی دکھاتے ہو

ہمارا فرض کیا ہے تم سے بہتر جانتے ہیں ہم
بہادر اور بزدل کون ہے پہچانتے ہیں ہم

حفاظت اس عَلَم کی ہے ہمارا کام، ہم جانیں
ہم اپنا نام اچھالیں یا کریں بدنام، ہم جانیں

تمہارے پیٹ میں اُٹھے نصیحت کا مروڑا کیوں
ہمارے کام میں اٹکا ؤ تم آ آ کے روڑا کیوں

عَلَم کو لے سکو گے تم نہ منت سے نہ جبراً تم
ہٹو اب سامنے سے اس نصیحت کا ہے شکریّہ

ابوسفیان کا کھسیانا پن

ابوسفیاں ہوا طلحہ کی باتوں سے جو کھسیانا / کہا اے طلحہ تم نے میرے مطلب کو نہ پہچانا

اگر رکھو گے باہر ضابطے سے تم قدم اپنا / تو اتنا یاد رکھو ہم بنا لیں گے عَلَم اپنا

کہا طلحہ نے لیکن وہ عَلَم جب بن کے آئے گا / اُسے بھی کوئی عبدالدّار والا ہی اٹھائے گا

غرض یہ تُوتُو مَیں مَیں رد و کد اور تیز گفتاری / ہوئی مشکل سے ختم اور پائی طلحہ نے علمداری

جہاں کبر و رعونت ہو وہاں جھگڑا ضروری ہے / یہ وحدت کے منافی ہے اسی کا نام دُوری ہے

عَلَم کے سائے میں بڑھ بڑھ کے عبدالدّار والوں نے / صفیں آراستہ کیں پیدلوں نے اور سواروں نے

لشکرِ مشرکین کی صف بندی پر ایک نظر

یہ طاقت کی حماقت تھی خودی کی خودنمائی تھی / بشر کی فطرتِ بد تھی مجسّم ہو کے آئی تھی

یہ معبودانِ باطل کی مدد کرنے کو آتے تھے / خدا کا آخری پیغام رد کرنے کو آئے تھے

بہت مرغوب تھا آئینِ باطل کا دوام ان کو / شکستِ بدر کا لینا تھا حق سے انتقام ان کو

یہ دشمن تھے شریفوں کی حمایت کرنے والوں کے / مخالف تھے ضعیفوں سے رعایت کرنے والوں کے

انہیں مطلوب تھی نام آوری بھی قتل و غارت بھی
ستم بھی فتنہ انگیزی بھی اظہارِ امارت بھی

یہ تاریکی میں رکھنا چاہتے تھے اس زمانے کو
یہ آئے تھے چراغِ نور پھونکوں سے بجھانے کو

گمانِ شعلۂ جوّالہ ہوتا تھا لعینوں پر
چمکتے تھے سروں پر خود چار آئینے سینوں پر

تبر تیر اور خنجر اور ڈھالیں اور تلواریں
جمی تھیں بھوری بھوری ریت پر لوہے کی دیواریں

تڑپ اٹھتی تھیں یوں برچھوں کی انیاں اُٹھ کے شانوں سے
عیاں ہوتا تھا جس طرح سانپوں کی زبانوں سے

اپنا اپنا رنگِ نمائش

عمرو ابن عاص

نمایاں کر رہا تھا فخرِ جنگی جیش جیش اپنا
ثقیف اپنا احابش[1] اور کنانہ اور قریش اپنا

نمایاں تھے صفوں میں سرغنے بھی خاص خاص اِن میں
بہت نامی بہت مشہور تھے عمرو ابن عاص اُن میں[2]

---

[1] بڑے جھنڈے کے علاوہ اُحد میں قریش کے تین جھنڈے تھے۔ قبیلہ آحابش اور ثقیف اور کنانہ اپنا اپنا علم اڑا رہے تھے۔ (رشاد الحکمت)۔ اس لشکر میں ہر قبیلہ اپنا نشانِ امتیازی ظاہر کر رہا تھا۔ (دیکھو رشاد الحکمت)

[2] عمرو بن عاص قریش کا مدبّر۔ جو نجاشی کے پاس مسلمانوں کے خلاف سفارت لے کر گیا تھا۔ میدانِ جنگ میں آج موجود تھا۔ صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لایا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں فاتح مصر بنا۔ (مصنّف)

وہی عمرو ابنِ عاص اک دن جسے ایمان لانا تھا
مجاہد بن کے جس کو تا بہ ارضِ نیل جانا تھا

اُڑانا تھا زمینِ مصر پر اسلام کا جھنڈا
جسے کرنا تھا رُومی لشکروں کے جوش کو ٹھنڈا

وہی عمرو ابنِ عاص اپنی سرافرازی سے بے بہرہ
کھڑا دیتا تھا آج اپنے متاعِ کفر پر پہرہ

آنحضرتؐ کے خاص مخالفین

پانچ سازشی

تھے شامل سب کے سب اعدائے آں عالی جنابؐ ان میں
نمایاں تھا مگر ابلیس کا خاص انتخاب ان میں

رسُولِ پاک پر حملے کی نیّت کر کے آئے تھے
گھروں سے اپنے سامانِ اذیّت کر کے لائے تھے

یہ پانچ ابنِ شہاب و عتبہ و ابنِ حمید اسدی[۱]
اُبی ابنِ خلف جمحی و ابنِ قمیہ لیثی

قسم کھائی تھی ان پانچوں نے کعبے کو گرانے کی
ہوا تھی ان سروں میں شمعِ عرفاں کے بجھانے کی

ہویدا تھی ارادوں کی بدی ان کی نگاہوں سے
کھڑے تھے کینہ جُو لپٹے ہوئے اپنے گناہوں سے

---

[۱] اُبی ابن خلف جمحی - ابن قمیہ لیثی - ابن شہاب و عتبہ بن ابی وقاص یعنی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بھائی - اور ابن حمید اسدی نے باہم قول و قرار کیا تھا کہ آج رسُول اللہؐ کو شہید کر دیں گے ۔

(دیکھو طبری، ابن ہشام طبقات ابن سعد)

کسی نے تیغۂ خونخوار پہلو میں دبایا تھا
کوئی تیر اور کوئی سنگ و فلاخن لے کے آیا تھا

چھٹا فتنہ

یہ پانچوں ہر طرح تیار تھے بیدار تھا فتنہ
علاوہ اُنکے آج اک اور ناہنجار تھا فتنہ

چھپا کر حربہ اور صورت بنا کر بے زبانوں کی
کھڑا تھا آڑ لے کر سنگدل سنگیں چٹانوں کی

یہ وحشی تھا، غلام ان سازشی افرادِ نامی کا
جسے دھونا تھا خونِ حمزہؓ سے دھبہ غلامی کا

---

[1] وحشی ایک ٹیلے کے پیچھے چھپا کھڑا دیکھتا تھا۔ (دیکھو طبقات ابن سعد)

بابِ پنجم

تقدیر کے مقابل تزویریں

آغازِ جنگ سے ایک ساعت پہلے

سجائی جا چکی میدان میں فوجِ قریش آخر
سنبھالے افسروں نے بڑھ کے اپنے اپنے جیش آخر

قطاریں پیدلوں کی بن گئیں لوہے کی دیواریں
نظر آنے لگیں ہر سمت ڈھالیں اور تلواریں

گھٹائیں ابرِ ظلمت بار کی میدان پر چھائیں
زبانیں اژدھوں کی برقیں بن بن کے لہرائیں

پناہِ سینہ ہائے کینہ پرور بن گئیں ڈھالیں
ضیائے مہر کے مدِ مقابل تن گئیں ڈھالیں

سروں پر خود چہروں پر جھلم اور گرز شانوں پر
بشر گھوڑوں پہ تھے یا دیو بیٹھے تھے چٹانوں پر

برستی تھی عجب بد منظری سی بد قماشوں پر
کمانیں دوش پہ تھیں جس طرح گرگس ہوں لاشوں پر

یہ عقرب تھے کہ خنجر ناگنیں تھیں یا کہ تلواریں
غضب کا جوش تھا نتھنوں میں یا سانپوں کی پھنکاریں

یہ سب کس کے مخالف تھے

یہ ساری فوج آہن موج یہ فولاد کا طوفاں
خدا کے بالمقابل لے کے آیا تھا جسے شیطاں

قطاریں پیدلوں کی اور پرے جنگی رسالے کے
یہ سب کس کے مخالف تھے، فقط اک کملی والے کے

مگر وہ کملی والا بھی زمانے سے نرالا تھا
زباں خاموش تھی لیکن اسی کا بول بالا تھا

نہ وہ تیروں سے ڈرتا تھا نہ شمشیروں سے خائف تھا
مرتّب کر کے لشکر محوِ اورادو وظائف تھا

اُدھر جوشِ نمائش اور اظہارِ تجمل تھا
اِدھر اخلاقِ عالی تھے متانت تھی تحمل تھا

اُدھر تیاریاں تھیں سازشیں تھیں اور تدبیریں
اِدھر لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْض کی ہوتی تھیں تفسیریں

قریشی[1] عورتوں کا راگ

قریشی ناریاں میدان میں گاتی ہوئی نکلیں
تھرکتی دف بجاتی ناز دکھلاتی ہوئی نکلیں

---

[1] دوسری عورتوں کے علاوہ ہند بنت عتبہ یعنی زوجۂ ابوسفیان۔ اُم حکیم عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی۔ فاطمہ (باقی برصفحہ ۹۵)

حسینہ ناگنیں لہروں میں لہراتی ہوئی نکلیں
دلوں پر لوٹتی آہوں میں بل کھاتی ہوئی نکلیں
ابوسفیاں کی زوجہ ہند سب سے آگے آگے تھی
یہ بجلی آج اس ابرِ غضب کے آلے آگے تھی

نغمہ زنانِ قریش اُردو میں

ہم بجلیاں اتوار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی
ہم دختریں ہیں نُور کی
ہم مشعلیں ہیں طُور کی
ہم پیاریاں ہیں پیار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی
چلتی ہیں قالینوں پہ ہم
جیسے چلیں کبکِ دری
رکھتی ہیں سر سینوں پہ ہم
با صد ادائے دلبری

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۴) بنت ولید حارث بن مغیرہ کی بیوی اور خالد کی بہن۔ برزہ بنتِ مسعود ثقفی صفوان بن امیّہ کی بیوی۔ ربطہ بنت منبہ عمرو بن عاص کی بیوی، سلافہ بنت سعد طلحہ علمبردار قریش کی بیوی۔ اور حنّاس یعنی مسلمانوں کے علمبردار اور مدینہ کے پہلے مبلّغ اسلام حضرت مصعب بن عمیرؓ کی کافرہ ماں ؛

(دیکھو سیرت النبی از شبلی اور خاتم النبیین از شرر)

ہم ہیں طلسمِ رنگ و بُو
حُسنِ نظر کی آبرُو
مانگیں ہماری مشکبُو
شعلے ہیں پازیبِ گلو لڑیاں دُرِ شہوار کی
ہم بجلیاں انوار کی
ہم ناریاں ہیں نار کی

ہم ہیں ستارہ زادیاں
افلاک کی شہزادیاں
دکھلاؤ گے جرأت اگر لاؤ گے انسانوں کے سر
دیں گی مبارک بادیاں
افلاک کی شہزادیاں
رکھے جو بستر کی طلب وہ جنگ کی سختی سہے
تمثالِ شیرِ پُرغضب خونریز و درندہ رہے

سینے پہ چڑھ کے کھاؤ گے
ہم سے گلے مِل جاؤ گے
گر بزدلی دکھلاؤ گے
آغوشِ بستر پاؤ گے اُجڑی ہوئی آبادیاں
ہم ہیں ستارہ زادیاں
افلاک کی شہزادیاں

یہ ٹولی سامنے سے فوج کے گاتی ہوئی نکلی ستم کرتی ہوئی گذری غضب ڈھاتی ہوئی نکلی
یہ نکلیں حیں طرف نالے تھے فریادیں تھیں آہیں تھیں کماں ابرو تھے ان کے، اور تیران کی نگاہیں تھیں
یہ افسوں کارگر نکلا یلانِ نامور جھوُمے ہُبل کا نعرہ مارا اور قبضے تیغ کے چُومے

(حاشیہ صفحہ ۹۵) لہ نحن بنات الطارق۔ نمشی علی النمارق۔ مشی القطی البوارق۔ والمسک فی المغارق والدُرر فی المخانق۔ ان تقبلوا العانق۔ ونفرش النمارق۔ او تدبروا الفارق فراق غیر وامق۔

ہم ستاروں کی بیٹیاں ہیں۔ نرم گدیلوں پر چلتی ہیں جس طرح سفید سفید کبک چلیں۔ ہماری مانگیں مشک بھری ہیں گلے میں موتیوں کے ہار ہیں۔ اگر لڑائی کی طرف رُخ کرو گے تو ہم گلے سے لگائیں گی اور تمہارے لئے نرم بچھونے بچھائیں گی۔ اور اگر منہ پھیرو گے تو ہم تم سے جُدا ہو جائیں گی۔ جس طرح کوئی غیر محب جُدا ہوتا ہے ؛ (دیکھو خاتم المرسلین)

ابُو عامر راہب میدان میں

صفیں باندھے کھڑے تھے کفر و دیں میدان کے اندر
قیامت ٹوٹنے والی ہی تھی اک آن کے اندر

یہ عالم تھا کہ نکلا صف سے بد گوہر ابُو عامر[1]
پرکھنے کو چلا اسلام کا جوہر ابُو عامر

فریبِ راہبیت کا لباس اس کے بدن پر تھا
خُدا و مصطفےٰ پر طعن کافر کے دہن پر تھا

سوا دو سو غلامانِ قریش اس کی مدد پر تھے
یہ ناہنجار اپنے شرک ہی کی خُوئے بد پر تھے

بساطِ جنگ پر شیطان کا بن کر نقیب آیا
مقدّس سانپ فخرِ نوعِ آدم کے قریب آیا

غلاموں کو جمایا پتھروں کے ڈھیر پر اُس نے
یہاں سے لشکرِ توحید پر ڈالی نظر اُس نے

ابُو عامر کی حیرت اور حسد

اگرچہ مختصر سی فوج تھی محبوبِ داور کی
شعاعیں اس پہ قرباں تھیں مگر خورشیدِ خاور کی

یہ کچھ کم سات سو افراد تھے اللہ کے غازی
ادائے فرض کی خاطر کھڑے تھے بہرِ جانبازی

---

[1] سب سے پہلے جس نے آغازِ جنگ کیا۔ فاسق ابُو عامر راہب تھا۔ جو مدینے ہی کے قبیلہ اوس کا ایک فرد تھا۔ اور مشرکین سے دعوے کر کے آیا تھا کہ تمام قبیلے کو محمدؐ کے خلاف کر دوں گا۔ یہ دو سو سے زیادہ عبید یعنی غلامانِ قریش ساتھ لے کر میدان میں آیا۔ (دیکھو طبقات ابن سعد۔ طبری۔ کامل ابن اثیر)

مہاجر بھی نظر آتے تھے اور انصار بھی ان میں
کھڑے تھے اوس و خزرج کے بڑے سردار بھی ان میں

کبھی اک دوسرے کو قتل کرنے میں قسائی تھے
مگر اب یہ نظر آیا کہ باہم بھائی بھائی تھے

کبھی اک دوسرے کی جان لینے پر تھے آمادہ
مگر اب دوسرے پر جان دینے کو تھے استادہ

انہیں مل بیٹھنے پر آج مائل کر دیا کس نے
انہیں یک قالب و یک جان و یک دل کر دیا کس نے

یہ جلوہ دیکھ کر جی جل گیا طیش آگیا اس کو
اخوّت کا یہ منظر شیر بن کر کھا گیا اس کو

دلِ ناری میں خفّت نے غضب کی آگ بھڑکائی
دھواں بن کر خباثت چہرۂ تاریک پر چھائی

فریبِ پارسائی کے دہن پر شیطنت بولی
مخاطب ہو کے اُس نے اوس والوں سے زباں کھولی

ابُو عامر کی تقریر[۱]

ابُو عامر ہُوں مَیں اے میرے بچّو، میرے فرزندو
مری اک بات سُن لو جنگ سے پہلے خردمندو

مجھے پہچانتے ہو میرا رتبہ جانتے ہو تم
زباں سے کچھ کہو، دل میں تو مجھ کو مانتے ہو تم

تمہارے درمیاں رہتا تھا مَیں کیسے بھلے تم تھے
زمانہ تم سے دبتا تھا۔ کچھ ایسے من چلے تم تھے

عرب کترا کے چلتے تھے مرے یثرب کی بستی سے
کہ ڈرتے تھے تمہارے سایۂ تیغ و دو دستی سے

۱ے ابُو عامر غلاموں کے ساتھ سب سے پہلے میدان میں آیا۔ اور اوس والوں کو مخاطب کر کے بولا اے میری قوم! مَیں ابو عامر ہُوں۔ اور کہا میری غیر حاضری میں قوم کو بڑی مصیبت کا سامنا ہوا ہے۔" (ارشاد الحکمۃ)

اگرچہ گشتۂ خون تھا اوس و خزرج کے گھرانے ہیں
مگر اک دھاک تھی بیٹھی ہوئی سارے زمانے میں

تم اپنے گھر میں مرنے مارنے سے جب نہ ڈرتے تھے
بہادر جان کر اغیار بھی پرہیز کرتے تھے

تم آپس میں جو لڑتے تھے یہ خصلت تھی دلیروں کی
کہ مل کر بیٹھنا عادت نہیں ہوتی ہے شیروں کی

مگر افسوس تم نے اپنی خصلت کو بدل ڈالا
تمہیں بزدل سمجھ لیتا ہے اب ہر دیکھنے والا

کبھی تم شیر تھے اب بھیڑ بکری ہو گئے ہو تم
تمہیں کیا ہو گیا کیوں جاگتے میں سو گئے ہو تم

ہمارے وقت میں کوئی نمازی تھا نہ صائم تھا
تمہارے ساتھ میں تھا اور تمہارا رعب قائم تھا

سبق جس نے پڑھایا ہے تمہیں صلح و اخوت کا
حقیقت میں وہ دشمن ہے تمہارے زور و قوّت کا

نتیجہ دیکھ لو، بھیڑوں کا گلّہ جان کر تم کو
ضعیف و بے کس و بے بال و پر گردان کر تم کو

عرب کے لوگ اس بستی پہ حملے کر کے آتے ہیں
تمہیں ہر مرتبہ ٹھوکر لگاتے ہیں ہنکاتے ہیں

مگر تم ہو کہ اس افتاد کو رفعت سمجھتے ہو
محمدؐ کی زباں کو آیۂ رحمت سمجھتے ہو

نہ ہونے سے مرے تم نے بہت سے رنج اٹھائے ہیں
قتالِ بدر میں اکثر بہادر کام آئے ہیں

یہاں بھی آج اک بھاری مصیبت آنے والی ہے
قریشی فوج تم پر موت بن کر چھانے والی ہے

ـہ۱ اوس و خزرج اگرچہ ایک ہی خاندان سے تھے۔ لیکن عرب کی فطرت کے مطابق اُن میں خانہ جنگیاں تھیں۔ اور آپس میں خونریز لڑائیاں ہوا کرتی تھیں۔ رسول اللہؐ نے ان میں صلح و صفا کی بنیاد ڈالی اور اسلام نے ان کو خانہ جنگیوں سے باز رکھا۔

تمہارا ان سے جھگڑا کوئی ذاتی ہے نہ آبائی
پرائی آگ میں جلنا، کہاں کی ہے یہ دانائی

تم اپنا گھر سنبھالو اور خبر لو کام دھندوں کی
کہ طالب ہے قریشی قوم اپنے بھاگی بندوں کی

بہت کافی ہے جو تم دے چکے ہو میہمانوں کو
نصیحت میری مانو اب بچالو اپنی جانوں کو

میں تم کو قتل ہونے سے بچا لینے کو آیا ہوں
تباہی کی نگاہوں سے چھپا لینے کو آیا ہوں

بسو تم چل کے اپنے شہرِ عالی شان کے اندر
وہ باہم فیصلہ کر لیں گے خود میدان کے اندر

مجھے امید ہے تم اس نصیحت کو نہ ٹالو گے
گھروں میں جا کے اپنے بال بچوں کو سنبھالو گے

وہ دشمن ہے جو تم اس طرح میداں میں لاتا ہے
تمہارا دوست تم کو موت کے منہ سے بچاتا ہے

ابو عامر کی یہ تقریر تھی اک دامِ صیّادی
گوارا کر نہیں سکتی تھی جس کو روحِ آزادی

مسلماں جانتے پہچانتے تھے اسکی عیّاری
اب اس تقریر سے بھی کھل گئی راہب کی مکّاری

اُتر آیا تھا یہ شیطان پھر فرسودہ گھاتوں پر
ہنسے انصار اس بیہودہ کی بیہودہ باتوں پر

انصار کا جواب

حدِ برداشت سے جب یاوہ گوئی بڑھ چلی اس کی
جوابِ صاف نے آخر مٹا دی بے کلی اس کی

جواب اک فقرہ تھا لیکن بڑی ہی جامعیّت کا
یہ اک اظہار تھا صدق و صفا و حسنِ نیّت کا

کہا انصار نے لا مرحبا (مردود) لا اہلاً [1]
"کوئی مونس نہ ہو تیرا جہاں میں او خدا دشمن"

کہا انصار نے جس دم یہ فقرہ یک زباں ہو کر
اُڑا جامہ فریبِ دوستی کا دھجیاں ہو کر

اسی فقرے نے اسکی صورتِ اصلی عیاں کردی
اتارا زاہدِ مکار نے ملبوسِ ہمدردی

بھنویں سکڑیں بھنچے لب نتھنے پھولے پھٹ گئے دیدے
پھر اس سمت جس جانب کھڑے تھے اسکے گردیدے

چڑھا ایسا مزاجِ راہبِ کم ظرف کا پارا
اُٹھا کر ایک پتھر لشکرِ اسلام پر مارا

غلاموں نے بھی کی تقلید راہب کے اشاروں کی
تواضع پتھروں سے کی گئی سجدہ گذاروں کی

احد [2] کی جنگ کا آغاز تھا اس سنگ باری سے
فلک حیران تھا اہلِ زمیں کی بدقماری سے

پتھر کا جواب پتھر، ابوعامر کا فرار

اچانک یوں جو پتھر لشکرِ اسلام پر برسے
جواب اسلام کو دینا پڑا پتھر کا پتھر سے

مقابل سے جونہی چوٹیں چلیں گھبرا گئے بزدل
نہ لائے تاب اک ساعت میں منہ کی کھا گئے بزدل

---

[1] انصار نے ابوعامر کے ہفوات سُن کر صرف اتنا کہا۔ لا مرحبا بک ولا اھلاً یعنی تجھ کو فراخی دستی نصیب نہ ہو۔ اور تیرا کوئی مونس نہ ہو۔ (دیکھو طبری و کامل ابن اثیر)

[2] ابوعامر پہلا شخص تھا۔ جس نے حرب و ضرب کی بنا ڈالی۔ اُس کے ساتھ غلامانِ قریش تھے۔ اور یہ سب مسلمانوں پر پتھر پھینکنے لگے۔ (کامل۔ ابن اثیر)

جو پہلے چھیڑ کرتے ہیں وہی مغلوب رہتے ہیں
"کلوخ انداز را پاداش سنگ است" اسکو کہتے ہیں

بچا کر اپنی جانیں کوئی پیچھے اور کوئی آگے
ابُو عامر اور اُس کے ساتھ والے سب کے سب بھاگے

بظاہر مضحکہ انگیز تھا یہ طرفہ نظّارا
صفِ اسلام نے لیکن نہ اس پر قہقہہ مارا

مزاجِ کفر و ایماں کی یہی تو حدِّ فاصل تھی
کہ دشمن کی ہزیمت سے بھی عبرت ان کو حاصل تھی

غلامی

غلامی میں بشر غیرت پہ قائم رہ نہیں سکتا
ثبات و صبر سے کوئی مصیبت سہہ نہیں سکتا

غلامی میں بشر عزّت کے معنی بھول جاتا ہے
پہن کر طوقِ لعنت کا خوشی سے پھول جاتا ہے

غلامی سربلندی کے نتائج سے ڈراتی ہے
زمیں پر پیٹ کے بل رینگنے کا گُر سکھاتی ہے

غلامی دیکھتی ہے خوفِ جاں ہر عزم کے اندر
ہراساں بزم کے اندر، گریزاں رزم کے اندر

غلامی میں ارادے پختگی پیدا نہیں کرتے
دلوں کو حسنِ استقلال پر شیدا نہیں کرتے

غلامی آدمی سے آدمیّت چھین لیتی ہے
عمل دیتی ہے لیکن حسنِ نیّت چھین لیتی ہے

غلامی ذوق کی قاتل، غلامی فکر کی دشمن
عدوئے خود شناسی اور خدا کے ذکر کی دشمن

---

۵۱ مسلمانوں نے پتھر کے جواب میں پتھر ہی مارنے پر اکتفا کی۔ ایک ساعت پتھر چلے۔ ابُو عامر اور اس کے ساتھی عبید (غلام) بھاگ گئے

غلامی عقل سے خالی، غلامی عشق سے عاری
غلامی طالبِ آرام جویائے ہوس کاری

جہادِ زندگی میں خنجرِ جلّاد کے ڈر سے
غلام اپنی ہی گردن کاٹتے ہیں اپنے خنجر سے

غلامی کی نگاہیں ماورائے شک نہیں جاتیں
الجھ پڑتی ہیں پردوں سے حقیقت تک نہیں جاتیں

غلامی اپنے ہاتھوں اپنی زنجیریں بناتی ہے
پہن کر پھر یہ زیور ناچتی ہے اور گاتی ہے

کرائے کا سپاہی

کرائے کا سپاہی موت کے سائے سے ڈرتا ہے
یہ اکثر مرتبہ مرتا ہے اور بے موت مرتا ہے

کرائے کا سپاہی پیشہ ور جلّاد ہوتا ہے
غلامِ زر، شہیدِ ذوقِ استبداد ہوتا ہے

نہیں ہوتا ہے اسکے دل میں جذبہ جاں نثاری کا
مثال اس کی ہے ایسی جس طرح کتّا شکاری کا

یہ صیدِ نرم کے پیچھے بڑی گرمی دکھاتا ہے
مقابل شیر آجائے تو اکثر دُم ہلاتا ہے

اسی صورت غلامانِ قریش آئے تھے لڑنے کو
بزعمِ خویش گویا بھیڑ بکری کے پکڑنے کو

مقابل میں نظر آئی جو صورت ان کو شیروں کی
ہوئی سرد ایک ہی جھپکی میں گرمی ان دلیروں کی

ابو عامر کا فرزند حنظلہؓ[۱]

ابو عامر کا بیٹا حنظلہؓ مردِ مسلماں تھا
یہ غازی بھی احد کے دن شریکِ اہلِ ایماں تھا
یہ قصہ پاک کرنا چاہتا تھا اس فسادی کا
مگر پابند تھا مردِ مجاہد حکمِ ہادیؐ کا
اجازت کی طلب میں وہ رخِ رحمت کو تکتا تھا
پسر لیکن پدر پر ہاتھ اٹھائے ہو نہ سکتا تھا
اسی دستور کی ہر جنگ میں رحمت تھی گرویدہ
پسر کے ہاتھ سے قتلِ پدر تھا ناپسندیدہ

رسالتؐ کا احسان

مسلماں ان کو دھر سکتے تھے تیروں کے نشانوں پر
مگر ہادیؐ کو آیا رحم انسانوں کی جانوں پر
نہیں تھے ذوقِ آزادی سے بہرہ مند بیچارے
کہ آقاؤں کی مرضی ہی کے تھے پابند بیچارے
نہ کرنا چاہتے تھے قتل آں عالی جنابؐ ان کو
لہٰذا پتھروں ہی سے دیا اُن کا جواب اُن کو
پڑا چھوٹا سا اک پتھر ابو عامر کی چھاتی پر
دہن نے چیخ ماری اُس کے دل کی بے ثباتی پر

---

۱ ابو عامر کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ لیکن اس کے صاحبزادے حضرت حنظلہؓ اسلام لا چکے تھے۔ انہوں نے آنحضرتؐ سے باپ کے مقابلہ میں لڑنے کی اجازت مانگی لیکن رحمتِ عالمؐ نے یہ گوارا نہ کیا کہ بیٹا باپ پر تلوار اٹھائے۔ (سیرت النبیؐ)

بڑی تیزی سے راہب کی زباں پر گالیاں آئیں / غلامی نے نہ راہیں بھاگ جانے کے سوا پائیں

سراسیمہ ہراساں، ہانپتے، چوٹوں کو سہلاتے / پلٹ کر دیکھتے، اک دوسرے کی ٹھوکریں کھاتے

غلامانِ قریش اپنی صفِ لشکر میں جا پہنچے / بڑی راحت ملی، زندہ سلامت گھر میں آ پہنچے

آقاؤں کی بیدردی

قریشی فوج نے دیکھی جو نامردوں کی نامردی / سب ان کو گالیاں دینے لگے از راہِ بیدردی

بھگوڑے سامنے پہنچے جو اپنے اہلِ لشکر کے / اُڑائی ان کے سر پر خاک سب نے مٹھیاں بھر کے

ہنسی اُڑتی تھی جس جانب کو بھاگے تھا ابو عامر / ندامت پیچھے پیچھے آگے آگے تھا ابو عامر

قریشی فوج اس رنگِ ہزیمت سے تھی کھسیانی / مسلمانوں کا دل بڑھنے سے تھی ان کو پریشانی

بہادر بھی نرالے، شان بھی ان کی نرالی تھی / کوئی ہنستا تھا ان پر اور کسی کے لب پہ گالی تھی

طلحہ، علمبردارِ قریش کا طیش

علمبردار طلحہ[1] ہو گیا غصے میں دیوانہ / مخاطب فوج سے ہو کر پکار اُٹھا دلیرانہ

---

[1] طلحہ علمبردارِ قریش پکارتا تھا کہ خود لڑنے کو بڑھو۔ غلاموں نے کبھی قتال نہیں کیا۔ اور نہیں کر سکتے۔ ان کو لشکر گاہ کی پاسبانی پر مقرر کیا جائے۔ (ارشاد الحکیم)

دلیرانِ قریش اپنے غلاموں کو نہ لڑواؤ
قصور ان کا نہیں ہے بیوقوفو! ہوش میں آؤ

غلاموں کو محاذِ جنگ پر بھیجا ہی کیوں تم نے
مسلمانوں کو سمجھا تھا مگر صیدِ زبوں تم نے

یہ ساری بیوقوفی تھی سپہ سالار صاحب کی
ابوعامر کے دھوکے میں مٹا دی آبرو سب کی

یہ خدمتگار بیچارے قتال و جنگ کیا جانیں
غنیمت ہے یہی میداں سے لے کر آگئے جانیں

ٹھہر سکتے نہیں میدان میں ٹٹو کرائے کے
ضرورت پر نہ اپنے کام کے ہیں نے پرائے کے

یہ زندہ آگئے ہیں دشمنوں کی مہربانی سے
انہیں چھوڑو، بھلا کیا فائدہ اب آناکانی سے

انہیں چھوڑو، تمہیں بدلہ مسلمانوں سے لینا ہے
وطن والوں سے اور یثرب کے دہقانوں سے لینا ہے

وہ "بدلا" سامنے ہے آج بچ کر جا نہیں سکتا
محمدؐ آج کوئی معجزہ دکھلا نہیں سکتا

تمہاری فصل ہے تیار آؤ کاٹ کر دھر دیں
بڑھو، آؤ، مسلمانوں کا یکسر خاتمہ کر دیں

ابوسفیاں تم اس راہب کی صورت دیکھتے کیا ہو
یہ بیچارہ تو ہے مٹی کی مورت دیکھتے کیا ہو

بہت بیتاب ہیں قرشی بہادر جنگ کرنے کو
ہیں تیغیں منتظر روئے زمیں گلرنگ کرنے کو

اجازت دو کہ اب لشکر بڑھے چھوڑو یہ تقریریں
بہادر کے لئے ہیں ننگ چالیں اور تدبیریں

طریقِ بزدلانہ اب سہا جاتا نہیں مجھ سے
جو چاہے وہ رہے چپکا رہا جاتا نہیں مجھ سے

بابِ ششم

کفر و اسلام کی باقاعدہ جنگ

حق کی اقلیّت باطل کی اکثریّت پر غالب

علمبردارِ قریش کا اقدامِ میدان

بڑھا غصّے میں طلحہ لشکرِ اسلام کی جانب
بُرا آغاز چل نکلا بُرے انجام کی جانب

علم کے سائے میں آگے بڑھے اب فوج والے بھی
صفیں جنبش میں آئیں نکلے پیدل بھی رسالے بھی

اِدھر خورشیدِ عالمتاب بامِ کوہ پر آیا
ادھر تیغوں نے اٹھ کر کر دیا میدان پر سایا

اُدھر سنگیں چٹانوں پر شعاعیں دھوپ کی چھائیں
اُدھر جوشش و تحمل کی نگاہیں اُٹھ کے ٹکرائیں

طلحہ کی مبارز طلبی

ابوسفیاں کے دل میں تو یہی تھا آج منصوبہ
کہ ہو جائے اسی ریلے میں تسکیلِ جنگ مغلوبہ

مسلمانوں کی قلت کو بہ کثرت گھیر کر مارے
کوئی بچ کر نہ جائے کھیت میداں میں رہیں سارے

مگر روکا انہیں۔ ان کے علمبردار طلحہ نے
کیا پُر شور نعرہ کھینچ کر تلوار طلحہ نے

ٹھہر جاؤ مجھے اپنا ہنر تو آزمانے دو
مُسلمانوں کے چیدہ پہلوانوں کو بلانے دو

صفیں مضبوط رکھو، اور تماشا دیکھتے جاؤ
گراتا ہُوں ابھی لاشے پہ لاشا دیکھتے جاؤ"

رُکی فوجِ قریشی اور آگے بڑھ گیا طلحہ
غرور و ناز کا اک اور زینہ چڑھ گیا طلحہ

طلحہ کا اِسلامی عقائد پر تمسخر

بالآخر اک جگہ اپنے قدم کو اس نے ٹھہرایا
مسلمانوں کی جانب دیکھ کر جھنڈے کو لہرایا

زرہ سینے کی، سر کا خود، چہرے کا جھلم چمکا
علمبردار کا سارا بدن زیرِ علم چمکا

پکارا اے مسلمانو! مجھے پہچانتے ہو تم
مَیں طلحہ ہُوں! علمبردار سب کچھ جانتے ہو تم

میں آیا ہوں کہ تم کو گلشنِ جنّت میں پہنچا دوں
گلستاں کی کرا دوں سیر اور حوروں سے ملوا دوں

کسی کافر کے ہاتھوں سے شہادت تم جو پاؤ گے
تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ تم جنّت میں جاؤ گے

وہ جنّت جس میں حوریں منتظر ہیں ہر مجاہد کی
وہی جنّت جو بزمِ عیش ہے ہر خشک زاہد کی

اگر کافر کو تم نے مار ڈالا جنگِ باہم میں
تو وہ مرتے ہی سیدھا جائے گا قعرِ جہنّم میں

جہنّم جس میں کافر آگ کی بستی میں بستے ہیں
جہنّم جس میں انسانوں کو زہری سانپ ڈستے ہیں

جسے جنّت کی خواہش ہو وہ میرے سامنے آئے
مجھے جنّت میں بھیجے یا سوئے دوزخ چلا جائے

بہت مشتاق ہوں میں دوستو دوزخ میں جانے کا
مری آتش مزاجی کو ہے لپکا آگ کھانے کا

مسلمانوں کا ضبط

یہ طعنِ سُوقیانہ اور طرزِ اشتعال اس کی
یہ گستاخانہ استہزا یہ آنکھیں لال لال اس کی

لے مشرکین کا علمبردار طلحہ بن عثمان بڑھ کر آگے آیا اور پکارا اے اصحابِ محمّد تمہارا اعتقاد ہے۔ کہ تمہاری تلواریں ہمیں دوزخ میں اور ہماری تلواریں تمہیں جنت میں پہنچا دیتی ہیں۔ کون جنّت کا مشتاق ہے کہ میری ہی تلوار اس کی آرزو پوری کرے۔ (ارشاد الحکمۃ)

قریش کا علمبردار طلحہ صف سے نکل کر پکارا کیوں مسلمانوں تم میں کوئی ہے کہ یا مجھے جلد دوزخ میں پہنچا دے۔ یا خود میرے ہاتھوں جنت میں پہنچ جائے۔

(سیرت النبی از علامہ شبلی)

یہ نمرودی نمود اس کی یہ اندازِ خطاب اس کا
مسلماں جز جوابِ تیغ کیا دیتے جواب اس کا

اُٹھا سینوں میں شعلہ ہر طرف احساسِ غیرت کا
مگر آئینِ ربط و ضبط آئینہ تھا حیرت کا

شہادت کی طلب میں غازیانِ شیر دل جھومے
نبیؐ کی سمت دیکھا اور قبضے تیغ کے چومے

حرارت بڑھ گئی کچھ اور بھی قلبِ مسلماں میں
نکلنا چاہتا تھا ہر مجاہد بڑھ کے میداں میں

علی المرتضےٰ رضؓ کا جوشِ جہاد

رسول اللہ کے روئے مبارک پر تبسم تھا
زباں خاموش تھی لیکن نگاہوں میں تکلّم تھا

مجاہد منتظر تھے بخت کس خوش بخت کا جاگے
کہ اتنے میں علی المرتضےٰ رضؓ صف سے بڑھے آگے

نگاہِ مصطفےٰ سے مرتضےٰ نے حوصلہ پایا
محبت نذر گزرانی محبت ہی صلہ پایا

پئے تعظیم جھک کر اور ہادیؐ کی رضا لے کر
بڑھے شیرِ خدا میداں میں نام مصطفےٰ لے کر[۱]

نہ سینے پر زرہ تھی اور نہ سر پر خود پہنا تھا
فقط تلوار تھی، تلوار ہی مردوں کا گہنا تھا

---

۱ طلحہ بن عثمان کے مقابلے کے لئے حضرت علی رضؓ نکلے۔ (طبری)

علیؓ اور طلحہ

جہاں طلحہ کھڑا تھا مستعد، تیار و آمادہ
ہوئے اس کے مقابل شاہِ مرداں جا کے استادہ

کہا طلحہ نے اے میرے عزیز ابن ابی طالبؓ
یہ تم پر شوقِ جنّت ہو گیا کیوں اس قدر غالب!

جوانی میں ہوا کرتی ہے یہ دنیا بہت پیاری
تعجّب ہے تمہیں دنیا سے کیوں ہے اتنی بیزاری

بہر صورت نہیں تم کو پسند آئین دنیا کے
تو مجھ کو بھی خوشی ہو گی تمہیں جنّت میں پہنچا کے

سنبھل جاؤ، سنبھالو تیغ میرے سامنے آؤ
کرو خود سیرِ جنّت یا مجھے دوزخ میں پہنچاؤ

تبسّم زیرِ لب فرما کے حیدرؓ نے یہ فرمایا
"تمہارا وقت ابھی دنیا سے جانے کا نہیں آیا

مگر ہاں مضطرب ہے تو بہت دوزخ میں جانے کو
کہ روحیں جانتی ہیں اصل میں اپنے ٹھکانے کو

دکھا طلحہ دکھانا ہے اگر کوئی ہنر تجھ کو
کہ جانا ہے پھر اپنی منزلِ مقصود پر تجھ کو

علیؓ کی بات سن کر طیش سے تھرّا گیا طلحہ
لگی ایسی کہ تاؤ اور بھی اب کھا گیا طلحہ

کہا غصّہ دلاتی ہے یہ تیری گفتگو مجھ کو
یہ تیرا حوصلہ، پہنچائے گا دوزخ میں تو مجھ کو

کہا مولا علیؓ نے "ہاں یہی میرا ارادہ ہے
تسلی رکھ تری خاطر درِ دوزخ کشادہ ہے

علیؓ اور طلحہ کی شمشیر بازی

کیا بند اب تو غصّے میں لبِ تقریر طلحہ نے
جمایا پینترا اور کھینچ لی شمشیر طلحہ نے

مثالِ ابر گرجا، تیغ بجلی کی طرح چمکی
نگاہیں جم گئیں اس جنگ پر مردانِ عالم کی

اُدھر تھیں کفر کی اپنے علم بردار پر آنکھیں
اِدھر ایماں کی رُوئے حیدرِ کرّار پر آنکھیں

چڑھا تھا نشہ کافر کو شرابِ کبر و مستی کا
کیا فرقِ علیؓ پر وار شمشیرِ دو دستی کا

گری تدبیر منہ کھولے ہُوئے تقدیر کے سر پر
یداللہ نے لیا شمشیر کو شمشیر کے سر پر

اُدھر تھا زورِ باطل اور شیطاں کی ہواخواہی
اِدھر سینہ سپر ہو کر بڑھی تیغِ یداللّٰہی

بہم دست و گریباں تھیں حق و باطل کی شمشیریں
اُدھر شیطاں کی تاویلیں، اِدھر قرآں کی تفسیریں

تزلزل تھا فضا میں ہَول کی صُورت ہویدا تھی
ہوا میں اک نرالے ساز کی آواز پیدا تھی

جدا ہو ہو کے ملتی تھیں گلے یہ تیز تلواریں
کہ جیسے سان پر رہ رہ کے اُٹھتی ہیں نئی دھاریں

علم بردار تھا مغرور، پختہ کاری فن پر
تسلّی تھی کہ مغفر سر پہ چار آئینہ ہے تن پر

سمجھتا تھا ابھی کم عمر ہے ابنِ ابی طالبؓ
توقع تھی کہ بس چھا جاؤں گا آجاؤں گا غالب

حقیقت سے مگر ناداں رکھتا تھا نہ آگاہی
کہ اس کی پیش دستی کے مقابل تھی یدُ اللّٰہی

سنبھلنے کے لئے مہلت نہ دیتا تھا وہ دم بھر کی
مگر الجھاؤ سے اِک بار نکلی تیغ حیدر رضؓ کی

اُٹھی، اُٹھ کر کھنچی، کھنچ کر گری لوہے کے مغفر پر
یہ مغفر کٹ گیا، آتی ہوئی اب آگئی سر پر

سرِ خودسر کو توڑا، چہرہ کاٹا، حلق سے نکلی[۱]
صدائے الحذر، ہر سُو زبانِ خلق سے نکلی

اُٹھا عرشِ معلّٰی کی طرف پھر اپیمبر کا
زبانِ پاک سے نغمہ اٹھا اللہ اکبر کا[۲]

اُٹھا اِک غلغلہ تکبیر کا اللہ والوں میں
سمایا ہَول قرشی پیدلوں میں اور رسالوں میں

طلحہ کی برہنگی[۳] اور علی رضؓ کی حیا اور مروّت

ابھی میداں میں آیا تھا قاتل کی طرح طلحہ
ابھی اس خاک پر تھا مرغِ بسمل کی طرح طلحہ

برہنہ پشت پر سے ہوگئی تھی لاشِ خودسر کی
نظر اس رنگ سے آئینۂ عبرت تھی حیدر رضؓ کی

۱ے علیؓ نے چابکدستی سے ایک ایسی ضرب طلحہ کے سر پر لگائی۔ تلوار اس طرح گری کہ اُس کے سر میں تیر گئی۔ یہاں تک کہ سر اس کا ریش اور ذقن تک دو پارا ہو گیا۔ (رشاد الحکمۃ)

۲ے حضرت علیؓ نے طلحہ پر ایسی تلوار ماری کہ سر سے سینہ تک اُتر گئی۔ اس دم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند فرمایا۔ (تاریخ العرب)

۳ے علی المرتضیٰؓ نے اسے برہنہ دیکھ کر رحم فرمایا۔ اس پر دامن جھنڈے کا ڈال چلے آئے۔ ایسی حالت میں کہ ابھی اس میں جان باقی تھی۔ واپسی پر بغیر قتل کئے چلے آنے کا سبب پوچھا گیا، تو علیؓ نے کہا۔ مجھے اس کی برہنگی سے شرم معلوم ہوئی۔ مگر اس ضرب سے خدا اس کو ضرور دوزخ تک پہنچا دے گا۔ (رشاد الحکمۃ)

حیا پرور وہ آنکھیں جھک گئیں دشمن کی ذلت پر
عَلم اُس کا اُٹھایا ڈال دی مجروح پر چادر

عدو بھی ہو نہ بے پردہ عجب احساس تھا دل میں
خدا کا خوف تھا دل میں نبی کا پاس تھا دل میں

وہ لشکر کر رہے تھے اس جوانمردی کا نظارا
کہ بسمل پر دوبارا ہاتھ حیدر نے نہیں مارا

سبق دے کر نگاہوں کو نگاہِ پردہ پوشی سے
شہِ مرداں پلٹ آئے سوئے لشکر خموشی سے

ادھر تکبیر تھی زیبِ زبانِ پاکِ پیغمبر
علم اسلام کا لہرا رہا تھا فرقِ اقدس پر

لگائے لشکرِ توحید نے تائید کے نعرے
فضا میں بس گئے اللہ کی توحید کے نعرے

قریشی فوج کا غضبناک حملہ

قریشی فوج پہلے ہی سے تھی غصے میں دیوانی
ہوئی تازہ ندامت سے تو اب کچھ اور کھسیانی

صفوں میں رہ سکی قائم نہ ربط و ضبط کی صورت
جنوں بن کر نمایاں ہو گئی اب خبط کی صورت

غضب کے غیظ کے، غصے کے نعرے ہر طرف گونجے
صدائے دف اٹھی نقارخانے صف بصف گونجے

بڑھے تیر و کماں لے لے کے پیدل بھی رسالے بھی
مگر تھے مستعد بہرِ قتال اللہ والے بھی

اٹھی خاکِ زمیں یکبار قصدِ آسماں لیکر
مسلمانوں کی قلت پر ضعیفی کا گماں لے کر

اِسلام کا جھنڈا

صفِ اوّل پہ تھے تشریف فرما ہادیِٔ اکرم
ہوا کو دے رہا ہے جنبشیں اسلام کا پرچم

یہ جھنڈا تھا خُدا کا، مصطفٰے کا اور قرآں کا
مٹانے آیا تھا نام و نشاں فرعون و ہاماں کا

یہ جھنڈا تھا جہادِ فی سبیل اللہ کا جھنڈا
یہ جھنڈا تھا شہنشاہوں کے شاہنشاہ کا جھنڈا

یہ جھنڈا خاکیوں پر نُور برسانے کو آیا تھا
سرِ مخلوق پر یہ رحمتِ باری کا سایا تھا

شریفوں نے بنایا تھا شریفوں کی حمایت میں
ضعیفوں نے اُٹھایا تھا ضعیفوں کی حمایت میں

یہ جھنڈا آدمی کو امن کا پیغام دیتا تھا
مساوات و اخوت کی صلائے عام دیتا تھا

یہ جھنڈا تھا زمانے میں نشاں ظلِّ الٰہی کا
اسے دعویٰ تھا بہرِ دو جہاں عالم پناہی کا

غلاموں اور مزدوروں کی خاطر جنگ کرنے کو
زبانِ محنت و سرمایہ ہم آہنگ کرنے کو

رسالت کے سرِ اقدس پہ لہراتا ہوا جھنڈا
شعاعیں نورِ ربانی کی برساتا ہوا جھنڈا

جھنڈے کا گیت

نامِ خدا کا جھنڈا

پیغامِ خدا کا جھنڈا

یہ جھنڈا ایمان کا جھنڈا قرآنی فرمان کا جھنڈا

سب سے اونچی شان کا جھنڈا

نامِ خدا کا جھنڈا پیغامِ خدا کا جھنڈا

مال سے پیارا جان سے پیارا دل کا نور آنکھوں کا تارا

دو جگ میں عزّت کا سہارا

نامِ خدا کا جھنڈا

ظالم کا دل پھٹ جاتا ہے ظلم کا بادل چھٹ جاتا ہے

جب میدان میں ڈٹ جاتا ہے

نامِ خدا کا جھنڈا

لہرائے گا اوج کے اوپر دریا کی ہر موج کے اوپر

میداں کی ہر فوج کے اُوپر

نامِ خدا کا جھنڈا

غازی رن میں اڑ جاتا ہے　　اس کا پرتو پڑ جاتا ہے

جب دھرتی پر گڑ جاتا ہے

نامِ خدا کا جھنڈا

نارِ تعصّب سرد کرے گا　　کوہِ ستم کو گرد کرے گا

رنگِ حسد کو زرد کرے گا

نامِ خدا کا جھنڈا

او ظالم، مغرور، ستم گر!　　دیکھ مسلمانوں کا لشکر!

لہراتا ہے جس کے سر پر

نامِ خدا کا جھنڈا

یہ جھنڈا مزدور کا حامی　　مظلوم و مجبور کا حامی

نار کا دشمن نُور کا حامی

نامِ خدا کا جھنڈا

نامِ خدا کا جھنڈا　　پیغامِ خُدا کا جھنڈا

قریش کا عام دھاوا

ارشادِ ہادی پر مسلمانوں کی تیر افگنی

بڑھی فوجِ قریشی جب برائے جنگِ مغلوبہ
رسول اللہ پر ظاہر ہوا باطل کا منصوبہ

صحابہؓ سے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا
ابھی ٹھہرو، تمہارا وقت بڑھنے کا نہیں آیا

خدا کے فضل سے تیر افگنی کے ہو دھنی تم بھی
کرو تیر افگنوں کے سامنے تیر افگنی تم بھی

نہ کھاؤ خوف کثرت سے نہ ہو آزردہ قلت پر
شکست و فتح ہے موقوف استقلالِ ملت پر

برائے جنگ ایمائے امامِ انس و جاں لے کر
ہوئے اللہ کے بندے مستعد تیر و کماں لے کر

قریشی فوج کیا تھی ایک آندھی بڑھتی آتی تھی
بلند و پستیٔ وادی پر اترتی چڑھتی آتی تھی

بالآخر لاشۂ طلحہ پہ آ پہنچے یہ دیوانے
لگے بے ساختہ کجباز مینہ تیروں کا برسانے

مگر دینا پڑا جلد اپنی تندی کا حساب ان کو
لبِ سوفار سے ملنے لگا ان کا جواب ان کو

سزا پانے لگے ظالم مسلمانوں کے ہاتھوں سے
قضا پیدا ہوئی مظلوم انسانوں کے ہاتھوں سے

کماں کھنچتے ہی بسم اللہ کی آواز آتی تھی
فضا میں بے تحاشا ایک بجلی کوند جاتی تھی

کمانوں سے ادھر ہوتی تھی پیدا ایک آہٹ سی
سنائی دیتی تھی یک دم پروں کی سنسناہٹ سی

فرشتے موت کے تیروں کو رکھ کر اپنے شانوں پر
بیک جست نظر لے کے جاتے تھے نشانوں پر

قریشی حملہ آور زخم کاری کھا کے گرتے تھے
پیادے چیخ کر اور گھڑ چڑھے لہرا کے گرتے تھے

مسلمانوں کا کوئی تیر بھی خالی نہ جاتا تھا[1]
دلوں میں بیٹھتا تھا، یا کلیجوں میں سماتا تھا

ہوا میں گونجتا تھا شور و شیون اہلِ باطل کا
نظر آتا تھا منظر ہر طرف مرغانِ بسمل کا

قریشی فوج اس دم ہر طرح تیروں کی زد پر تھی
باذن اللہ قضا اللہ والوں کی مدد پر تھی

قریش کی پریشانی اور قریشی عورتوں کی جولانی

دھواں بن کر سلگتی آگ سے چھٹنے لگے دشمن
مقابل موت تھی پیچھے مڑے ہٹنے لگے دشمن

قریشی بیدلوں نے کھا کے گھنگھٹ اب جو منہ موڑے
زمیں پر آرہے اسوار، بدکے اس طرح گھوڑے

قریشی عورتوں نے یہ جب یہ مردوں کا سماں دیکھا
جوان و پیر کے چہرے پہ طاری خوفِ جاں دیکھا

بڑھیں ان بزدلوں کی بزدلی پر طیش کھا کھا کر
زمیں سر پر اٹھالی دف بجا کر اور گا گا کر[2]

---

[1] بعض تیر اندازوں کا بیان ہے کہ ہم اپنے تیروں کو نگاہ کرتے تھے۔ جو تیر ہم اُن کے خیل پر چلاتے تھے۔ ہم نے کسی تیر کو نہیں دیکھا کہ وہ زمین پر گرا ہو یعنی خالی نہ جاتا تھا۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] ہند اور اس کے ساتھ والیاں طبل بجا بجا کر اور گا گا کر لوگوں کو جوش میں لاتی تھیں، مردوں کو آمادہ جنگ کرتی تھیں اور واقعاتِ بدر یاد دلاتی تھیں۔ (رشاد الحکمۃ)

کسی کے لب پہ گالی تھی کسی کے منہ پہ قسمیں تھیں ۔۔۔ انہیں غیرت دلانے کی یہی بیہودہ رسمیں[1] تھیں
دیئے مردوں کو طعنے عورتوں نے اس قیامت کے ۔۔۔ قدم اکھڑے ہوئے تھے گڑ گئے مارے ندامت کے
صفیں تیروں کی زد سے ہٹ کے پھر جمنے لگیں آخر ۔۔۔ جو بھاگی جا رہی تھیں ٹولیاں تھمنے لگیں آخر

ابُو شیبہ کی علمبرداری

مگر حملے کا دل میں حوصلہ پاتا نہ تھا کوئی ۔۔۔ عَلَم فوجِ قریشی کا نظر آتا نہ تھا کوئی
عَلَم نے ڈھانک رکھا تھا علمبردار کا مُردہ ۔۔۔ اسے بڑھ کر اُٹھائے یہ کسی کا تھا نہ دل گُردہ
ابو شیبہ، علمبردار طلحہ کا برادر تھا ۔۔۔ جواں تھا، پہلواں تھا، صاحبِ ہمت دلاور تھا
بہت صدمہ تھا اس کو اپنے بھائی کی ہلاکت کا ۔۔۔ کبھی دیکھا نہیں تھا مرحلہ ایسی نزاکت کا
قریشی فوج پر اس وقت اک سکتہ سا چھایا تھا ۔۔۔ عَلَم اب تک کسی نے بھی نہیں جا کر اٹھایا تھا
قریشی عورتوں کے طعن سُن کر اس کو ہوش آیا ۔۔۔ علمبردار اب مَیں ہوں ابو شیبہ کو جوش آیا
نمود و نام نے اکسا دیا جرأت دکھانے کو ۔۔۔ ابو شیبہ بڑھا میدان سے جھنڈا اُٹھانے کو
نظر آئی سرِ میدان غیرت کی یہ نیرنگی ۔۔۔ عَلَم جس دم اٹھایا، نعش طلحہ ہو گئی ننگی

لہ اُن کے ہاتھوں میں سُرمہ دانیاں اور سلائیاں تھیں۔ جب اُن کے مردوں میں کوئی بھاگتا نظر آیا۔ تو یہ چیزیں پیش کرتیں اور کہتیں۔ سنگار لگاؤ۔ تم مرد نہیں عورت ہو۔ (ارشاد الحکمۃ)

عَلَم اُٹھّا تو اُٹھّی ساتھ ہی اک موج بیداری
قریشی عورتیں اس دم عَلَم کے گرد تھیں ساری

اَبُوشیبہ عَلَم کو لے کے اپنی فوج میں آیا
قریشی عورتوں نے دف بجائی اور رجز گایا

اَبُوشیبہ مبارز طلب کرتا ہے

اَبُوسفیاں نے اک تقریر کی لشکر کو گرمایا
دلائی عکرمہ کو شرم خالد کو بھی سمجھایا

بڑھا اب پھر یہ لشکر لشکرِ اسلام کی جانب
اسی باطل ارادے سے، اسی اقدام کی جانب

صفِ کفّار کو پایا جو تیروں کے نشانوں پر
صحابہؓ نے چڑھائے تیر پھر اپنی کمانوں پر

یہ دیکھا تو اَبُوسفیاں نے روکا فوج والوں کو
ہٹایا پیدلوں کو آڑ پر رکھا رسالوں کو

مُسلمانوں کا ڈر دیکھا جو پیدل فوج پر غالب
عَلَمبردار ہی بڑھ کر مبارز کا ہُوا طالب

پکارا، مَیں اَبُوشیبہ ہُوں مَیں طلحہ کا بھائی ہُوں
مجھے سب جانتے ہیں سنگدل ہُوں اور قسائی ہُوں

علم بردار طلحہ سست رگ تھا خانداں بھر میں
نہ تھی وہ شان اس میں چاہیے جو ایک افسر میں

لہ علمبردار طلحہ کے بعد ابوشیبہ بن عثمان نے مشرکین کا عَلم اٹھایا۔ اس کے پیچھے پیچھے عورتیں اشعار پڑھتی تھیں وہ یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہُوا۔

اِنَّ عَلٰی اَھْلِ اللِّوَاءِ حَقًّا
اَنْ تَخْضِبَ الصَّعْدَۃَ اَوْ تَنْدَقَّا

علمبردار کا فرض ہے کہ نیزے کو خُون سے رنگین کر دے۔ یا وہ ٹکرا کے ٹوٹ جائے۔ (سیرت النبیؐ)

معمّرؔ ہو چکا تھا اور بہرِ حرب ناکارہ ۔۔۔ علیؓ کے نوجواں ہاتھوں نے اس کمزور کو مارا

مسلمانو! علی کے زورِ بازو پر نہ اتراؤ
اگر کچھ حوصلہ رکھتے ہو میرے سامنے آؤ

جنابِ حمزہؓ کا اشتیاقِ شہادت

یہ سُن کر شیرِ حق نے جانبِ ہادی نظر ڈالی ۔۔۔ کہ شاید پھر مجھی کو اذن بخشیں حضرتِ عالی
کہ اتنے میں جنابِ حضرتِ حمزہؓ نے عجلت سے ۔۔۔ نکل کر صف سے مانگا اذنِ میداں شانِ رحمت سے
گذارش کی کہ اے سچّے رسولؐ اے ہادیٔ کامل! ۔۔۔ جہادِ فی سبیل اللہ میں اک بُوڑھا بھی ہے شامل
مدینے میں خبر جس روز اس حملے کی آئی تھی ۔۔۔ اسی دن یہ قسم اس بندۂ عاجز نے کھائی تھی
کہ جب تک فیصلہ کوئی سرِ میداں نہ ہو جائے ۔۔۔ جہادِ حق میں یا حمزہؓ کی جاں قرباں نہ ہو جائے
مجھے اس وقت تک منزل کٹھن ہے اپنے جینے کی ۔۔۔ مجھے سوگند ہے اس زندگی میں کھانے پینے کی
مرا روزہ ہے اے محبوبِ باری تیسرے دن سے ۔۔۔ نہ کھولوں گا یہ روزہ جنگ جب تک کر نہ لوں ان سے
مقیّدؔ ہے مری ہستی تمنّائے شہادت میں ۔۔۔ مَیں خود حائل نظر آتا ہوں آج اپنی سعادت میں

لہ روایت ہے کہ حمزہؓ نے قریش کے حملہ کی خبر سُن کر نیّت کی تھی کہ جنگ و جہاد و قتال کے بعد روزہ افطار کریں گے جس دن لشکرِ قریش اُحد پر اُترا وہ اسی روز سے صائم تھے۔ اسی صورت میں مقابلہ کیا اور شہید ہوئے۔ (رشاد الحکمۃ)

سرِ میداں مبارز کو ہے زعم اپنی جوانی کا — یہ مردِ پیر ہی دے گا جواب اس لن ترانی کا
سہی جاتی نہیں مجھ سے یہ ناشائستہ گفتاری — کہ میرے قلب پر تیغِ زباں کی ضرب ہے کاری
مری جانب سے اب حد ہو چکی ہے بُردباری کی — اجازت دیجئے بہرِ خدا، میدان داری کی

اجازتِ میدان اور حضرت کے تاثرات

اجازت عمِّ پیغمبر نے اس انداز سے چاہی — کہ حیرت سے انہیں تکنے لگا زورِ یداللّٰہی
صدائے مرحبا و حبذّا اٹھی بر لبِ حیدرؓ — شہادت گاہ کی جانب چلا تھا عمِّ پیغمبرؐ
جلالت دیدنی تھی مصطفٰے کے عمِّ عالی کی — جمالِ ہاشمی تھا آج اک صورت سوالی کی
سوالی کون، اپنی جان دینے کا تمنّائی — سوالی کون، ابُو طالب کا عبداللہ کا بھائی
وہ حمزہؓ ناز تھا اہلِ عرب کو جس کی طاقت پر — فدا ہونے چلا تھا اب بھتیجے کی صداقت پر
رسُولِ پاک کے چہرے سے اک رقّت نمایاں تھی — یہ وہ رحمت تھی جس کی کوئی غایت تھی نہ پایاں تھی
نگاہیں مضطرب، ہلکا تبسّم روئے زیبا پر — تصوّر مطمئن تھا، مرضئِ عرشِ معلّٰی پر
ہوا ارشاد اے عمِّ خجستہ فام بسم اللہ — خدا حافظ ہے کیجے نصرتِ اسلام بسم اللہ
یہ اقدامِ شہادت بر سبیلِ حسنِ نیّت ہے — محمدؐ اس پہ راضی ہے جو اللہ کی مشیّت ہے

فراقِ عارضی سب کے لئے اِک دن مقرر ہے
ملاقات اب لوا الحمد کے نیچے مقدّر ہے

یہ فرما کر دکھائی انتہائی شانِ رحمانی
کہ بڑھ کر چوم لی سرکار نے حمزہؓ کی پیشانی

وفورِ نورِ حق سے چہرۂ حمزہ چمک اُٹھا
جلا کندن نے پائی، یہ زرِ خالص دمک اُٹھا

کفّار پر حمزہؓ کا رُعب

مسرت کا عجب عالم تھا اسلامی غضنفر پر
کہ لہراتا تھا اِک بالِ شُترِ مرغ آپ کے سر پر[1]

لڑائی میں یہ حمزہؓ کا نشانِ امتیازی تھا
کہ حمزہؓ شیر دل تھا، نازشِ مردانِ غازی تھا

ابُو سفیان نے دیکھی شکل حمزہؓ کی تو گھبرایا
ابُو شیبہ کے اقدامِ وغا پر دل میں پچھتایا

پکارا اے ابُو شیبہ سنبھل کر دُو بدُو ہونا
بڑی ترکیب سے اس جنگجو کے رُو برُو ہونا

یہ حمزہؓ ہے، بہت مشکل ہے اسکے وار سے بچنا
بہت خونخوار ہے اس تیغِ دامن دار سے بچنا

کہیں تیزی میں اس کے ہاتھ سے چرکا نہ کھا جانا
کسی صورت اسے لڑتے ہوئے پیچھے لگا لانا

ابو شیبہ ہنسا مقصد سپہ سالار کا پا کر
سنبھالا اس نے بھالا سانپ کی مانند بل کھا کر

نظر ڈالی مگر حمزہؓ نے جس دم سامنے آ کر
تو دل سینے کے اندر رہ گیا یک بار تھرّا کر

---

[1] حمزہ کے فرقِ مبارک پر شترمرغ کا پر لہرا رہا تھا۔ یہ آپ کا نشان امتیازی تھا۔ (ارشاد)

حمزہؓ اور ابُو شیبہ

کہا تُو شکوہ کرتا تھا علیؓ کی نوجوانی کا
تجھے مقتول طلحہ پر گماں تھا ناتوانی کا

مناسب تھا کوئی بُوڑھا جواں کے سامنے آئے
تقابل تاکہ محرومِ توازن ہی نہ رہ جائے

بہادر بن کے استعمال کر زورِ جوانی کو
کہ حاضر ہے یہ مردِ پیر تیری قدر دانی کو

ابُو شیبہ کو اس شائستہ گفتاری پہ حیرت تھی
یہی طرزِ شریفانہ تھی جو شایانِ غیرت تھی

جواب اُس نے دیا اے حمزہ تُو مردِ دلاور ہے
بہادر ہے جری ہے، بحرِ جرأت کا شناور ہے

کیا ہے قتل تُو نے بدر میں قرشی جوانوں کو
پچھاڑا ہے عرب کے اچھے اچھے پہلوانوں کو

ہماری قوم تیرے خُون کی پیاسی ہے مدّت سےلے
گھروں میں بال بچّے کانپتے ہیں تیری دہشت سے

بہت اچھّا کیا تو خود ہی میداں میں نکل آیا
مرے ہاتھوں سمجھ لے آج پیغامِ اجل آیا

تری بد قسمتی نے تجھ کو میداں میں نکالا ہے
تجھے خونریزیوں کا آج بدلہ ملنے والا ہے

تو اپنی نرم باتوں سے مجھے بہلا نہیں سکتا
جواں ہو یا کہ بُوڑھا مجھ سے بچکر جا نہیں سکتا

کہا حمزہؓ نے خیر، اب بند کر یہ قیل و قال اپنی
میں تیرے سامنے موجود ہوں حسرت نکال اپنی

لے ابو شیبہ بن عثمان قریش کا کے علمبردار نے حمزہؓ سے کہا۔ میں تم ہی کو ڈھونڈھتا تھا۔ کیونکہ تو نے بدر میں قریش کے بچّوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ کر دیا ہے۔ (تاریخ العمران)

میں خود ہی دیکھ لوں گا جو مرا اللہ دکھائے گا
یقیں رکھ بھاگ کر میداں سے تو مجھ کو نہ پائے گا

یہ میداں ہے یہاں مہلت نہیں باتیں بنانے کی
دکھا جوہر کہ ساعت ہے یہی جوہر دکھانے کی

تو زور آور ہے اپنے زور کا اظہار کر مجھ پر
قدم آگے بڑھا مردانگی سے وار کر مجھ پر

شہادت سے ڈرا سکتا نہیں تو مردِ مومن کو
کہ مومن ڈھونڈنے آتا ہے دنیا میں اسی دن کو

ابو شیبہ اور حمزہؓ کی جنگ

بڑھے اس گفتگو سے اب جو کافر کی غضبناکی
کیا غافل سمجھ کر وار نیزے کا بہ چالاکی

وہ غافل ان کو سمجھا تھا، مگر ہشیار تھے حمزہؓ
یہ گھاتیں جانتے تھے آزمودہ کار تھے حمزہؓ

وہیں قائم رہے بس اک ذرا سا جسم لہرایا
اسی جنبش سے نیزہ اک بغل کے درمیاں آیا

بنانِ نیزہ بائیں ہاتھ سے تھامی، دیا جھٹکا
ابو شیبہ سے نیزہ چھین کر کچھ دور دے ٹپکا

کہا، بانکے جواں بیدل نہ ہو اوسان قائم رکھ
نکال اب میاں سے تلوار اپنی شان قائم رکھ

بھڑک اٹھا یہ سن کر شعلہ کی مانند ابو شیبہ
ہوئے کچھ اور بھی اب چاق اور چوبند ابو شیبہ

اُدھر کافر کا پنجہ قبضۂ شمشیر پر آیا
اِدھر دستِ مسلماں خامۂ تقدیر پر آیا

اُدھر بھی تیغ لنگر دار باہر میاں سے نکلی
اِدھر بھی ایک چھوٹی سی پری زنداں سے نکلی

اُدھر گویا دہانِ غار سے اِک اژدہا نکلا
اِدھر روشن ہوئی دنیا کہ موسیٰ کا عصا نکلا

پڑا اب سایۂ شمشیر دامن دار حمزہؓ پر
ابوشیبہ نے قوت سے کیا اک وار حمزہؓ پر

اٹھا کر تیغ حمزہ نے بھی گانٹھی تیغ دشمن سے
صدا سب نے سنی آہن کے ٹکرانے کی آہن سے

اچانک دستِ چابکدست نے ہلکی سی دی تھپکی
دو لشکر دیکھتے تھے۔ دھوپ میں اک کوندنی لپکی

جھکایا ہاتھ کو پھرتی سے اک ٹھوکا دیا ہٹ کر
زمیں پر جا گرا تیغِ ابوشیبہ کا پھل کٹ کر

شکستِ تیغ سے کافر کے منہ پر چھا گئی زردی
لگی راہِ فرار اب ڈھونڈنے اس کی جوانمردی

برابر کی لڑائی کا نہ پایا جب کوئی یارا
شکستہ تیغ کا قبضہ سرِ حمزہؓ پہ دے مارا

جنابِ حمزہؓ کا روئے مبارک اک طرف سرکا
اور اس کے ساتھ ہی نعرہ ہوا اللہ اکبر کا

زمین و آسماں پر ایک ہیبت ہو گئی طاری
اِدھر نوری بڑھا آگے اُدھر ہٹنے لگا ناری

ابوشیبہ کے امدادی

ابوشیبہ کے بچنے کا نہ دیکھا جب کوئی رستہ
پئے امداد ابوسفیاں نے بھیجا فوج کا دستہ

بڑھا اس کی مدد کو ایک بازوئے صفِ لشکر
ابوشیبہ ہٹا پچھلے قدم سوئے صفِ لشکر

اُدھر انبوہ بڑھتا آ رہا تھا گھیرنے والا
اِدھر تنہا کھڑا تھا فوج کا منہ پھیرنے والا

ابوشیبہ کا قتل

کیا حمزہؓ نے پھر اک نعرۂ شیرانہ میداں میں
بڑھے آگے دکھائی ہمتِ مردانہ میداں میں

ابوشیبہ ابھی تک قربِ لشکر میں نہ تھا پہنچا
کہ لے کر موت کا پیغام عزرائیل آ پہنچا

کہا اے نوجواں اک پندِ پیرانہ تو لیتا جا
جہنّم کی طرف جاتا ہے پروانہ تو لیتا جا

ابوشیبہ کہ امداد ملنے کے بھروسے پر
جمائے پھر قدم اس نے نکالا ڈاب سے خنجر

پہنچ جائینگے امدادی بڑی امید تھی اس کو
مگر حمزہؓ کی تیغِ تیز نے مہلت نہ دی اس کو

گری شمشیرِ پُرتنویر ابوشیبہ کے مغفر پر
یہ مغفر کٹ گیا، اپنی مصیبت ٹال دی سر پر

پڑی سر پر تو سر نے بھی بتائی راہ گردن کی
اسے دیکھا تو گردن نے بھی کھڑکی کھول دی تن کی

سر و گردن سے کیا لینا تھا اس تیغِ ہلالی کو
کہ یہ تو آئی تھی قلب و جگر کی دیکھ بھالی کو

بڑی خوبی سے اس نے سر کو توڑا حلق کو چیرا
کٹا سینہ تڑپتا ہے چھری سے جس طرح کھیرا

یہ قطعِ راہ کر کے سینۂ پُرکینہ میں آئی
کلیجے پر نظر کی اور ناپی دل کی گہرائی

جو صورت چاہ میں چاہی وہ خاطر خواہ پیدا کی
گھری ظلمت کدے میں آپ اپنی راہ پیدا کی

زرہ بکتر کی ہر الجھن کو سلجھا کر نکل آئی
بزیرِ ناف سیدھا راستہ پا کر نکل آئی

دکھایا عدل اُس نے سامنے ہر دوست دشمن کے
صفائی سے برابر کے دو ٹکڑے کر دیئے تن کے

حضرت حمزہؓ پر مقتول کے امدادیوں کا حملہ

اٹھا تھا زعمِ یکتائی میں جو عقل و خرد کھو کر
پڑا تھا خاک پر وہ منکرِ توحید دو ہو کر

نہ ہونے پایا تھا بدبخت کا لاشہ ابھی ٹھنڈا
تڑپتے تھے ادھر ٹکڑے، اُدھر تھا سرنگوں جھنڈا

کہ یورش کر کے پہنچے دس سپاہی فوجِ دشمن کے
مقابل ہو گئے روباہ مردِ شیر افگن کے

یہ قربِ فوجِ دشمن تھا، اکیلے تھے یہاں حمزہؓ
غضنفر تھے مگر ان بکریوں کے درمیاں حمزہؓ

دکھا دی لشکروں کو شانِ فنِ جنگ حمزہؓ نے
کہ جس پر ہاتھ مارا کر دیا چورنگ حمزہؓ نے

وہ کھیلے جنگ کی بازی اکیلے اس جماعت میں
گرا دیں سات نامردوں کی لاشیں ایک ساعت میں

جو باقی تھے انہیں بھی دھر لیا اب تیغ کے آگے
یہ عالم دیکھ کر تینوں کے تینوں چیخ کر بھاگے

لشکرِ اسلام کو اذنِ جنگِ مغلوبہ

غضب طاری ہُوا اس واقعے سے فوجِ اعدا پر
تہیہ کر لیا حملے کا سب نے مردِ تنہا پر

اِدھر جمعیتِ اسلام نے یہ ماجرا دیکھا
عرب کا چاند کالی بدلیوں میں پھرتا دیکھا

عَلَم بردار کا مقتول ہونا اور گر جانا
جنابِ حمزہؓ کا خونریز تلواروں میں گھر جانا

قریشی فوج میں پھر جنگِ مغلوبہ کی تیاری
جنابِ حمزہؓ کی تنہائی اور جوشِ فداکاری

یہ سب کچھ ہو رہا تھا فاصلے پر دور وادی میں
مگر روشن تھا آئینے کی صورت چشمِ ہادیؐ میں

مسلمانوں کے سینے پھٹ رہے تھے جوش کے مارے
مگر مجبور تھے پابندِ حکمِ ضبط تھے سارے

نبیؐ کے حکم کی اب منتظر فوجِ مسلماں تھی
نظر آیا کہ دستِ نور میں اِک تیغِ برّاں تھی[1]

رسالت کی تلوار[2]

رسول اللہ نے یہ تیغ اٹھائی اور فرمایا
"مسلمانو! بڑھو آگے بڑھو وقتِ قتال آیا"

نبیؐ تلوار دینا چاہتا ہے اُس دلاور کو
رکھے ملحوظ جو میدان میں فرمانِ داور کو

---

[1] کفارؔ مسلمانوں کی تیراندازی سے پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اور علمبردار بڑھ بڑھ کر لڑ رہے تھے عین اس وقت جب ابو شیبہ بن عثمان حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ کفارؔ نے بڑھ کر غلبہ کیا۔ اُس وقت آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو جوش دلایا۔ اور ایک تلوار جو حضورؐ کے دستِ مبارک میں تھی دکھا کر فرمایا۔ کون اس تلوار کا حق ادا کرے گا (تاریخ العمران)

[2] آنحضرتؐ کے ہاتھ میں ایک تلوار تھی جس کے ایک پہلو پر یہ شعر تھا ؎

فِی الْجُبْنِ عَارٌ وَّ فِی الْاِقْبَالِ مَکْرُمَۃٌ
وَالْمَرْءُ بِالْجُبْنِ لَا یَنْجُو مِنَ الْقَدَرِ

(نامردی موجبِ ننگ۔ اور حملہ آوری موجبِ شرف ہے۔ حالانکہ نامردی میں بھی انسان کو تقدیر سے پناہ نہیں مل سکتی)

کوئی ہے[1] تم میں جو تکمیلِ آئینِ وفا کر دے
جو اس تلوار کا حق آج میداں میں ادا کر دے

جیّد صحابہؓ کو اس تلوار کی حسرت

یہ سُن کر ہر مجاہد کو ہوئی شمشیر کی حسرت
ہویدا تھی نگاہوں سے جوان و پیر کی حسرت

صحابہؓ نے نبیؐ کے رُوئے پُر تنویر کو دیکھا
بڑے ارماں بڑی امید سے شمشیر کو دیکھا

تھا دریا موج زن ہر دل میں شوقِ بے نہایت کا
رہوں اے کاش میں ہی آج مورد اس عنایت کا

بہت بیتاب تھی حسرت دلِ فاروقِ اعظم میں[2]
کہ آئے سر جھکائے خدمتِ سالارِ عالمؐ میں

گذارش کی کہ یہ تلوار فدوی کو عنایت ہو
ہمیشہ بندۂ احساں ہوں میں، مجھ سے رعایت ہو

مگر سرکار نے انکار کے الفاظ فرمائے
تو یہ حسرت لئے خدمت میں اکثر نامدار آئے[3]

بصد اصرار اپنے شوق کا اظہار فرمایا
مگر اللہ کے محبُوب نے انکار فرمایا[4]

احد میں آج کیا مدِّ نظر تھا کوئی کیا جانے
خُدا جانے خدا کا بھید یا پھر مصطفٰےؐ جانے

---

[1] اس تلوار کو دکھا کر آپؐ نے فرمایا کون شخص اس تلوار کو لے کے اس کا حق ادا کرے گا۔ (خاتم المرسلین)

[2] حضرت فاروقؓ اور حضرت زبیرؓ اور بہت سے صحابہ کبارؓ نے حضرتؐ سے اس تلوار کی خواہش ظاہر کی مگر آپؐ نے انکار فرمایا (ارشاد الحکمۃ)

[3] حضرت ابوبکر صدیق، حضرت فاروقؓ، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور مختلف لوگوں نے اس تلوار کو مانگا مگر آپؐ نے کسی کو یہ تلوار نہ دی۔ (خاتم المرسلین)

[4] آنحضرتؐ نے دستِ مبارک میں تلوار لے کر فرمایا۔ کون اس کا حق ادا کرتا ہے اس سعادت کیلئے دفعتہً بہت سے ہاتھ آگے بڑھے۔ (سیرت النبی)

بھلا اب کس کی جرأت تھی کہ جرأت سے بڑھے آگے
سبھی حیراں تھے دیکھیں بخت کس خوش بخت کا جاگے

نگاہیں ڈھونڈتی تھیں کون اس پردے میں پنہاں ہے
کہ جس کی دست بوسی کے لئے یہ تیغ عریاں ہے

اُدھر تھی جامِ حسرت ہی سے محفل دم بخود ساری
لبِ ساقی پہ تھا دریائے تکرارِ صلا جاری

بندھی تھیں اہلِ جرأت کی امیدیں دستِ اشرف سے
یہ عالم تھا کہ نکلے بو دجانہ رضؓ آخری صف سے

ابو دجانہ رضؓ کو عطائے شمشیر

کہا سرکار اس تلوار کا حق جانتا ہوں میں
فقط حق ہی اسے مطلوب ہے پہچانتا ہوں میں

میں اس کا حق ادا کر دوں گا دین و جان و ایماں سے
کہ داغ خونِ ناحق لے کے آؤں نگانہ میداں سے

مقدر ڈھونڈتا تھا اس ادا تے والہانہ کو
عطا کر دی گئی یہ تیغ براں بو دجانہ رضؓ کو[1]

ابو دجانہ رضؓ کی رفتارِ ناز

چڑھا نشہ خوشی کا بو دجانہ رضؓ جوش میں جھومے
جھکے، تلوار لے لی، اور دستِ مصطفٰےؐ چومے

---

[1] یہ فخر ابو دجانہ رضؓ کے نصیب میں تھا۔ (سیرت النبی) ابو دجانہ رضؓ نے عرض کیا میں اس کا حق ادا کروں گا۔ (خاتم المرسلین)

لپیٹا سرخ کپڑا گرد سر اس مردِ اکملؓ نے
اکڑ کر پہلوانوں کی طرح بڑھ کر لگے چلنے

تبسم زیرِ لب فرما کے ہادیؐ نے یہ فرمایا
کہ ہاں آگے بڑھو آگے بڑھو وقتِ جہاد آیا

اگرچہ ناپسندیدہ ہے ایسی کبک رفتاری
مگر ایسے مواقع پر یہی رفتار ہے پیاری[1]

اشارہ کر کے میداں کی طرف دستِ پیمبرؐ نے
کہا دیکھو بڑھایا ہے قدم باطل کے لشکر نے

بڑھو تم بھی خدا کا نام لے کر اے مسلمانو!
خدا و خلق کی خاطر ادائے فرض کی ٹھانو!

فقط توحید کی خدمت کا دم بھرتے ہوئے نکلو
سرِ میداں رضائے حق طلب کرتے ہوئے نکلو

تیر اندازوں کو آخری تاکید

مگر ٹھہری رہے پشتے پہ تیر انداز جمعیت
نہیں لازم اسے ہرگز عدولِ حکم کی نیت[2]

مجھے اندیشہ ہے ان تیر اندازوں کے دستے سے
کہیں ٹیلا نہ چھوڑیں اور بھٹک جائیں نہ رستے سے

مناسب ہے تمہیں قولِ پیمبر دل نشیں رہنا
جہاں ٹھہرا دیا ہے تم کو، تم قائم وہیں رہنا

---

[1] آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ چال خدا کو سخت ناپسند ہے۔ لیکن اس وقت پسند ہے۔ (سیرت النبی)

[2] جب عام حملے کے لئے جمعیتِ اسلام کو آنحضرتؐ نے فرمایا تو پھر ایک مرتبہ تیر اندازوں کے قریب آ کر فرمایا ہرگز ٹیلا نہ چھوڑنا۔ اور فرمایا کہ خدا تم پر شاہد کرتا ہوں۔ (ارشاد الحکمۃ)

اگر نکلے سوارانِ قریشی کا کوئی دستہ
تو لازم ہے کہ تیر انداز روکیں پشت کا رستہ

ہماری فوج فاتح یا شکست انجام ہو، کچھ ہو
گرفتاری کا منظر ہو کہ قتلِ عام ہو، کچھ ہو

تمہیں ہر حال میں قائم یہیں رہنا مناسب ہے
سمجھ لو نیت و اعمال کا اللہ محاسب ہے

بناتا ہوں تجھی کو شاہد اے پروردگار ان پر
حقِ تبلیغ پورا ہو چکا ہے بار بار ان پر

اُحد میں پہلی جنگِ مغلوبہ

یہ فرما کر بڑھایا فوج کو محبوبِ داور نے
کیا اقدامِ میداں ہر مجاہد ہر دلاور نے

وہاں حمزہ پہ ترغہ ہو گیا تھا فوجِ اعدا کا
تھپیڑا سہ رہا تھا شیرِ حق رضی ہر موجِ دریا کا

اُٹھا اک نعرۂ تکبیر میدانِ شہادت میں
بڑھی فوجِ مسلماں اپنے ہادی کی قیادت میں

اُدھر سے جھوم کر برسے قریشی فوج کے بادل
اُحد کی سرزمیں پر چھا گیا تھا ایک ٹڈی دل

کمالِ شانِ ایماں دیدنی تھی اس نظارے میں
کہ حمزہ رضی غوطہ زن تھے عین اس قلزم کے دھارے میں

جدھر اُٹھتا تھا پائے حمزہ رضی دشمن ہٹتے جاتے تھے
اُبھرتا تھا جہاں خورشید بادل چھٹتے جاتے تھے

علمبرداران قریش کی جراتیں

قریشی عورتیں بھی دف بجاتی اور رجز گاتی
پڑی پھرتی تھیں شعلے جنگ کے میدان میں بھڑکاتی

قریب اک دوسری کے آخر کار آگئیں فوجیں
تلاطم ہو گیا پیدا بہم ٹکرا گئیں موجیں

گُتھا اک اک مسلماں سات سات اعدائے ملت سے
لیا پھر اک سبق میدان میں کثرت نے قلت سے

کھنچیں تیغیں، اُٹھے خنجر، چلے نیزے، ہٹیں ڈھالیں
کٹے مغفر، پھٹے سینے، چھٹے بازو، کھنچیں کھالیں

ادھر بندے تھے رحمٰن کے، اُدھر پیرو تھے شیطاں کے
بہم بست و گریباں تھے مظاہر کفر و ایماں کے

اٹھایا تھا عَلَم کفار کا طلحہ کے بیٹے نے
اُبھارا جنگ کے فتنے کو اس قسمت کے ہیٹے نے

مثالِ شعلۂ جوالہ ہر جانب لپکتا تھا
زرہ بکتر سجے تھے، خود بھی سر پر چمکتا تھا

پڑی جونہی نگاہِ حضرتِ سعدِ وقاص اس پر
کیا اک تیر چلّے سے رہا بالاختصاص اس پر[1]

کسی پر حملہ کرنے کو بڑھایا تھا قدم اُس نے
مگر اس تیر سے گوشہ نہ پایا جز عدم اُس نے

در آیا حلق میں تیر اور زباں باہر نکل آئی
گرا ہاتھوں سے جھنڈا ساتھ ہی اسکی اجل آئی

یہ بسمل خاک پر تڑپا، تڑپ کر ہو گیا ٹھنڈا
مسافع ابنِ طلحہ نے اُٹھایا اب یہی جھنڈا[2]

نشانہ اس کو نیزے کا بنایا ابنِ افلح رضؓ نے
علَم خاکِ مذلت پر گرایا ابنِ افلح رضؓ نے

مگر مردانِ عبدالدار تھے غصّے میں دیوانے
علَم کے گرد تھے جیسے ہوں گردِ شمع پروانے

علمبردار کا لاشہ ابھی گرنے نہ پاتا تھا
جھپٹ کر ہر کوئی اس کی جگہ لینے کو آتا تھا

کلابؔ[1] اک فردِ کامل نے اٹھایا کفر کا جھنڈا
زبیر ابنِ عوام اس پر گرے اور کر دیا ٹھنڈا

شریحؔ[2] قارظہ تھا فوج قرشی میں بڑا کامل
نہایت تمکنت سے اس لوا کا وہ ہوا حامل

جنابِ حیدرِ کرار کے ہاتھوں گیا مارا
پڑی وہ ضرب کاری کھُل گیا کافر کا بجھنڈارا

بغل کے راستے سے قلب تک یہ تیغ در آئی
تو دونوں لشکروں کو اک عجب صورت نظر آئی

علم سے باطنی رشتہ علم بردار کا ٹوٹا
گرے پہلو بہ پہلو ساتھ ظاہر کا نہیں چھوٹا

علمِ باطل سرنگوں

یہ جھنڈا جس کا مقصد تھا جہاں میں کشت و خوں کرنا
فریضہ تھا مسلمانوں کا اس کو سرنگوں کرنا

اُٹھا لیتے تھے عبدالدار والے یہ علم بڑھ کر
مگر غازی بھی کر دیتے تھے سر ان کا قلم بڑھ کر

۱؎ کلاب ابن طلحہ نے یہ جھنڈا اٹھایا۔ تو زبیرؓ ابن عوامؓ نے نیزہ سے اس کو ہلاک کیا۔ (تاریخ العمران)

۲؎ شریح قارظہ جو قریش میں بڑے مرتبے کا پہلوان تھا علَم لے کر بڑھا۔ اس کو حضرت علیؓ نے ایک ہی وار میں ختم کر دیا۔ (تاریخ العمران)

کبھی حمزہؓ نے سردارانِ عبد الدار کو مارا — کبھی شمشیرِ حیدرؓ نے علمبردار کو مارا
نصیبہ قوم قریشی کا کبھی ابھرا کبھی ڈوبا — یہی معلوم ہوتا تھا۔ ابھی ڈوبا، ابھی ڈوبا
تباہی دیکھ کر اس رنگ سے اپنے گھرانے کی — رہی جرأت کسی میں بھی نہ یہ جھنڈا اٹھانے کی
کیا جانے لگا اتلافِ جاں سے اجتناب آخر — یہ دیکھا تو بڑھا ان کا غلام ناصواب[2] آخر
اگرچہ آلِ عبد الدار کا یہ زر خریدہ تھا — مگر مشہور تلوار یہ تھا، ضرب و حرب دیدہ تھا
اٹھایا جنگ کا جھنڈا ابھارا فوج کو اس نے — بتوں کا نام لے لے کر ابھارا فوج کو اس نے
جنونِ مرگِ بے ہنگام جب دیکھا سوار اس پر — ہوا سایہ فگن دامانِ برقِ ذوالفقار اس پر
پڑا تھا اب یہ خود بھی اور علم بھی فرش کے اوپر — علم اسلام کا اڑتا تھا اوجِ عرش کے اوپر

علمبردارِ اسلام

یہ سر افراز تھا حامل تھا مصعب بن عمیرؓ اس کے — علیؓ تھے راست پر اور دستِ چپ پر تھے زبیرؓ اس کے
یہ جھنڈا بڑھ رہا تھا ہر طرف ارشادِ ہادیؐ پر — نمایاں تھا برابر سربلند و پست وادی پر

---

۱ کفار کے علمبردار لڑ لڑ کر قتل ہوتے جاتے تھے۔ تاہم علم نہ گرنے پاتا تھا۔ (سیرت النبی)

۲ صواب غلام بنی عبد الدار تھا۔ اُحد میں غلامانِ قریش میں سے اسی نے قتال کیا۔ (تاریخ العمران)

۳ صواب غلام بنی عبد الدار نے قریش کا علم اٹھایا اور حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ (ارشاد الحکمۃ)

علم کے سائے میں اس طرح وقفِ جنگ تھے مصعب رضؓ
کہ دامانِ بہار زخم سے گلرنگ تھے مصعب رضؓ

قریشی فوج کا ہر فرد اس جھنڈے کے درپے تھا
کہ اس جھنڈے کا لہرانا حقیقت میں بڑی شے تھا

قریش آآ کے گرتے تھے ہجوم اندر ہجوم اس پر
جھپٹتے تھے کمال تن دہی سے زاغ و بوم اس پر

مگر مصعب رضؓ کے بازو اس طرح ان کو ہٹاتے تھے
کہ رکھوالے تھے گویا کھیت سے طائر اڑاتے تھے

جدھر کرتے تھے حملہ بھیڑ چھٹ جاتی تھی آگے سے
تہِ شمشیر صف کی صف پلٹ جاتی تھی آگے سے

حضرت ابو دجانہ رضؓ اور حقِ شمشیرِ رسالت صلعم

صحابہ رضؓ[1] دیکھتے تھے جاں نثاری بو دجانہ رضؓ کی
کہ تھی بیٹھی ہوئی اک دھاک اس مردِ یگانہ کی

رسول اللہ کی بخشی ہوئی شمشیر چلتی تھی
تو گویا آسیائے گردشِ تقدیر چلتی تھی

وہ سب افسر جو بنیادِ فسادِ جاہلانہ تھے
وہی جنگِ احد میں زیرِ تیغِ بو دجانہ رضؓ تھے

ہر مقتل تلاش اس کو تھی ایسے بدنہادوں کی
کہ جن کی ذات دنیا میں چنگاری تھی فسادوں کی

جو پیچھے رہ کے قریشی فوج کو آگے بڑھاتے تھے
وہ فتنے آج اس تلوار کے سائے میں آتے تھے

لہ [1] آنحضرت نے جب تلوار ابو دجانہ رضؓ کو تفویض فرمائی تو ان صحابۂ کبار میں سے بعض جن کو حضور صلعم نے تلوار دینے سے انکار فرمایا تھا۔ تفحص میں رہے۔ ان کا بیان ہے کہ ابو دجانہ رضؓ کا قتال غزوۂ احد میں واقعی اس شان کا تھا کہ اس سے بہتر خیال میں نہیں آسکتا۔ (زرقانی والحاکم)

چھپے تھے اس شکاری کے شکار انبوہ کے اندر
در آئے بُو دجانہؓ بار بار انبوہ کے اندر[۱]

وہ اصلی سرغنوں کو دُور ہی سے تاک لیتے تھے
انہی کو زیرِ تیغِ صاحبِ لولاکؐ لیتے تھے

عطاتے خاص کا پُورا ادب ملحوظ رکھا تھا
کہ حق تلوار کا ہر حال میں محفوظ رکھا تھا

در آتے تھے وہ تیروں اور شمشیروں میں دیرانہ
وہ تنہا جنگ کرتے تھے نہنگانہ پلنگانہ

ہند کی سرگرمیاں

قریشی عورتیں ان کافروں کا دل بڑھاتی تھیں
کبھی آگے کبھی پیچھے صفوں کے دف بجاتی تھیں[۲]

نظر آیا جو اب میدان میں کٹتا ہُوا قیمہ
ابُوسفیاں کی زوجہ ہند پھرتی تھی سراسیمہ[۳]

نظر آنے لگا تھا رنگ کچھ بے رنگ میدان میں
تو اس عورت نے پہنا تھا لباسِ جنگ میدان میں

کھڑی تھی مرد بن کر پشت پر یہ اپنے لشکر کے
بجھگوڑے قریشیوں کو گالیاں دیتی تھی جی بھر کے

نظر آتا تھا جس دم بھاگتا کوئی جواں اس کو
تو بڑھ کر پیش کر دیتی تھی اپنی چوڑیاں اس کو

زبانِ طعن سے سینے میں خنجر بھونک دیتی تھی
دلا کر شرم اس کو آگ میں پھر جھونک دیتی تھی

---

۱ ابو دجانہؓ فوجوں کو چیرتے اور لاشوں پر لاشہ گراتے چلے جاتے تھے۔ (سیرت النبی)

۲ زنانِ قریش ہند زوجۂ ابوسفیان کی معیت میں تھیں۔ اور دف بجاتی کبھی صفوں کے آگے کبھی پیچھے ہو جاتی تھیں (رشاد الحکمۃ)

۳ ہند قریش کو بھاگتے دیکھ کر گھبرائی ہوئی کبھی ادھر کبھی اُدھر دوڑتی تھی۔ (رشاد الحکمۃ)

ابودجانہؓ[۱] ہند کو قتل کرنے کا قصد کرتے ہیں

پڑی کچھ فاصلے سے بودجانہ کی نظر اس پر
وہ سمجھے فوجِ دشمن کا اسے کوئی بڑا افسر

جو پیچھے فوج کے تاریں لڑائی کی ہلاتا ہو
بجھی چنگاریوں کو آپ پھونکوں سے جگاتا ہو

وہ لشکر کو ہٹاتے مارتے اس کی طرف نکلے
بزورِ دست و بازو توڑ کر ہر ایک صف نکلے

قریبِ ہند پہنچے تیغ کھینچی اور للکارا
کہ آ میرے مقابل او فسادی اور فریب آرا

کہاں چھپ کر کھڑا ہے۔ دیکھ عزرائیل آپہنچا
یہ تیرے ذبح کو فرزندِ اسمٰعیل آپہنچا

یہ سُن کر ہند کے ہوش اڑ گئے لرزہ ہوا طاری
قضا کو سامنے دیکھا، تو بھولی ہیکڑی ساری

پکاری میں تو عورت ہوں مجھے مارو نہ اے بھائی
یہاں چپکی کھڑی ہوں میں تو لڑنے کو نہیں آئی

یہ کہہ کر کانپتے ہاتھوں سے اپنی زلف سرکائی
حنائی ہاتھ کی سُرخی بھی ہاتھوں ہاتھ دکھلائی

جنابِ بودجانہؓ پہ کھلا اب آنکھ کا دھوکا
کیا ہی چاہتے تھے وار لیکن ہاتھ کو روکا

۱؎ ابودجانہؓ نے کہا وہ لوگوں کو گالیاں دیتی کوستی اور شرم دلاتی تھی۔ تب میں نے اس پر تلوار اٹھائی اور میں اسے مرد جانتا تھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

توقیرِ شمشیرِ رسولؐ

کہا معلوم ہے گو مجھ کو تیری فتنہ انگیزی
تری آنکھوں سے ظاہر ہو رہی ہے خوئے خونریزی

طرح بہرِ شفیعِ دو جہاں دیتا ہوں میں تجھ کو
تو کوئی بھی ہو، او عورت اماں دیتا ہوں میں تجھ کو

یہ شمشیرِ رسالت ہے ستودہ اور محمودہ
کرونگا میں نہ عورت کے لہو سے اس کو آلودہ[1]

تلاشِ گردنِ مردانِ پختہ کار ہے اس کو
ضعیفوں، عورتوں، بچّوں پہ اُٹھنا عار ہے اس کو

عیاں فرما کے جوہر اہلِ ایماں کی بسالت کا
جھکے اور قبضہ چوما جھوم کر تیغِ رسالت کا

پلٹ کر ہو گئے جنگاہ میں پھر معرکہ آرا
جہاں اُمڈی ہوئی تھی آبِ تیغِ تیز کی دھارا

مُسلماں متحد ہو کر جنگ کرتے ہیں

اگرچہ چھ گنا زائد تھے مشرک اہلِ ایماں سے
مگر منہ موڑ کر بھاگے چلے جاتے تھے میداں سے

صحابہؓ جنگ میں اک دوسرے کے تھے معاون بھی
برائے فوجِ کثرت وحدتِ ملت کے ضامن بھی

---

[1] ابو دجانہؓ فوجوں کو چیرتے لاشوں پر لاشے گراتے چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ہند سامنے آگئی۔ اس کے سر پر تلوار رکھ کر اُٹھالی کہ رسول اللہ کی تلوار اس قابل نہیں کہ عورت پر آزمائی جائے۔ (سیرت النبیؐ)

رفیقوں کی حفاظت تھی انہیں ملحوظ دشمن سے
اسی باعث تھا اب تک ہر کوئی محفوظ دشمن سے

خراشِ جسمِ مسلم سے بھی ہوتا تھا ملال ان کو
تھا اپنی جان سے بڑھ کر اخوت کا خیال ان کو

نظر اک دوسرے کے حال پر رکھتا تھا ہر کوئی
مدد کرتا تھا جب مشکل میں آتا تھا نظر کوئی

یہی تھا ربطِ باہم ان کے استحکام کا باعث
یہی تھا اس جہاں میں غلبۂ اسلام کا باعث

اخوت لئے گئے تھے اس طرح دل متحد ان کے
کہ میداں میں زمین و آسماں بھی تھے ممد ان کے

مشرکین کے قدم اُکھڑ گئے

صحابہ یوں گرے تھے لشکرِ کفار کے اُوپر
کہ بھاری ہو رہا تھا اِک مجاہد چار کے اُوپر

شکستہ دل تھے خنجر حوصلے ٹوٹے تھے بھالوں کے
تھے منہ فق چار آئینوں کے سینے شق تھے ڈھالوں کے

چھبیں نتھنوں میں انیاں سیخ پا ہو کر بھڑے گھوڑے
سواروں کو گرایا سر کے بل جس دم گرے گھوڑے

قریشی پیدلوں کے اسلحہ بھی تھے بہت بھاری
زرہ پوشی بنی تھی اور بھی وجہ گرانباری

قدم اکھڑے تو کام آئیں نہ لنگر دار شمشیریں
کہ تھیں ان مجرموں کے ہاتھ میں پیروں کی زنجیریں

سروں کے خود آنکھوں پر جھکے رخ سے جھلم سر کے
گرے یوں سنگدل کھا کھا کے چرکے اور مر مر کے

۵؎ علمبرداروں کے قتل اور حضرت علیؓ اور ابودجانہ کے بے پناہ حملوں سے قریشی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ (سیرت النبی)

مجاہد بڑھ کے تیغیں مارتے جاتے تھے میداں میں
قریشی سُورما جی ہارتے جاتے تھے میداں میں

خالدؓ کی بے بسی

مدد پر ان کی خالد کا رسالہ بار بار آیا
کبھی سُوئے یمیں جھپٹا کبھی سُوئے یسار آیا

قریشی فوج کی حالت سے خالد کو اذیّت تھی
اچانک پشت پر یلغار کر دینے کی نیّت تھی

مگر ہر مرتبہ منہ دیکھتا تھا نامرادی کے
کہ پشتے پر تھے پشتیبان تیر انداز ہادیؐ کے

بگولے کی طرح ہر بار چکّر کھا کے آتا تھا
مگر تیروں کی بارش دیکھتا تھا لوٹ جاتا تھا

رسالہ عکرمہ کا دے رہا تھا ساتھ خالدؓ کا
کہ لینا تھا اسے بھی آج بدلہ اپنے والد کا

نصیب ان کو ہوئی تھی نامرادی اور ناکامی
کہ پشتے پر جمے تھے تیر اندازانِ اسلامی

مقامِ سخت گھاٹی تنگ تھی اور فرش پتھریلا
رسالوں اور لڑنے والوں میں حائل تھا یہ ٹیلا

یہی تھا مرکزی نقطہ نگاہِ پاکِ ہادیؐ میں
مقامِ امتحاں تھا یہ اُحد کی تنگ وادی میں

اسی باعث ہوئی تھیں تیر اندازوں کو تاکیدیں
کہ پشتے پر جمے رہنے سے وابستہ تھیں امیدیں

---

۵۱ خالد بار بار آتا تھا تاکہ سفوں سے نکل کر پیچھے سے حملہ کرے۔ مگر تیر انداز تیر مار مار کر پھیر پھیر دیتے تھے۔ (ارشاد الحکمت)

خالد کئی مرتبہ آیا اور تیر اندازوں نے ہنکا دیا۔ (طبری و کامل)

۵۲ عکرمہ کا رسالہ خالد کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔ (ارشاد الحکمت)

رسُول اللہ کو معلوم تھی کفّار کی نیّت
اسی باعث یہاں رکھی تھی تیر انداز جمعیّت

سواروں نے تو را ہواروں پہ توڑے قمچیاں کوڑے
مگر ہر مرتبہ سُوفار کھا کھا کر گرے گھوڑے

یہ گھوڑے خوف سے ٹیلے کی جانب رُخ نہ کرتے تھے
قدم آگے بڑھانے میں لرزتے اور ڈرتے تھے

جب آیا اس طرف گھاٹی کے اندر گھر گیا خالد
نہ پایا راستہ مایُوس ہو کر پھر گیا خالد[1]

اقلیّت ظفر مند تھی

اِدھر جمعیّتِ اسلام تھی مصروف جانبازی
لبسانِ حوصلہ بڑھتے چلے جاتے تھے اب غازی

ہنکاتے مارتے، زور آوروں کے وار رد کرتے
ضعیفوں اور اپنے زخمیوں کی بھی مدد کرتے

قدم دھرتی پہ مضبوطی سے دھرتے بڑھتے جاتے تھے
قریشی فوج کا ستھراؤ کرتے بڑھتے جاتے تھے

نبیؐ نگرانِ کار تھا

وجُودِ پاک ہی روحِ جہادِ اہلِ ایماں تھا
صحابہ اس کی کرنیں تھیں وہ خورشیدِ درخشاں تھا

---

[1] خالد اور عکرمہ اپنے سواروں کو ساتھ لے کر بار بار مقامِ سفح سے نکلنا اور مسلمانوں پر آ پڑنا چاہتے تھے۔ مگر ٹیلے کے تیر انداز ان کو کسی طرف بڑھنے نہ دیتے تھے۔

(تاریخ العمران)

نہ جانے کھولنا منظور تھیں وہ کونسی گرہیں
کہ سر پر خود تھا زیبِ بدن تھیں آج دو زرہیں

کمان و تیر و ترکش، نیزہ و شمشیر حیراں تھے
مہمِ غیر معمولی کے یہ سب ساز و ساماں تھے

مگر اُس نے کسی کو زخم پہنچایا نہ تھا اب تک
کسی کی ذات پر خود حملہ فرمایا نہ تھا اب تک

حفاظت ہی اُسے مطلوب تھی مظلوم ملّت کی
بٹھا دی دھاک اُس نے لشکرِ کثرت پہ قلّت کی

وہ شاہد تھا بروئے کارزار اپنی جماعت کا
کہ ذمہ دار تھا ایمان والوں کی شجاعت کا

لباسِ جنگ کی لیکن بالآخر کیا ضرورت تھی
بظاہر تو یہاں پر فتحمندی ہی کی صورت تھی

مُسلمانوں کی فتح

بظاہر لشکرِ اسلام منصور و مظفر تھا[1]
قریشی فوج ہر سو منتشر تھی حال ابتر تھا

قدم اُکھڑے ہوئے جمتے نہ تھے جم ہی نہ سکتے تھے
سپاہی بھاگ کر تھمتے نہ تھے تھم ہی نہ سکتے تھے

گروہِ حق نے پستی پر گرایا اوجِ باطل کو
کہ اک ریلے میں برہم کر دکھایا فوجِ باطل کو

قریش اب ہٹتے ہٹتے تا بہ خیمہ گاہ جا پہنچے
یہاں بھی غازیانِ فی سبیل اللہ آ پہنچے[2]

ف۱ صحابہؓ کا قول ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو کسی جگہ ایسا فیروزمند نہیں کیا۔ جیسی ظفر مندی اُحد میں نظر آئی شکست تیر اندازوں کی نافرمانی کے سبب ہوئی کہ وہ غنیمت میں شمولیت کے لئے ٹیلا خالی چھوڑ آئے۔ (ارشاد الحکمۃ)

ف۲ قریش شکست کھا کر بھاگے اور اصحابِ محمدؐ ان کے لشکر گاہ میں داخل ہو گئے۔ (کامل ابن اثیر)

یہاں بھی آ پڑے غازی یہاں سے بھی قدم اکھڑے
کہ مشکل ہی سے جمتے ہیں قدم جس وقت دم اکھڑے

سراسیمہ ہراساں جنگ سے منہ موڑ کر بھاگے
سلامت لے کے جانیں بیاز و ساماں چھوڑ کر بھاگے

جری۔ جرار مفلس اور تونگر سب گریزاں تھے
بڑے چھوٹے سپاہی اور افسر سب گریزاں تھے

اکابر صحابہؓ دشمنوں کے تعاقب میں

مسلمانوں میں جتنے سابق الایمان دلاور تھے
وہ اس اترے ہوئے سیلاب میں اب بھی شناور تھے

تعاقب کر رہے تھے اب وہ باطل کے گروہوں کا
کہ دل مالِ غنیمت میں نہیں تھا حق پژوہوں کا

عقب میں تھے یہی ہر بھاگنے والی جماعت کے
یہ بندے تھے توکّل کے یہ پُتلے تھے قناعت کے

ے۱ مشرکین ہٹتے ہٹتے اپنے خیمہ گاہوں تک آ گئے تھے۔ مگر اصحاب رسولؐ نے ان کو یہاں سے بھی بھگا دیا۔ (تاریخ العمران)

ے۲ اکابرین مہاجرین اور انصار بھاگنے والے مشرکین کے پیچھے پیچھے تھے۔ جیسے ریوڑ کے پیچھے چرواہے۔ (تاریخ العمران)

باب ہفتم

فتنۂ مالِ غنیمت

شکستِ اُحد کی تمہید

تازہ ایمان مسلمین مالِ غنیمت کی دھن میں

مگر وہ تازہ ایماں جو ابھی نا آزمودہ تھے
وہ ہمت کے تو پکّے تھے مگر غفلت رُبودہ تھے

قریبِ منزلِ مقصود آ کر راہِ حق بھولے
پڑھایا تھا جو ہادیؐ نے اچانک وہ سبق بھولے

لہ سب سے پہلے جنہوں نے غنیمت پر ہاتھ دراز کیا۔ تازہ ایمان اور ایسے لوگ تھے جو پہلے کسی اسلامی جنگ میں شریک نہ ہوئے تھے۔ (ارشاد الحکمۃ - تاریخ العمران)

نظارہ دیکھ کر میداں میں دشمن کی ہزیمت کا ۔۔۔ دلوں میں شوق پیدا ہو گیا مالِ غنیمت کا
قریشی خیمہ گاہوں کو گئے زیر و زبر کرنے ۔۔۔ قدم روکے تعاقب سے، چلے ہمیانیاں بھرنے
فرائض سے ہوئے غافل حصولِ مال پر ٹوٹے ۔۔۔ غنیمت دیکھ کر تیغوں کے قبضے ہاتھ سے چھوٹے
ردائیں خوابِ غفلت کی نگاہِ ہوش پر ڈالیں ۔۔۔ زمیں پر گاڑ کر نیزے کمانیں دوش پر ڈالیں
مقرر تھے غلام اس خیمہ گہ کی پاسبانی کو ۔۔۔ وہ بھاگے دیکھتے ہی اس قضائے ناگہانی کو
لہٰذا لوٹنے کے واسطے میدان خالی تھا ۔۔۔ یہ سمجھے لوٹنا ہی جنگ کا مقصودِ عالی تھا
گھسے خیموں کے اندر ساز و ساماں جمع کرنے کو ۔۔۔ بڑھائے ہاتھ ہر جانب دہانِ طمع بھرنے کو
غرض اسلام کا لشکر تھا اس غفلت میں آسودہ ۔۔۔ نہیں تھا یاد ان کو اس گھڑی قرآں کا فرمودہ[2]

ٹیلے کے تیر انداز اور حصولِ غنیمت کا شوق

ادھر ٹیلے کے تیر انداز بھی تھے محوِ نظارہ ۔۔۔ کہ پسپا ہو کے لشکر دشمنوں کا بھاگ اٹھا سارا

۱؎ قریش نے مال و متاع پر اپنے غلاموں کو متعین کیا تھا جنہوں نے اسباب متفرق کو یکجا کر کے پوٹلیں ڈال دی تھیں لیکن جب فتحمند مجاہد آ پڑے تو غلام بھاگ گئے۔ (تاریخ العمران)

۲؎ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝ (قرآن)
تم دُنیا کی دولت چاہتے ہو۔ اور خدا آخرت چاہتا ہے۔ خدا دانا و توانا ہے۔

نظر آئی گریزاں جب نمود و نام کی دنیا
وہ یہ سمجھے کہ فاتح ہو گئی اسلام کی دنیا

نظر آئے مسلماں محو جب فکرِ غنیمت میں
تو دلچسپی ہوئی ان کو بھی اب ذکرِ غنیمت میں

اٹھی اک موجِ بے تابی قلوبِ اہلِ صولت میں
کہ ہم بھی چل کے شامل ہوں حصولِ مال و دولت میں

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی تنبیہہ

ہوئے مانع مگر اس راہ میں ابنِ جبیرؓ ان کو
سنایا پڑھ کے فرمانِ امامِ اہلِ خیرؐ ان کو

کہا تم سب کو اس ٹیلے سے ہٹنے کی مناہی ہے
یہیں ٹھہرو کہ یہ تاکیدِ محبوبِ الٰہی ہے

شرف تم کو ملا ہے آج پشتیباں بننے کا
کرو ہرگز نہ تم اقدام نافرماں بننے کا

پیمبرؐ نے بڑھایا ہے تمہاری قدر و قیمت کو
نہ سمجھو حکمِ ہادیؐ سے فزوں مالِ غنیمت کو

تمہیں ہر حال میں قائم یہیں رہنے کی تلقیں ہے
یہ ارشادِ پیمبرؐ ہے، یہ حکمِ ہادیِ دیں ہے

لہ جب مشرک شکست کھا کر بھاگے اور مسلمانوں نے پیچھا کیا اور بہت سے مسلمان ان کے لشکر گاہ کی لوٹ پر مستعد ہوئے اس وقت تیر اندازوں میں سے جو مصاف پر مامور باستقامت تھے بعض نے بعض سے کہا۔ اب یہاں کھڑے ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہر آئینہ حق تعالیٰ نے تمہارے دشمنوں کو ہزیمت دی اور تمہارے بھائی ان کے لشکر کو لوٹ رہے ہیں۔ اس لئے آؤ ہم بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ مالِ غنیمت حاصل کریں ۔ (ارشاد الحکمۃ)

تاویلِ احکامِ نبوّت

یہ سُن کر تیر اندازوں نے باہم تفرقہ ڈالا
لگے سب کرنے تاویلِ کلامِ حضرتِ والا[1]

کہا یہ ہو نہیں سکتا کبھی منشائے پیغمبر
حصُولِ فتح و فیروزی ہی تھا ایمائے پیغمبر

خُدا نے خائب و خاسر کیا باطل کی فوجوں کو
خس و خاشاک نے پلٹا دیا طُوفاں کی موجوں کو

ہوئی فضلِ خُدا سے ہم کو حاصل آج فیروزی
کریں مالِ غنیمت سے نہ کیوں اب بہرہ اندوزی

ہمارے بھائی دامن بھر رہے ہیں فضلِ باری سے
ہمیں محروم رہ جائیں بھلا اس بختیاری سے

غنیمت بعدِ جنگ احسان ہے فیضانِ نعمت ہے
رہیں ہم بے نیاز اس سے تو یہ کفرانِ نعمت ہے

تیر انداز ٹیلا چھوڑ کر غنیمت حاصل کرنے والوں میں

غرض ایسی ہی باتیں کہہ کے تیر انداز چل نکلے
بلندی سے سوئے پستی یہ سب شہباز چل نکلے

رہے ابنِ جبیرؓ آمادہ ہر سعیِ امکانی
مگر ان کی نصیحت اکثریت نے نہیں مانی[2]

---

[1] تیر اندازوں نے آنحضرتؐ کے ارشاد کی تاویل کی اور کہا۔ آنحضرتؐ کا منشائے مبارک یہ نہیں ہو سکتا۔ جو تم سمجھتے ہو۔ (رشاد الحکمۃ)

گرے یک لخت حبِ مال کے پردے نگاہوں پر ... کہ بیخود ہو کے جا پہنچے قریشی خیمہ گاہوں پر
کماں و تیر و ترکش اپنی اپنی پشت پر ڈالے[۵۱] ... حصولِ مالِ دنیا کی طرف لپکے خدا والے

ٹیلے پر حضرت ابنِ جُبیرؓ اور سات تیر انداز

غنیمت کی طلب میں ہو کے نافرماں چل نکلے ... کیا پشتے کو خالی اور پشتیبان چل نکلے
ہوئی کمزوری ملت نگاہ و دل کی ناچاقی ... فقط ابنِ جُبیرؓ اور چند ساتھی رہ گئے باقی[۵۲]
یہ چند افراد ٹیلے پر بدستور اب بھی قائم تھے ... شہادت کی طلب تھی زخم ہی ان کے غنائم تھے

خالد نے ٹیلے کو خالی دیکھا

اُدھر خالد کہ تھا مغلوب تیر اندازِ دستے سے ... بہت مایوس تھا ہٹ کر کھڑا تھا عام رستے سے
نظر آتی تھی اپنی فوج کی پوری شکست اس کو ... تھا اب مقصود اپنے بھاگنے کا بندوبست اس کو
بڑی حسرت سے پھر ٹیلے کی جانب اک نظر ڈالی ... تو کیا دیکھا کہ پشتہ پشتیبانوں سے ہوا خالی

---

۵۱ وہ اپنی کمانیں اور تیر بغلوں میں ڈالے تھے۔ اور تاراج مال میں بے خوف خطر مشغول تھے۔ (تاریخ الحمران)

۵۲ حضرت ابن جبیرؓ محض سات آٹھ ساتھیوں کے ٹیلے پر رہ گئے تھے۔ باقی سب مقام کو خالی کر گئے (تاریخ العمران)

فقط سات آٹھ گنتی کے مجاہد تھے بلندی پر
جو قادر ہو نہیں سکتے تھے اسکی راہ بندی پر

مسلمانوں کی غفلت تھی کہ امر اتفاقی تھا
ہُوا ثابت کہ حملے کا ابھی امکان باقی تھا

گنوائی ایک ساعت بھی نہ ایسے کار خالد نے
مسلمانوں پہ کردی پشت سے یلغار خالد نے

حضرت عبداللہ بن جُبیرؓ اور اُن کے ساتھیوں کی شہادت

اگرچہ پشتہ خالی ہو چکا تھا پشتیبانوں سے
نہ رک سکتا تھا خالد کا رسالہ چند جانوں سے

مگر ابن جُبیرؓ اور اُن کے ساتھی صادق الایماں
ہُوئے ان کے مزاحم اور سارے ہو گئے قرباں[1,2]

رہے ترکش میں جبتک تیر برساتے رہے اُن پر
ہوئے خالی جو ترکش سنگ لڑھکاتے رہے ان پر

رسالے کے سواروں نے بالآخر ان کو آگھیرا
شہادت کے طلبگاروں نے لیکن منہ نہیں پھیرا

کیا چور نگ تلواروں نے چھید اان کو بھالوں نے
ادائے فرض لیکن کر دیا اللہ والوں نے

تڑپتے تھے اگرچہ پاک لاشے خاک پر ان کے
ستارے تھے مگر پیشانیٔ افلاک پر ان کے

وہ منزل مل گئی لائی تھی جس کی جستجو ان کو
شہادت کے لہو نے کر دیا تھا سرخرو ان کو

۱ھ عبداللہ بن جبیرؓ نے بہت روکا لیکن وہ نہ رکے۔ تیر اندازوں کی جگہ خالی دیکھ کر خالد ابن ولید نے رسالے کے ساتھ عقب سے حملہ کر دیا۔

۲ھ عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے سات آٹھ ساتھیوں نے خالد کی مزاحمت کی لیکن سب شہید کر دیے گئے۔ (تاریخ العمران)

غنیمت لُوٹنے والوں پہ خالد نے نظر ڈالی

صفایا ہو چکا ان کا تو ٹیلا رہ گیا خالی — اسی ٹیلے سے خالد نے نظر میدان پر ڈالی
نظر آیا قریشی خیمہ گہ پر ایک میلا ہے — مسلمانوں کا قبضہ اور لُوٹ[۵۱] کا جھمیلا ہے
مجاہد اپنی تیغیں اور خنجر میان میں کر کے — فراہم کر رہے ہیں ساز و ساماں ہاتھ بھر بھر کے
کمانیں دوش پر ترکش بغل میں پشت پر ڈھالیں — نمایاں شانِ اطمینان ہے اور سست ہیں چالیں
نکالی جا چکی ہر ایک شے خیموں کے اندر کی — رسد کی بوریاں کپڑوں کے بقچے تھیلیاں زر کی
قریشی سُورما کچھ دُور بھاگے بھاگے پھرتے ہیں — مجاہد پیچھے پیچھے ہیں وہ آگے آگے پھرتے ہیں
ہُوئی ہیں دف بجانے والیاں[۵۲] بھی منتشر ساری — پہاڑوں میں چھپی ہیں منہ چھپا کر خوف کی ماری
سپہ سالار ابوسفیان بھی میداں سے غائب ہے — قریبِ خیمہ گہ اب کوئی افسر ہے نہ نائب ہے
ہوا ہے جوشِ غیرت آلِ عبد الدار کا ٹھنڈا — پڑا ہے خاکِ ذلت پر قریشی قوم کا جھنڈا

---

۵۱ اُحد کے دن صحابہؓ غارت و تاراج میں پڑ گئے اور خیموں سے مال نکال نکال کر باہر رکھ رہے ہیں۔ (تاریخ العمران)

۵۲ عورتیں جو دف بجاتی تھیں۔ بھاگیں اور پہاڑ کے گوشوں میں جا چھُپیں۔ (طبری۔ کامل)

مُسلمانوں کی پُشت پر خالد کا حملہ

یہ صُورت دیکھ کر خالد کی آنکھوں سے لہُو ٹپکا
رسالوں کو بڑھایا اور بجلی کی طرح لپکا

معیّت میں بہت افراد خاص الخاص تھے اس کے
معاون عکرمہ اور عَمرو ابن العاص تھے اُس کے[1]

رسالے نے لگائی دوڑ ان پُر پیچ راہوں سے
جہاں ٹیلوں نے پوشیدہ رکھا ان کو نگاہوں سے

مسلماں مطمئن ہو ہو کے باطل کی ہزیمت سے
برابر بھر رہے تھے خورجیاں مالِ غنیمت سے

نرالا رنگ لائی اب حصولِ مال کی صُورت
کہ غفلت میں رسالے آ پڑے بھونچال کی صُورت

دکھائی اس قدر غفلت شعاری ہوش والوں نے
خبر اُس دم ہُوئی جب چھید ڈالا ان کو بھالوں نے[2]

یہ سیلِ مرگ اچانک، دفعتاً، بے ساختہ ٹُوٹا
اِدھر اندوختہ لُوٹا، اُدھر اندا ختہ ٹُوٹا

کسی نے کچھ نہ دیکھا کس طرف سے بجلیاں چمکیں
یہ انیاں پُشت و پہلو توڑ کر سینوں میں جا چمکیں

بہت اس ضرب کاری سے گرے بیجان ہو ہو کر
بہت سے زخم کھا کھا کر پھرے حیران ہو ہو کر

---

[1] خالد بن ولید نے حملہ کیا تو اس کے ساتھ عکرمہ بن ابو جہل بھی اپنے سواروں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اور بقول بعض عمر ابن العاص بھی خالد کے ساتھ تھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] جب خالد کے سوار آ پڑے تو کوئی ان کو روکنے والا نہ تھا۔ مسلمین خالی الذہن اور بے پرواہ ہو کر لوٹنے میں مصروف تھے ہر ایک نے جو کچھ پایا اس کے ہاتھ میں تھا۔ تا آنکہ ان پر نیزے اور تلواریں پڑنے لگیں۔ (ارشاد الحکمۃ)

یہ حملہ ہی کچھ ایسا تھا سنبھلنا سخت مشکل تھا
پڑا تھا پیچ ایسا پیچ نکلنا سخت مشکل تھا

سواران قریشی آ گرے جب تان کر بھالے
ہوئے مقتول سب سے پہلے ٹیلہ چھوڑنے والے

گرا کر اُن کو، لاشیں روند کر آگے بڑھے گھوڑے
غنیمت لُوٹنے والوں نے اب گھبرا کے منہ موڑے

نظر آیا کہ ہر سُو اک بلائے ناگہانی ہے
بپا ہے اِک تلاطم اور تیغوں کی روانی ہے

اچانک آ لیا تھا موت کے سیلاب نے ان کو
کیا تھا غرق مال و زر کی آب و تاب نے ان کو

بھاگی ہوئی قریشی فوج پلٹتی ہے

قریشی فوج کے بھاگے ہوئے افراد بھی پلٹے
ابوسفیاں بھی آیا دُوسرے جلاد بھی پلٹے [1]

شجاعت جاگ اُٹھی ہو گیا بیدار طیش اُن کا
پھرا اور فوج مسلم پر گرا اب جیش جیش ان کا

ہوا کے ساتھ ہی ان سُورماؤں نے بھی رُخ پھیرا
شرارت عَود کر آئی مسلمانوں کو آ گھیرا

نمایاں رایتِ اسلام تھا افلاک پر اب تک
قریشی فوج کا جھنڈا پڑا تھا خاک پر اب تک

قضا نے دفعتہً ایسی ہوا بدلی زمانے کی
کہ اِک عورت کو جرأت ہو گئی جھنڈا اُٹھانے کی [2]

---

[1] قریش جو بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے پھر عود کیا۔ اور پلٹ کر مسلمین پر جا پڑے۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] ان کا جھنڈا زمین پر سرنگوں پڑا تھا۔ اور کسی کو اس کے قریب آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ یکایک ایسی ہوا بدلی کہ عمرۃ بن علقمہ نام ایک حارثیہ عورت نے اٹھا کر بلند کیا۔ (خاتم المرسلین)

یہ باطل کا نشاں بڑھ کر اٹھایا ایک عورت نے
جنوں مردانِ خونی کا بڑھایا ایک عورت نے

یہ سارا واقعہ ایسا سریع و بے تحاشا تھا
زمیں آئینۂ حیرت فلک عبرت تماشا تھا

اکابر مجاہدینِ اسلام کی پامردی

وہ مسلم جو تعاقب کر رہے تھے فوجِ دشمن کا
پلٹ آئے سبب معلوم کرنے شور و شیون کا

ہوا کا رخ ادھر سے اس طرف پلٹا ہوا پایا
مصافِ کفر و ایماں صف بصف پلٹا ہوا پایا

کیا تھا فوجِ دشمن نے پلٹ کر یوں ہجوم ان پر
اچانک آپڑی ہو جس طرح بادِ سموم ان پر [1]

عدولِ حکمِ ہادیؐ نے دکھائی تھی یہ نیرنگی [2]
فلک نے پھیر لیں آنکھیں زمیں کرنے لگی تنگی

پلٹ کر جلد مردانِ زمانہ پھر ادھر آئے
علیؓ، حمزہؓ، زبیرؓ و بو دجانہ پھر ادھر آئے

مگر روٹھی ہوئی قسمت منائے اب نہ منتی تھی
کچھ ایسی بات بگڑی تھی، بنائے اب نہ بنتی تھی

---

[1] جب قریش منتشر ہوئے۔ ہوا پروا چل رہی تھی۔ جب قریش نے رجوع کیا اور پلٹ کر آئے تو دفعتہً پچھوا چلنے لگی مسلمین کا رُخ پچھم کی طرف تھا۔ جبکہ وہ نہب و غارت میں مشغول تھے۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] اُحد میں لشکر اسلام پر جو زد پڑی وہ تیر اندازوں کے عدولِ حکم کے باعث تھی۔ (تاریخ العمران)

رسولِ اللہ پر حملہ کرنے کی تلاش

ابنِ قمیہ

بہت سے سازشی ارکان پتلے تھے شقاوت کے
کہ دعوے لے کے آئے تھے محمدؐ کی عداوت کے

انہی میں اک جواں تھا ابنِ قمیہ نام رکھتا تھا
نبیؐ پر حملہ کرنے کا خیالِ خام رکھتا تھا

مٹانا چاہتا تھا دہر سے نورِ مجسّد کو
ہر سو ڈھونڈتا پھرتا تھا میداں میں محمدؐ کو

محمدؐ ہی پیامِ زندگانی لے کے آیا تھا
محمدؐ ہی حیاتِ جاودانی لے کے آیا تھا

محمدؐ ہی مٹانا چاہتا تھا زورِ شیطاں کا
فرشتوں سے بڑھانا چاہتا تھا رتبہ انساں کا

اسی کے خون کا پیاسا تھا یہ ابلیس کا بندہ
اسی کی ناک میں پھرتا تھا یہ تلبیس کا بندہ

حضرت مصعبؓ پر ابنِ قمیہ کی نگاہِ بد

علمبردار مصعب بن عمیرؓ، اللہ کے غازی
نظر آئے اُسے انبوہ میں مصروفِ جانبازی

لے عبداللہ بن شہاب زہری عتبہ بن وقاص۔ ابن قمیہ۔ اُبی بن خلف اور عبداللہ بن حمید اسدی ابن سب نے مل کر معاہدہ کیا تھا۔ کہ جس طرح بنے آج رسولِ خدا کا کام تمام کر دیں گے۔ (خاتم المرسلین)

رسولِ پاک سے قدرے مشابہ تھا جمال اُن کا
علم کے سائے میں خورشیدِ معنی تھا جلال اُن کا

ہلاکت گاہ میں اُٹھتا تھا جس جانب قدم ان کا
مسلمانوں پہ سایہ ڈال دیتا تھا عَلم ان کا

مجاہد غازیوں کا پائے استقلال قائم تھا
کہ میداں میں یہ اسلامی عَلم فی الحال قائم تھا

یہ منظر دیکھ کر میداں میں مصعبؓ کی بسالت کا
گماں قمیہ کے بیٹے کو ہوا شانِ رسالت کا

تھا ارماں کعبۂ مقصود کو مسمار کرنے کا
تہیہ کر لیا قاتل نے چھُپ کر وار کرنے کا[1]

ابنِ قمیہ مصعبؓ پر وار کرتا ہے

بڑھایا اُس نے گھوڑے کو علمبردار کی جانب
بزعمِ خود جنابِ احمدِ مختار کی جانب

یہ کینہ توز رُخ کے سامنے تو کیا بھلا آتا
چلا چھپتا چھپاتا غازیوں کی زد سے کنیاتا

دغا بازی پہ رکھا جنگ کا دارومدار اُس نے
کیا پیچھے سے آکر بازوئے مصعبؓ پہ وار اُس نے

اُحد میں جس نے اب تک غلبۂ اسلام رکھا تھا
وہ بازو کٹ گیا جس نے عَلم کو تھام رکھا تھا

عَلم گرنے لگا جب ہو گیا یہ ہاتھ ناکارہ
رہا باقی نہ کوئی ایک صورت کے سوا چارہ

علم تھاما مگر اک ہاتھ سے شمشیر مصعبؓ نے
رہے حق کا عَلم اونچا یہ کی تدبیر مصعبؓ نے

---

[1] مصعبؓ بن عمیر جو آنحضرتؐ سے صورت میں مشابہ تھے اور علمبردار تھے۔ ابن قمیہ نے ان کو شہید کر دیا۔ (سیرۃ النبی)

مگر اس ہاتھ پر بھی ہاتھ مارا ابنِ قمیہ نے
لگائی تیغ مصعبؓ پر دوبارا ابنِ قمیہ نے

ہوا اس ضرب سے یہ ہاتھ بھی بے کار مصعبؓ کا
شہادت سے نہا چہرہ مطلع الانوار مصعبؓ کا

مصعبؓ کی شہادت

زمین و آسماں پر چھا گیا اللہ کا دیوانہ
عَلَم کی چھڑ دبالی درمیانِ گردن و شانہ[1]

قلم ہو کر زمیں پر گر چکے تھے ہاتھ مصعبؓ کے
مگر مصعبؓ تھے قائم اور عَلَم بھی ساتھ مصعبؓ کے

کٹے ہاتھوں کے دو ٹھنٹ اب چھاتی پر آئے تھے
عَلَم کی چھڑ دبائے، دل یہ ہالا سا بنائے تھے

لہو گرتا تھا، جیسے ہو کوئی رنگین فوارہ
مگر فرصت کسے تھی، کون کرتا اس کا نظارہ

مجاہد تھے گرفتار اپنے اپنے حال کے اندر
عقابوں کو پھنسایا تھا قضا نے جال کے اندر

عَلَم کی چھڑ یہ گردن، اور سر خم ایک شانے پر
جبیں سوئے فلک آنکھیں خدا کے آستانے پر

عجب انداز سے مصعبؓ تھے اب مشہد میں استادہ
دمِ آخر تک اپنا فرض ادا کرنے پر آمادہ

---

[1] لشکرِ اسلام کے حامل لوا حضرت مصعبؓ بن عمیرؓ تھے۔ جب مسلمانوں نے روگردانی کی تو وہ ثابت قدم رہے۔ اس وقت ابن قمیہ اسپ سوار نے ان کو دیکھا۔ اور ان کے دستِ راست پر تلوار ماری کہ ہاتھ جدا ہو گیا۔ مصعبؓ نے عَلَم کو دستِ چپ میں لے لیا۔ تب اس نے دستِ چپ بھی قطع کیا تو پھر وہ عَلَم پر جھکے اس کو اپنے کٹے ہوئے بازوؤں کے ساتھ لپٹا لیا۔ (رشاد المحکمۃ)

نہ دل امداد کا جویا نہ خواہانِ ترحّم تھا
زباں پر نغمۂ تکبیر، چہرے پر تبسّم تھا

اسی عالم میں پھر اک ہاتھ مارا ابنِ قمیہ نے
علمبردارِ حق[1] کا سر اتارا ابنِ قمیہ نے

سرِ سجدہ گزار اس طرح اترا فرش کے اوپر
صدائیں رَبِّیَ الْاَعْلٰی کی گونجیں عرش کے اوپر

جھکا لہرا کے فرشِ خاک کی جانب تنِ خاکی
اٹھا افلاک کی جانب غبارِ نورِ افلاکی

---

[1] مصعبؓ بن عمیرؓ ہاشم بن عبدمناف کے پوتے اور سابقینِ اسلام میں سے تھے۔ آپ نہایت صاحب جمال اور تبلیغ اسلام کرنے والوں میں خاص درجہ رکھتے تھے۔ اسلام لانے سے پیشتر جامہ زیبی کے لئے مشہور تھے اور اسلام لانے کے بعد یہ حال تھا کہ موٹا کمبل بمشکل پہننے کو ملتا تھا۔ ہجرت سے پہلے جب مدینہ منورہ سے کچھ لوگ مکّہ پہنچے اور آنحضرتؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اور خواہش کی کہ احکام اسلام سکھانے کے لئے کوئی معلّم اُن کے ساتھ کر دیا جائے تو سرکارِ دو عالمؐ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ ہی کو اس خدمت پر مامور فرمایا۔ آپ مدینہ میں آ کر اسعد بن زراہ کے مکان پر ٹھہرے جو مدینہ کے نہایت معزز رئیس تھے۔ حضرت مصعبؓ کا روزانہ معمول تھا کہ ایک ایک گھر کا دورہ کرتے۔ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے اور قرآن مجید پڑھ کر سناتے۔ ان کی کوشش سے رفتہ رفتہ مدینہ سے قبا تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔

غزوۂ بدر میں بھی علمبرداری کا منصب مصعبؓ ہی کے سپرد تھا۔ غزوۂ احد میں بھی انہی کو یہ منصب ملا۔ آپ کی صورت آنحضرتؐ سے ملتی جلتی تھی اور اس شباہت کی وجہ سے ابن قمیہ نے ان کو شہید کیا۔

(دیکھو ابن اسحٰق اور طبقات ابن سعد)

باب ہشتم

شہادتِ رسول کی افواہ

اُحد میں قیامت

شیطان کا دعوئے باطل

اِدھر اک قہقہہ گونجا دہانِ ابنِ قمیہ سے
زباں شیطان کی چیخی زبانِ ابنِ قمیہ سے

کہ لوگو، آؤ دیکھو میں نے کس کا سر اُتارا ہے!
محمد کو، مسلمانوں کے پیغمبر کو مارا ہے!

۱؎ ابن قمیہ نے مصعبؓ بن عمیر کو حملہ کر کے شہید کر دیا۔ عَلَمِ اسلام انہی کے ہاتھ میں تھا۔ ابن قمیہ نے ان کو مار کر سمجھا کہ میں نے خود رسول اللہ کو شہید کیا ہے۔ بس غالباً اس کے مشہور کرنے سے یکایک میدانِ جنگ میں یہ خبر اُڑ گئی کہ جناب رسالتمآب شہید ہو گئے۔ (خاتم المرسلین)

مرے ہاتھوں نے آخر قتل کر ڈالا محمدؐ کو
بجھایا تین پھونکوں سے چراغِ نورِ سرمد کو

یہ کہتا اور خوشی میں ناچتا جاتا تھا دیوانہ
کیا ہو جس طرح کوئی بڑا ہی کارِ مردانہ

خبر یا صاعقہ

اگرچہ بے حقیقت تھی نہادِ بے وقار اس کی
مگر آواز گونجی، صورتِ صوتِ حمار اس کی

کسی شیطان نے میدان میں یوں اس کو دہرایا
کہ اس کا قولِ بد گوشِ مسلماناں میں پہنچایا[1]

صحابہؓ اس گھڑی ہر سو گرفتارِ مصائب تھے
سماع و گوش حاضر تھے، حواس و ہوش غائب تھے

اثر خود کردنی کا تھا، کہ دل ان کے فسردہ تھے
ہدف تھے خنجر و شمشیر کے اور زخم خوردہ تھے

صحابہ پر اس خبر کا اثر

یہ شیطانی گجر سنتے ہی بجلی گر گئی گویا
گلوئے زندگانی پر چھری سی پھر گئی گویا

محمد مصطفےٰ جس نے غلاموں کو رہائی دی
اسی کے قتل ہونے کی صدا اُن کو سنائی دی

محمد ہی کے دم سے تھا اُجالا اِن نگاہوں میں
اسی کا روئے انور شمع تھا ہستی کی راہوں میں

لہ ابن قمیہ نے ان (مصعبؓ) کو شہید کر دیا۔ اور غل مچ گیا کہ آنحضرتؐ نے شہادت پائی۔ (سیرت النبیؐ)

لہ۲ اس آواز سے عام بدحواسی چھا گئی۔ (سیرت النبیؐ)

محمدؐ کی شہادت کا سنا جس وقت آوازہ ۔۔۔ بکھرتا سا نظر آنے لگا عالم کا شیرازہ
گرے ہتھیار، بازو لڑتے لڑتے تھم گئے ان کے ۔۔۔ جہاں بھی تھے قدم مٹی کی صورت جم گئے ان کے
نگاہوں پر اندھیرا چھا گیا، دل پر غبار آیا ۔۔۔ دماغ و دل میں، عقل و عاشقی میں انتشار آیا

اس خبر کے مختلف اثرات

ہزاروں زخم کھائے تھے، مگر یہ ضرب تھی کاری ۔۔۔ سکوتِ مرگ کی سی اک غشی سب پر ہوئی طاری
غشی تھی، بے ہشی تھی، خود فراموشی تھی سکتہ تھا ۔۔۔ کوئی روئے زمیں کوئی فلک کے منہ کو تکتا تھا
ہوئی خود کردنی آئینہ، حیرت چھا گئی ان پر ۔۔۔ پلٹ کر لشکرِ دشمن کی آئی، آ گئی ان پر
دکھائی تھی یہ صورت فتنۂ مالِ غنیمت[1] نے ۔۔۔ کہ مارا فاتحوں کو آج دشمن کی ہزیمت نے

مسلمین کی بدحواسی

غبار ایسا اٹھا تھا دید سے معذور تھیں آنکھیں ۔۔۔ دلوں میں نور لیکن خاک سے معمور تھیں آنکھیں

---

[1] قرآن مجید میں غنیمت کی نسبت "متاع دنیوی" کا لفظ آتا ہے اور اس کی طرف انہماک اور وارفتگی پر ملامت کی جاتی ہے جنگ احد میں جب اس بنا پر شکست ہوئی کہ کچھ لوگ کفار کا مقابلہ چھوڑ کر غنیمت میں مصروف ہو گئے تو یہ آیۃ اتری۔ مِنکُم مَّن یُّرِیدُ الدُّنیا وَمِنکُم مَّن یُّرِیدُ الاٰخِرَۃَ (ترجمہ) تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طلبگار تھے اور کچھ لوگ آخرت کے

کچھ ایسے تھے کہ بے خود کر دیا تھا ان کو حیرت نے
حواسوں پر اُڑھا دیں چادریں احساسِ غیرت نے

نظر آئی ہوا پلٹی ہوئی فتح و ہزیمت کی
تباہی بن گئی تھیں شامتیں مالِ غنیمت کی

غنیمت کے فراہم کردہ ڈھیروں سے پرے سر کے
لگے بے دیکھے بھالے وار کرنے تیغ و خنجر کے[1]

دل و دیدہ پر ایسا چھا چکا تھا اک غبار ان کے
تمیزِ دوست دشمن کر نہیں سکتے تھے وار ان کے

نظر کی آب اتر ہی تھی حیا کی تیز تھیں دھاریں
چلاتے تھے یہ اب میداں میں اندھا دُھند تلواریں

خرد پر چھا گئی تھی ایک چادر بدحواسی کی
تزلزل تھا یہاں مہلت کہاں تھی رُوشناسی کی

رفاعہؓ اور یمانؓ کی شہادت[2]

یہ حالت تھی کہ میداں میں رفاعہؓ اور یمانؓ آئے
سبب اس شور کا دریافت کرنے ناگہاں آئے

یہ بوڑھے تھے قتال و جنگ کی ان کو معافی تھی
خدا کی راہ میں ان کی دعائے خیر کافی تھی

---

[1] بدحواسی میں ان کی صفیں پچھلی صفوں پر ٹوٹ پڑیں۔ اور دوست دشمن کی تمیز نہ رہی۔ (سیرت النبی)

[2] یمان رضؓ جن کو سیل بن جابر کہتے ہیں اور رفاعہ بن وقش رضؓ یہ دونوں بزرگ کبیر السن تھے۔ مدینے کے ٹیلوں پر عورتوں کے ساتھ چڑھائے گئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا۔ کاش ہم رسولِ خدا کے ساتھ اُحد میں ہوتے۔ یہ کہہ کر چل پڑے اور ایسے وقت پہنچے۔ جب مشرکین اور مسلمان باہم مختلط تھے۔ اس وقت ان پر تلواریں پڑ گئیں
(ارشاد الحکمۃ)

یہ دونوں اک جگہ مامور تھے باہر مدینے سے
انہیں اس شور و غل نے کر دیا بیزار جینے سے

شہادت کی خریداری کو دونوں سربکف دوڑے
جہاں ارزاں ملے جنسِ شہادت اس طرف دوڑے

محمد مصطفٰےؐ کا نام نامی تھا زبانوں پر
کمان و تیر بن کر جا پڑے تیروں کمانوں پر

عصا ہاتھوں میں بارِ عمر سے کمریں خمیدہ تھیں
بخطِ راست رہ جبیں جانبِ جنّت کشیدہ تھیں

اُحد میں اُن کے حصے کی سعادت مل گئی ان کو
شہادت لینے آئے تھے شہادت مل گئی ان کو

ہوا اک دوست دستِ دوستاں ہی سے بحق واصل[1]
مگر کی دوسرے نے یہ مراد اغیار سے حاصل[2]

میانِ دیدہ و دل ایک پردہ تھا یہاں حائل
مسلماں تھے مسلمانوں کے ہاتھوں ہر طرف گھائل!

کہاں تھی ان کو مہلت امتیازِ دوست دشمن کی
نظر آتی تھی قاتل شکل ہر اک تیغ افگن کی

پیاپے ان پہ نیزے پڑتے تھے تلوار پڑتی تھی
مگر کھلتا نہ تھا آخر کدھر سے مار پڑتی تھی

بیخود و ساکت ہونے والے

صدا میدان میں گونجی کہ "اب لڑنے سے کیا حاصل
خدا کا پاک پیغمبرؐ خدا سے ہو چکا واصل"

---

[1] دوست دشمن کی تمیز نہ رہی۔ حضرت حذیفہؓ کے والد یمانؓ اس کشمکش میں آ گئے اور ان پر مسلمانوں کی تلواریں برس پڑیں۔ حضرت حذیفہؓ چلاتے رہے میرے باپ ہیں۔ کون سنتا تھا۔ غرض وہ شہید ہو گئے۔ (سیرت النبی)

[2] رفاعہؓ کو مشرکین نے شہید کیا۔ (ارشاد الحکمۃ)

چمک بجلی کی تھی یا صاعقہ تھا یا کوئی کڑکا
فلک تھرّا گیا کچھ اس طرح دھرتی کا دل دھڑکا

یہ صدمہ ہی کچھ ایسا تھا، سنانی ہی کچھ ایسی تھی
دلوں پر ابتلائے ناگہانی ہی کچھ ایسی تھی

کچھ ایسے تھے جنہیں اندوہ کے لشکر نے گھیرا تھا
جدھر آنکھیں اٹھاتے تھے اندھیرا ہی اندھیرا تھا

حواس و ہوش ہر حالت میں قائم رہ نہیں سکتے
محبّت آشنا دردِ جدائی سہہ نہیں سکتے

فاروقِ اعظمؓ بھی سکتے میں

خبر سن کر شہادت پائی سردارِ عالمؐ کی
پراگندہ تھی خاطر بے طرح فاروقِ اعظمؓ کی

گرے ہتھیار سر سینے کے اوپر جھک گیا ان کا
دماغ از کار رفتہ ہوگیا، دم رک گیا ان کا

نہ اب بازو میں بل تھا اور نہ پیروں میں سکت گویا
پریشاں تھے زمین و آسمان و شش جہت گویا

کھڑے تھے اک جگہ ڈوبے ہوئے بحرِ تحیّر میں
یہ کروٹ ناگہانی تھی زمانے کے تغیّر میں

سرورِ عیش سے ہمداستاں تھی جس کی گویائی
غریقِ خود فراموشی ہوئی تھی اس کی دانائی

۱؎ سارے میدان میں مشہور ہوگیا تھا کہ آنحضرتؐ شہید کر دیے گئے۔ مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ جو جہاں کھڑا تھا سکتے میں تھا۔

(خاتم المرسلین)

حضرت انس ابن نضرؓ

صحابہ میں سے انس ابن نضرؓ اس سمت آ نکلے
وہ اس مہلک دوراہے پر عمرؓ کے رہنما نکلے

جنابِ انسؓ نے فاروقؓ کو اس رنگ میں دیکھا
عمل کا ترک ایسے صاحبِ فرہنگ میں دیکھا

عمرؓ سے دست و بازو روک لینے کا سبب پوچھا
رکے ہیں کس لئے میدان میں پائے طلب پوچھا

کہا وہ شمع جس کے عشق میں جلتے تھے پروانے
اسے آنکھوں سے اوجھل کر دیا اس حشر برپا نے

عمرؓ کو بھی جو یوں جذبات میں کھویا ہوا پایا
جنابِ انسؓ نے آنکھوں میں آنسو بھر کے فرمایا

کہ اچھا مان لو وہ جسمِ اطہر اب نہیں ہم میں
مگر موجود اس کا دین تو ہے بالیقیں ہم میں

پھر اے فاروقؓ ہم اپنا ادائے فرض کیوں چھوڑیں
خدا تو ہے ہمارے ساتھ اس سے رشتہ کیوں توڑیں

ہوا واصل بحق وہ جانِ جاں جس کام کی خاطر
چلو ہم بھی کریں آغاز اس انجام کی خاطر

یہ کہہ کر انسؓ نے تلوار کھینچی بڑھ گئے آگے
عمرؓ بھی جاگ اٹھے اس طرح جیسے نیند سے جاگے

چلے اٹھ کر جہاد فی سبیل اللہ کی جانب
کیا عابد نے رخ اپنا عبادت گاہ کی جانب

حضرت انسؓ کے چچا انس بن نضرؓ لڑتے بھڑتے موقع سے آگے نکل گئے۔ دیکھا تو حضرت عمرؓ نے مایوس ہو کر ہتھیار پھینک دیے۔ پوچھا یہاں کیا کرتے ہو۔ بولے اب لڑ کر کیا کریں۔ رسول اللہؐ نے شہادت پائی۔ حضرت انس بن نضرؓ نے کہا۔ ان کے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کرینگے۔ یہ کہکر فوج میں گھس گئے اور شہادت پائی۔ (سیرت النبی)

بڑھے پھر دشمنوں کی سمت جہد و جنگ کرنے کو
لہو سے نقشِ پائے عاشقی گلرنگ کرنے کو

مقامِ معرفت میں مرحلے ایسے بھی آتے ہیں
جہاں رہبر نقوشِ راہرواں سے راہ پاتے ہیں

وہ جن کے پاؤں اُکھڑ گئے

بہت ایسے بھی تھے جو مطلقاً جی چھوڑ بیٹھے تھے
کھڑے تھے بعض بیخود بعض منہ بھی موڑ بیٹھے تھے

قریشی فوج کا دل اور بھی اب بڑھتا جاتا تھا
یہ دریا جوش کھا کھا کر سروں پر چڑھتا جاتا تھا

کثیر افراد نومیدی سے میداں چھوڑ کر بھاگے
جہادِ فی سبیل اللہ سے منہ موڑ کر بھاگے[1]

ہزیمت خوردہ فوجِ قریشیاں پھر لوٹ آئی تھی
مسلمانوں نے ظاہر میں شکستِ عام کھائی تھی

ہجومِ یاس و نومیدی نے دل کو اس طرح گھیرا
کہ روباہوں کا نرغہ پا کے ان شیروں نے منہ پھیرا[2]

خدا محفوظ رکھے ناامیدی سے مسلماں کو
کہ یہ راہِ طلب سے دُور لے جاتی ہے انساں کو

---

[1] اس آواز سے عام بدحواسی چھائی اور بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اکھڑ گئے (سیرت النبیؐ)

[2] اس ہلچل اور اضطراب میں اکثروں نے تو بالکل ہمت ہار دی۔ (سیرت النبیؐ)

مگر وہ جو پیشتر سے زیادہ ثابت قدم ہو گئے

مگر ایسے بھی تھے یہ حرف جن کے گوش میں آئے
لہو میں اور بھی آئی حرارت جوش میں آئے

مُحبانِ نبی ایسے بھی تھے فوجِ مسلماں میں
رہے اوّل سے آخر تک جو قائم آج میداں میں[1]

اگرچہ دوسروں سے بڑھ کے جی بے چین تھا ان کا
ادائے فرض ہی دنیا میں نصب العین تھا ان کا

صدائے اُمّتہ اُمّتہ اِن بزرگوں کی زباں پر تھی
نظر ان کی ہدایاتِ شفیعِ انس و جاں پر تھی[2]

اگرچہ رنگِ حسرت اس خبر سے دل پہ طاری تھا
لبوں پر قد خلت من قبلہ کا ورد جاری تھا[3]

جو اس حالت میں بھی محوِ جہادِ والہانہ تھے
علیؓ، بوبکرؓ و حمزہؓ تھے اُسیدؓ و بودجانہؓ تھے

زبیرؓ و عبدِ رحمنؓ، بوعبیدہؓ حارثؓ و عاصمؓ
خبابؓ و سہلؓ و سعدؓ و طلحہؓ سب تھے ثابت و قائم

ہے شامل ان میں ابنِ مسلمہؓ کا نام نامی بھی
معاذ ابنِ جبلؓ اور کعبؓ کا اسمِ گرامی بھی[4]

ف۱ جاں نثاران خاص برابر لڑتے جاتے تھے۔ (سیرت النبی)

ف۲ مسلمان بدحواسی میں ایک دوسرے پر حملہ کر رہے تھے۔ تا آنکہ مسلمین نے خود بخود نشانی قرار دی یعنی اُمّت اُمّت پکارنا شروع کیا۔ تاکہ مسلمان مسلمان کو پہچان لیں۔ حتیٰ کہ ان کے ہاتھ اپنے ساتھیوں پر وار کرنے سے رک گئے۔ (ارشاد الحکمۃ)

ف۳ طلبگارانِ شہادت نے تلواروں کے نیام پھینک دیے اور فوجِ مشرکین میں گھس گئے ان کی زبانوں پر آیۂ وما محمدٌ الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل جاری تھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

ف۴ اس نازک وقت میں تیس مرد ثابت قدم رہے۔ (تاریخ العمران)

اِن کا مقصود

ہواؤں میں گونج اُٹھی جب خبر قتلِ پیمبرؐ کی
دلوں میں بس گئی تھی اور بھی تکمیلِ مقصد کی

یہ مقصد تھا خداوندانِ باطل کو مٹا دینا
یہ مقصد تھا دلوں کو نورِ حق سے جگمگا دینا

یہ مقصد تھا فراغ آدم سے ابلیسی خصومت کا
یہ مقصد تھا قیام اللہ واحد کی حکومت کا

یہ مقصد تھا یتیموں اور ضعیفوں کی مدد کرنا
شریروں کے مقابل میں شریفوں کی مدد کرنا

یہ مقصد تھا رہا کرنا غلامانِ مقیّد کا
یہ مقصد تھا مٹانا فرق ابیض اور اسود کا

یہ مقصد خدمتِ دیں، خدمتِ اسلام کرنا تھا
محمدؐ کی شریعت کو جہاں میں عام کرنا تھا

اگرچہ حال اس بھونچال میں بے حال تھا ان کا
اسی مقصد کی خاطر صبر و استقلال تھا ان کا

بظاہر چند تنکے تھے یہ اس سیلاب کے اندر
کبھی موجوں کے سر پر تھے کبھی گرداب کے اندر

گھرے تھے موت میں یا موت کو گھیرے ہوئے تھے
پھرے تھے قبلہ رُخ، دنیا کا منہ پھیرے ہوئے تھے

حضرت حمزہؓ کا جلال

جلالِ حضرتِ حمزہؓ مثالِ مہرِ تاباں تھا
شہادت گاہ ان کی راہ میں گویا خیاباں تھا

سرِ دشمن جدھر اللہ کا یہ شیر بڑھتا تھا ۔۔۔ الٹتی تھیں صفیں کوئی بھی منہ ان کے نہ چڑھتا تھا[1]

جہاں غالب نظر آتا تھا انبوہِ قریش ان کو ۔۔۔ بپھر کر اُس پہ جا پڑتے تھے آجاتا تھا طیش ان کو

حرارت اور بڑھ جاتی تھی ان کی التہاب آسا ۔۔۔ چمکتے تھے شہاب آسا، جھپٹتے تھے عقاب آسا

قدم جس سمت بڑھتے تھے انہی کے ہاتھ میداں تھا ۔۔۔ نظر میں طیش پا کر جیش ان سے گریزاں تھا

نمازِ صبح سے اک رنگ تھا اس مردِ غازی کا ۔۔۔ یہ قربِ ظہر تھا، وقت آچکا تھا اب نمازی کا

سباع غبشانی

سباعؔ اک مردِ طاقتور تھا قرشی نوجوانوں میں ۔۔۔ گنا جاتا تھا جس کا نام اونچے پہلوانوں میں

یہ بڑھ چڑھ کر مسلمانوں پہ حملے کرتا پھرتا تھا ۔۔۔ ہوا سر میں بھری تھی دم خودی کا بھرتا پھرتا تھا

یہ صورت دیکھ کر حمزہ نے اس کو دور سے ٹوکا ۔۔۔ وہ ان کو دیکھ کر بھڑکا، تو بڑھ کر راستہ روکا

کہا تیری بھی یہ جرأت ہے او فرزندِ ختانہ[2] ۔۔۔ کہ سیکھی زاغ نے بھی آج شانِ شاہبازانہ

---

۱ حضرتِ حمزہؓ دو دستی تلوار مارتے تھے۔ اور جس طرف بڑھتے تھے صفیں کی صفیں صاف ہو جاتی تھیں۔
(سیرت النبیؐ)

۲ سباع غبشانی کی ماں مکہ میں ختانۃ النساء تھی۔ (ارشاد الحکمۃ)
سباع غبشانی سامنے آگیا پکارے کہ او ختانۃ النساء کے بچے کہاں جاتا ہے۔ (سیرت النبی)

اِدھر آ، تیری جرأت کا مزا تجھ کو چکھا دوں میں
مقابل ہو کہ تیری اصل کا تجھ کو پتا دوں میں

یہ کہہ کر دستِ چپ سے آپ نے پکڑا گلا اس کا
گری تلوار اس کی جسم کانپا برملا اس کا

اٹھایا خاک سے اس طرح گویا، خاک کر ڈالا
گرایا اور لٹایا اور قصہ پاک کر ڈالا

تھے اس کے ساتھ کچھ قرشی جواں ان پر نظر ڈالی
وہ بھاگے الحذر کہہ کہہ کے پیشِ ہمتِ عالی

وحشی غلام کمین گاہ میں

یہ سارا واقعہ گذرا تھا وحشی کی نگاہوں میں
دبا بیٹھا تھا قاتل اپنی نیت کے گناہوں میں

خبر لیتے تھے حمزہؓ جس گھڑی قرشی جوانوں کی
وہاں وحشی کھڑا تھا آڑ لے کر دو چٹانوں کی

تعاقب کر رہے تھے حمزہؓ اک فردِ فراری کا
کیا وحشی نے اس دم قصد اس شیرِ شکاری کا

وحشی حربہ پھینکتا ہے

شہادت تھی نڈر مکاری و روباہ بازی سے
چلے جاتے تھے حمزہؓ اک ادائے بے نیازی سے

۱؎ خود وحشی کا قول ہے کہ حضرت حمزہؓ بھیڑ کو چیر کر سباع غبشانی کی طرف بڑھے تب میں ایک پتھر کی آڑ میں چھپ رہا اور میں نے دیکھا کہ میرے قریب ہی حمزہؓ نے اس کو زمین پر اٹھا کر دے مارا۔ اور قتل کر دیا۔ (ارشاد الحکمۃ)

غلامِ کم نظر نے شست باندھی اس یگانے کی
کہ جس کی قہرمانی جان تھی سارے زمانے کی

یہ دینی دشمنی تھی اور نہ دنیاوی خصومت تھی
نہ جھگڑا جاہ و ثروت کا نہ خطرے میں حکومت تھی

فقط انعام میں کچھ سکّہ ہائے زر کے وعدے پر
فقط بہرِ شکم کچھ لقمہ ہائے تر کے وعدے پر

غلامِ تیرہ رُو نے کی اسی پر مشقِ صیّادی
جسے مدّ نظر تھی ان غلاموں ہی کی آزادی

ہلائی اور تولی ہاتھ میں چالاک نے برچھی
نشانہ کر کے پھینکی دُور سے ناپاک نے برچھی

تھی مشہورِ زمانہ زنگیوں کی حربہ اندازی
نشانہ ناگہاں بن گیا اللہ کا غازی رضؓ

رضائے حق یہی تھی جو قضا کی مشت سے نکلی
یہ برچھی ناف کے نیچے لگی اور پشت سے نکلی ؎

حمزہؓ وحشی کا تعاقب کرتے ہیں

خدا و مصطفٰےؐ کے شیر پر یہ ضرب تھی کاری
اگرچہ زخم کاری تھا مگر ہمت نہیں ہاری

اُڑے پرواز جاں کے ساتھ حمزہؓ جانبِ دشمن
شتال آمادہ رم ہو گیا جھپٹا جو شیر افگن ؎

کمینے کی کمیں گہ دیکھ لی تھی مردِ غازی نے
کیا وحشی کا پیچھا دوڑ کر شیرِ حجازی نے

حمزہؓ سباع کو قتل کر کے کسی دوسرے کے تعاقب میں تھے۔ وحشی نے اپنی برچھی تول کر دُور سے پھینکی یہ برچھی حضرت حمزہؓ کے شانہ پر لگی اور پار ہو گئی۔ (تاریخ العمران)

حضرت حمزہؓ نے زخم کھا کر وحشی کا تعاقب کیا۔ (ارشاد الحکمۃ)

اِدھر وحشی بھی اپنی موت، آتے دیکھ کر بھاگا
بدن میں رعشہ تھا، بھاگا نہ جاتا تھا، مگر بھاگا

حمزہؓ کی شہادت

گڑھے کھودے گئے تھے جو گذشتہ رات میداں میں
اجل بیٹھی تھی ان میں اب لگا کر گھات میداں میں

مڑا اک موڑ پر وحشی تو ساتھ اس کے پھرے حمزہؓ
قدم پھسلا اچانک اک گڑھے میں جا گرے حمزہؓ

عقابِ روح پہلے ہی سے تھا پرواز آمادہ
اڑا سوئے فلک اب چھوڑ کر یہ جسم اُفتادہ

یہ جنگ و حربہ و ضرب و جراحت اک بہانہ تھا
حقیقت میں نشانِ حق زمانے کو دکھانا تھا

بتانا تھا کرشمہ عاشقوں کے فوقِ عادت کا
جمانا تھا دلوں پر نقش اس حسنِ شہادت کا

زمیں سے آسماں تک ایک نُورانی غبار اُٹھا
فرشتہ لے کے جانِ بندۂ پروردگار اُٹھا

زمیں پر رہ گیا باقی فقط اک خوں چکاں لاشہ
فروغِ زخم بے حد سے بہارِ بے خزاں لاشہ

زخم خوردہ حمزہؓ نے وحشی کا تعاقب کیا۔ مگر ایک گڑھے میں گر پڑے۔ اور روحِ پرواز کر گئی۔

(تاریخ العمران)

وحشی چُھری لے کر کلیجہ نکالتا ہے

تعاقب میں نہ پایا حمزہؓ کو ناپاک زنگی نے
یقین آیا کہ رحلت کی جہاں سے مردِ جنگی نے

وہ پلٹا، ڈرتے ڈرتے غارِ مہلک کے قریب آیا
تو رشکِ آسماں کو خاک پر سویا ہوا پایا

رخِ انور پہ وہ ریشِ سفید و شاندار اس کی
شہادت سے نمایاں اور شانِ باوقار اس کی

ڈرا وحشی کہ پھر کیا ہو اگر یہ شیر جاگ اُٹھے؟
ارادہ تھا، ذرا جنبش نظر آئے تو بھاگ اُٹھے

اٹھا کر کنکری اس سنگدل نے شیر پر ماری[1]
رہی لیکن شہیدِ کامراں پر بے خودی طاری

یہ دیکھا تو دلِ وحشی کو اک گونہ قرار آیا
چُھری لے کر قریبِ نعش اب یہ نابکار آیا

گڑھے کے اندر اترا، اب نہ کی قطع نظر اس نے
شکم چیرا، نکالا مردِ مومن کا جگر اُس[2] نے

---

[1] وحشی کا قول ہے کہ میں ڈرتا ڈرتا قریب گیا۔ اور میں نے پہلے ایک کنکر ماری۔ مگر حمزہؓ نے کوئی جنبش نہ لی۔ تب میں سمجھا کہ رُوح نکل چکی ہے۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] وحشی نے چھری سے حمزہؓ کا شکم چاک کر کے کلیجہ نکال لیا اور اس کو ہند کے پاس لے گیا۔

(رشاد الحکمۃ)

ہندہ کے لئے ہدیہ

اب اس کرتوت کا انعام لینے کو چلا ناداں
متاعِ بے بہا کا دام لینے کو چلا ناداں

یہ قاتل تھا، مگر اکسانے والی ہندہ تھی اسکی
ابوسفیاں کی زوجہ اصل میں خاوند تھی اسکی

قریبِ ہند آیا، کارنامہ اپنا بتلایا
جگر حمزہؓ کا دکھلایا، پھر اپنا حق بھی جتلایا

یہ مژدہ سن کے شیطانی مسرّت ہند پر چھائی
خوشی میں دیونی کی طرح جھومی اور لہرائی

قسم کھائی تھی حمزہؓ کا جگر کچا چبانے کی
لہو کی پیاس تھی اور بھوک اس کو گوشت کھانے کی

عجب دیوانگی سی چھائی تھی اب اس قسائن پر
تعجب تھا دلِ وحشی کو بھی اس کے قرائن پر

اہاہا کہتی جاتی منہ بناتی جارہی تھی یہ
جگر حمزہؓ کا دانتوں سے چباتی جارہی تھی یہ [۲]

جگر تھا اس کے منہ میں خون باچھوں سے ٹپکتا تھا
کھڑا تھا پاس وحشی اور منہ حیرت سے تکتا تھا

نہ اترا حلق کے اندر گلے میں یہ جگر اٹکا
بالآخر اس نے اگلا اور زمیں پر اسکو دے پٹکا [۳]

مری بھی نسل ہو ایسی، یہ اس کا شوق بیجا تھا
نگلنا اس کو مشکل تھا یہ حمزہؓ کا کلیجہ تھا

۱ے وحشی نے ہند سے کہا اگر میں نے تمہارے باپ کے قاتل کو قتل کر دیا ہو تو کیا انعام ملے گا۔ (رشاد الحکمۃ)

۲ے وحشی نے کلیجہ پیش کیا۔ ہند نے اس کو منہ میں ڈال کر چبانا شروع کیا۔ (تاریخ العمران)

۳ے جگر گلے سے نہ اتر سکا۔ اس لئے اُگل دینا پڑا۔ (سیرت النبیؐ)

ہُوا ہندِ جگر خوار[1] آج سے مشہور نام اُس کا
مگر اُترا نہ اس پر بھی جنونِ انتقام اُس کا

پکاری واقعی تُو نے کیا وحشی یہ کام آخر
ملا مجھ کو پسر کا اور پدر کا انتقام آخر

ہُوا برباد اسی حمزہؓ کے ہاتھوں سے مرا میکا
سوائے قتلِ حمزہؓ دل نہیں طالب کسی شے کا

کہاں ہے نعشِ حمزہؓ کی نشاں اُس کا بتا وحشی
مَیں آنکھوں سے اُسے دیکھوں مجھے چل کر بتا وحشی

چلا وحشی اگرچہ اُس کا جی ہامی نہ بھرتا تھا
یہ وحشی تھا مگر اب ہند کی وحشت سے ڈرتا تھا

کسی صُورت تو آخر ٹالنی تھی یہ بلا اُس کو
شہادت گاہ کا منظر دکھانے لے چلا اُس کو

ہندہ جسدِ حمزہؓ پر

دکھایا جا کے خطہ اُس زمینِ آسمانی کا
جسد جس جا پڑا تھا اک حیاتِ جاودانی کا

پڑا تھا وہ جسد آغشتہ خون و خاک کے اندر
کہ جس کے دبدبے کی دھاک تھی افلاک کے اندر

وہی شیرانہ صُورت تھی، وہی مردانہ چہرا تھا
شعاعیں مہر کی بکھری تھیں یا دولہا کا سہرا تھا

ہُوا حسنِ شہادت ہند کی آنکھوں پر آئینہ
کدورت اور چمکی اور بھڑکی آتشِ کینہ

شقاوت نے جو دیکھی یہ جلالت مہرِ تاباں کی
بگاڑی کافرہ نے شکل اس مردِ مسلماں کی

[1] تاریخوں میں ہند کا لقب جو جگر خوار لکھا جاتا ہے۔ اسی بنا پر ہے۔ (سیرت النبی)

ہندؓ[1] کے گلے کا ہار

نہیں بچایا شہیدانِ وفا کا رتبۂ عالی چھری سے گوش کاٹے اور بینی قطع کر ڈالی

لیا سینے سے دل، سینے میں دل بھی مردہ تھا اس کا نکالے پیٹ سے گردے عجب، دل گردہ تھا اس کا

حیا کترا گئی، دیکھا جو یہ کارِ سفیہانہ کہ اس عورت نے کاٹے مرد کے اعضائے مردانہ

یہ اعضا ایک رشتے میں پروئے مو بمو اس نے بنایا ہار ان کو کر لیا زیبِ گلو اس[2] نے

وحشی کا انعام

اُتارا طوق اپنا، دے دیا انعام قاتل کو ملے اس جرم کے یہ اچھے خاصے دام قاتل کو

کہا مکّے میں چل کر اور دس دینار[3] بخشوں گی تجھے کھانے کھلاؤں گی تجھے دستار بخشوں گی

چل اب چل کر یہ مژدہ ہم سنائیں اپنے لشکر میں یہ پیارا ہار لے جا کر دکھائیں اپنے لشکر میں

۱ہ ہند وحشی کو ساتھ لے کر حمزہؓ کی لاش پر آئی۔ اس کے دل میں اس قدر عناد بھرا تھا کہ ناک، کان۔ مذاکیر (اعضائے مردانہ) کاٹ لئے۔ (تاریخ العمران)

۲ہ ہند (امیر معاویہ کی ماں) نے ان کو پھولوں کا ہار بنایا۔ اور گلے میں ڈالا۔ (سیرت النبیؐ)

۳ہ ہند نے اپنے کپڑے اور زیور وحشی کو انعام دیئے۔ اور گھر پہنچکر ان کے علاوہ دس دینار دینے کا وعدہ کیا۔ (خاتم المرسلین)

پہن کر طوقِ لعنت زرد ہو کر رہ گیا قاتل
نہ کھا کر مر گیا گرمی سرد ہو کر رہ گیا قاتل

ابھی دینار کا وعدہ تھا یعنی وعدۂ فردا
ابھی دستار کا وعدہ تھا یعنی وعدۂ فردا

ابھی مکّے میں جانا تھا ابھی دینار ملنے تھے
ابھی سارے جہاں سے لعنتوں کے ہار ملنے تھے

کیا محروم ایسے قہرماں سے اس کی ملّت کو
صلہ یہ کچھ ملا، پھر بھی نہ سمجھا اپنی ذلّت کو

غلام آقاؤں کی خدمت کریں اور لاکھ سر ماریں
نصیب ان کے ہوا کرتی ہیں پھٹکاریں ہی پھٹکاریں

دیا تاریخِ عالم نے بڑا بھاری صلہ اس کو
خطابِ قاتلِ حمزہؓ قیامت تک ملا اس کو

خبر کیا تھی کہ آخر تو مسلماں اس کو ہونا ہے
لہو کے آنسوؤں سے عمر بھر یہ داغ دھونا ہے

چند سرفروشانِ اسلام کا ثبات

شہادت پانے والے پا گئے دل کی مرادوں کو
سبق حبِّ نبی کا دے گئے عالی نہادوں کو

ادھر قتلِ نبیؐ کا اٹھتے ہی میداں میں آوازہ
پریشاں ہو گیا تھا غازیانِ دیں کا شیرازہ

فقط گنتی کے چند اصحاب محوِ سرفروشی تھے
شہادت کے تمنّائی تھے وقفِ سخت کوشی تھے[1]

شہادت ہی کے طالب تھے یہ سب نام آور و نامی
حیاتِ تازہ کا آغاز تھی یہ نیک انجامی

---

[1] عباسؓ بن عبادہ بن فضلہ اور خارجہؓ بن زید بن ابی زہرہ و اوش بن اقم و اسیدؓ ابن حضیر وغیرہم باوازِ بلند لوگوں کو پکارتے تھے اور کہتے تھے۔ اگر حضور شہید ہو گئے ہیں اور ہم گوشۂ چشم سے دیکھتے ہیں تو ہمارا کوئی عذر پیشِ خدا قبول نہیں ہو سکتا۔ (تاریخ العمران)

خبر سُن کر رسُول اللہ کے مقتول ہونے کی
دلوں کو انتہائی فکر تھی مسئول ہونے کی

سمجھتے تھے کہ آنے والا ہے روزِ حساب آخر
خدا کے سامنے دینگے بھلا ہم کیا جواب آخر

قریشی فوج ان شیروں پہ گرتی تھی دلیرانہ
مگر خائف نہیں ہوتی تھی ان کی خوئے شیرانہ

یہ کرتے جا رہے تھے وارِ شمشیرِ دو دستی کا
ہوائے خود سری منہ دیکھتی جاتی تھی پستی کا

نگاہِ ہادیٔ اسلامؐ

نگاہِ ہادیٔ اسلام ہر آئینہ شاہد تھی
قضا کا سامنا تھا اور جانِ ہر مجاہد تھی

مسلمانوں کے ہاتھوں فوجِ قرشی کی ہزیمت بھی
حصُولِ فتح بھی غفلت پئے مالِ غنیمت بھی

اِدھر ٹیلے سے ہٹنا اپنے تیر انداز دستے کا
جسے تفویض سدِّ باب تھا خالد کے رستے کا

نبیؐ کا حکم سُن کر بھُولنا یا بھول ہو جانا
فریضہ چھوڑ دینا لوٹ میں مشغول ہو جانا

اُدھر سے ناگہانی ضرب خالد کے سواروں کی
سنانیں دشمنوں کی اور جانیں جاں نثاروں کی

مسلمانوں میں اکثر کا حواس و ہوش کھو جانا
متاعِ دنیوی پاتے ہی غفلت کوش ہو جانا

بہم اک دوسرے پر وار کرنا اہلِ ایماں کا
فرو ہو کر پلٹنا از سرِ نو تند طوفاں کا

اقلیّت کی لیکن استقامت جاں نثاری پر
یہ سارے واقعات آئینہ تھے محبوبِ باری پر

اشاروں میں بتایا تھا جو راز اب کھلتا جاتا تھا
کہ داغِ غفلتِ ملّت لہو سے دھلتا جاتا تھا

یہاں ایمان کو تلنا تھا میزانِ محبت میں
بشر کا حوصلہ کھلنا تھا اعلانِ محبت میں

یہاں تو مسلموں کو مشق کرنی تھی قواعد کی
دکھانی تھی یہاں افتادِ وقتِ نامساعد کی

یہاں گرگر کے ناپختوں کو پختہ کار ہونا تھا
یہیں تو لشکرِ اسلام کو تیار ہونا تھا

کھڑے تھے اسلحہ در بر رسولِ پاک میداں میں
نظر آتی تھی ہر سو ابتری فوجِ مسلماں میں

اُبھرتا ڈوبتا ہو جس طرح گرداب میں تنکا
گروہِ شرک میں یہ حال تھا ہر فردِ مومن کا

ہٹاتا اور ہٹاتا تھا ہجومِ قرشیاں ان کو
قدم رکھنے کی مہلت تھی نہ زیرِ آسماں ان کو

اس افتاد کے وجوہ

ہزار افراد اس میداں میں آئے تھے مدینے سے
مگر ان میں تھے پورے تین سو لبریز کینے سے[1]

وہ سب غدار بزدل وہ کمینے اور دوں ہمت
کہ جن کی زیست بھی لعنت تھی جنکی موت بھی لعنت

وہ صف بندی سے پہلے ہی شگونِ ناموافق تھے
مسلمانوں میں شامل تھے مگر کامل منافق تھے

---

[1] ابن اُبی اور اس کے ساتھی منافق جو جنگ کے شروع ہونے سے پہلے ہی بہانہ بنا کر گھروں کو واپس چلے گئے۔ (مصنف)

ابھی آغازِ بازی تھا کہ وہ چوگان سے نکلے
ابھی تیغیں نہ نکلی تھیں کہ وہ میداں سے نکلے

بقیہ سات سو اصحاب سب تھے صادق الایماں
ہوئے تھے جو معرکہ آرا بروئے لشکرِ شیطاں

رہے جب تک یہ قائم اپنے ہادیؐ کی ہدایت پر
خدا ہر آئنہ موجود تھا ان کی حمایت پر

بظاہر تو یہ چھوٹی سی جماعت بے بضاعت تھی
مگر سارے زمانے کے مقابل اک جماعت تھی

یہ زندہ معجزہ تھا صاحبِ روزِ شفاعت کا
بکھیرا اس نے شیرازہ ہزاروں کی جماعت کا

مگر جب سر اٹھایا فتنۂ مالِ غنیمت نے
ظفر کا منہ دکھا کر آلیا ان کو ہزیمت نے

نبیؐ کے قتل ہونے کی خبر نے ہمتیں توڑیں
کثیر افراد نے پیٹھیں خدا کی راہ سے موڑیں

سنائی ہی کچھ ایسی تھی حواس و ہوش کھو بیٹھے
غنیمت کیا ملی امید ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے

فقط ستّر مجاہد رہ گئے تھے معرکہ آرا
مقابل اس گھڑی جن کے جہانِ کفر تھا سارا

گھرے تھے قاتلوں میں موذیوں میں بد نہادوں میں
لہو کا آخری قطرہ بہانے کے ارادوں میں

جگر پُرخوں تھے سب کے سوزشِ داغِ جدائی سے
شکستہ دل تھے لیکن کام تھا جنگ آزمائی سے

یہ نازک مرحلہ محتاج تھا جس کی قیادت کا
اُحد کی سرزمیں پر شور تھا اس کی شہادت کا

کہاں تھا وہ امام المرسلیں وہ ہادیِ اعظمؐ
کہاں تھا وہ پناہِ بےکساں و نازشِ آدم

جہاد و سعی و کوشش تک وہی تھا پیشرو ان کا
اسی کا دم قدم تھا آسرا ہر مردِ مومن کا

مگر مالِ غنیمت پر گرے جب لُوٹ کر غازی
نظر آیا نہ یہ جذبہ اسے شایانِ جانبازی

جہاد اس کا تھا بہرِ دیں یہ دنیا پر ہوئے مائل
میانِ دیدہ و دل ایک پردہ ہو گیا حائل

قوانینِ محبت سخت ہیں غفلت کے بارے میں
کہ غفلت چھوڑتی ہے کشتیوں کو لا کے دھارے میں

یہ پائی غفلتِ یک لحظہ کی پاداش امّت نے
کہ کھائی اپنے ہاتھوں ہی شکست فاش اُمّت نے

اُسی کا دستِ حق شامل تھا باطل کی ہزیمت میں
شمولیت نہ کی اُس نے مگر مالِ غنیمت میں

صحابہؓ ڈھونڈتے پھرتے تھے ہر سو اپنے ہادی کو
کئے دیتے تھے اپنے خون سے رنگین وادی کو

پڑے پردے نگاہوں پر ہوئے معذور آنکھوں سے
کہ اوجھل ہو گیا تھا دو جہاں کا نور آنکھوں سے

وہ مہرِ آشکارا تھا نظر آتا نہ تھا ان کو
وہ جلوہ جلوہ آرا تھا نظر آتا نہ تھا ان کو

بہت پُر درد تھی اخلاص مندوں کی پریشانی
یہ دل غرقِ جدائی تھے اِدھر تیغوں کی طغیانی

اِدھر قلب و جگر کو تاپتی تھیں ان کی شمشیریں
اُدھر آنکھیں تھیں فرطِ رنج سے حسرت کی تصویریں

ابنِ قمیہ کے دعوے پر ابُوسفیان کا شک

زبانِ ابنِ قمیہ پر تھا نعرہ شادمانی کا
سناتا پھر رہا تھا حال اپنی پہلوانی کا

وہ مَیں ہوں، آج میں نے روز کا جھگڑا چکایا ہے
مرے ہی بازوؤں نے کعبۂ مقصود ڈھایا ہے

سپہ سالار ابوسفیاں مگر تھا بے قرار اب تک
نظر آتی تھی اس کو باغِ عالم میں بہار اب تک

اگرچہ ناگوار اتھی محمدؐ کی حیات اس کو
مگر ممکن نظر آتی نہ تھی شکلِ ممات اس کو

خدا جس کا نگہباں ہو فرشتے جس کے رکھوالے
اسے یہ بے حقیقت ابنِ قمیہ قتل کر ڈالے!

یہ پچانا چاہتا تھا بات کچھ پچتی نہ تھی دل میں
خبر ایسی "عظیم الشان" تھی جچتی نہ تھی دل میں

محمدؐ ہی کو یہ بھی ڈھونڈھتا پھرتا تھا میداں میں
مگر کوئی پتہ ملتا نہ تھا گنجِ شہیداں میں

نہ مقتولوں میں اُس کے جسمِ اطہرؐ کا نشاں پایا
نہ اس میداں میں اس کو زخمیوں کے درمیاں پایا

کعبؓ بن مالکؓ حضورؐ کو پہچانتے ہیں

یہ نازک وقت تھا اسلام کے عالی اساسوں پر
سروں سے خون بہ کر ٹپکتا تھا لباسوں پر

نبیؐ کو ڈھونڈتے تھے اور تیغیں منہ پہ کھاتے تھے[2]
خبر اس کعبۂ مقصود کی لیکن نہ پاتے تھے

صحابہؓ میں جو یوں ثابت قدم تھے جاں نثاری پر
نگاہِ کعبؓ اُن میں سے پڑی محبوبِؐ باری پر[3]

۱؎ ابوسفیان ابو عامر فاسق کو اپنے ساتھ لے کر مقتل میں پھرتا تھا تاکہ رسولؐ خدا کے جسمِ اطہر کو تلاش کرے ۔ (ارشاد الحکمۃ)

۲؎ جاں نثارانِ خاص برابر لڑتے جاتے تھے لیکن نگاہیں سرورِؐ عالم کو ڈھونڈتی تھیں۔ (سیرت النبیؐ)

حضرت علیؓ تلوار چلاتے دشمنوں کی صفیں الٹتے جاتے تھے لیکن کعبۂ مقصود (رسول اللہؐ) کا پتہ نہ چلتا تھا۔ (سیرت النبیؐ)

۳؎ سب سے پہلے کعبؓ بن مالکؓ کی نظر پڑی۔ (سیرت النبیؐ)

لباسِ جنگ پہنے خود بر سر تھا زرہ در بر
وہ ہادیؐ وہ شفیعِ انس و جاںؐ کونین کا سرورؐ

نگاہِ کعبؓ نے دیکھی نرالی شانِ پیغمبرؐ
ہزاروں حملہ آور اور تنہا جانِ پیغمبرؐ

کہاں؟

جہاں ہر اک قدم پر کاسہ ہائے سر لڑھکتے تھے
جہاں بازو پیاپے وار کرنے سے نہ تھکتے تھے

جہاں فرشِ زمیں گلرنگ تھا خونِ شہیداں سے
جہاں اک اک لعیں ممتاز تھا فرعون و ہاماں سے

جہاں اس جرم پر جاں چھین لی جاتی تھی انساں کی
کہ وہ پوجا نہیں کرتا بتوں کی اور انساں کی

جہاں لوہے کے سینوں میں نہاں تھے دل بھی لوہے کے
جہاں تھے آلہ ہائے قتل بھی قاتل بھی لوہے کے

جہاں غصہ تھا کینہ تھا عداوت تھی درشتی تھی
جہاں مقصود حملہ آوری تھا دھینگا مشتی تھی

جہاں گرز اژدہاؤں کی طرح لہرا کے گرتے تھے
جو سر کو توڑ کے اور مغزِ سر کو کھا کے پھرتے تھے

جہاں آتی تھیں چاروں سمت سے تیروں کی بوچھاڑیں
جہاں اٹھتے تھے نعرے جس طرح ہاتھی کی چنگھاڑیں

وہیں وہ مظہرِ حق تھا ثباتِ معجزانہ سے[1]
اسی شان و وقار و شوکتِ پیغمبرانہ سے

---

[1] احد میں جب ایک حشر برپا تھا۔ اور مسلمانوں کا لشکر پراگندہ ہو گیا تھا۔ آنحضرتؐ کو ایک بالشت جگہ سے ہٹتے نہیں دیکھا گیا۔ آپ بروئے اعدا اسی طرح قائم تھے حالانکہ ہر طرف تیر برس رہے تھے اور تلواریں چل رہی تھیں ÷ (ارشاد الحکمتہ)

بنائے آسماں بھی جس زمیں پر ڈگمگاتی تھی
محمدؐ تھا کہ اس کے پاؤں میں لغزش نہ آتی تھی

خوشی تھی فتح کی اس کو نہ کوئی غم ہزیمت کا
مثالِ عرش قائم تھا قدم اس کی عزیمت کا

اِدھر سے تیر آتے تھے اُدھر سے تیر آتے تھے
طوافِ نور کرتے اور قرباں ہوتے جاتے تھے

کعبؓ نے کیا دیکھا

عیاں تھا خود سے دُہری[1] زرہ سے بھی جمال اس کا
فلک پر مہر کو محجوب کرتا تھا جلال اس کا

قریب اس کے تھے محوِ جنگ گنتی کے رفیق اس کے
اس کے نقشِ پا پر چل رہے تھے ہم طریق اس کے

علیؓ و طلحہؓ و سعدؓ و زبیرؓ اُس کے تھے پروانے
وہ شمعِ خیر تھا یہ اہلِ خیر اس کے تھے پروانے

یہی چاروں طرف قربان تھے پروانہ وار اس پر
وہ ایماں تھا کہ یہ دیتے تھے جانیں نثار اس پر

یہ رہ جاتے تھے اکثر قاتلوں کی فوج میں گھر کر
مگر پھر مرکزِ اصلی پہ آجاتے تھے ہر پھر کر

یہ فوجوں کو ہنکاتے مارتے تھے اور ہٹاتے تھے
یہ موجوں میں شناور کی طرح غوطے لگاتے تھے

بہا کر دُور لے جاتی تھی ان کو[2] ان کی جولانی
کہ پُورے زور پر تھی اس جگہ دریا کی طغیانی

---

[1] آپؐ کے سر پر مغفر تھا اور بدن مبارک پر دہری زرہ تھی۔ (تاریخ العمران)

[2] حال یہ تھا کہ آپؐ کے جانثار آپؐ کے پاس سے لڑتے لڑتے اور دشمنوں کو ہٹاتے ہٹاتے دُور چلے جاتے تھے۔ آپؐ تنہا رہ جاتے تھے۔ (تاریخ العمران)

میدان میں شانِ نبوّت

مگر ہر آئنہ میدان میں قائم ثابت، آزادہ
تنِ تنہا نظر آتا تھا وہ اللہ کا دلدادہ

سنا اُس نے بھی اپنے قتل ہو جانے کا آوازہ
بکھرتے اُس نے دیکھا اپنی جمعیّت کا شیرازہ

نظر آتا تھا تو خیزوں کا میداں چھوڑ جانا بھی
سکوتِ بیخودی بھی اور پیٹھیں موڑ جانا بھی

ثبات و صبر والوں کی بھی ثبانیں دیکھتا تھا وہ
رہینِ جاں نثاری چند جانیں دیکھتا تھا وہ

وہ ہر لحظہ شہادت دیکھتا تھا اپنے یاروں کی
بہر سو زیرِ خنجر گردنیں تھیں اس کے پیاروں کی

خبر تھی اس کو دشمن ہیں اُسی کے خون کے پیاسے
اسی کا نقش کرنا چاہتے ہیں محو دنیا سے

جہاں میں جن کے رتبے وہ دوبالا کرنے والا تھا
نگاہ و قلب میں جن کے اُجالا کرنے والا تھا

وہ سب اندھے نظر آتے تھے آج اس نور کے درپے
جہالت کی یہ آندھی تھی چراغِ نور کے درپے

پیمبرؐ کا عزم اور تاثر

یہ ایسا مرحلہ تھا جس میں دعوے ٹوٹ جاتے ہیں
اکھڑ جاتے ہیں میداں سے قدم جی چھوٹ جاتے ہیں

فلک نے بارہا انساں کو جنگ آزما پایا
نہ قائم اس طرح کوئی محمدؐ کے سوا پایا

وہ قلبِ مطمئن خاطر بہم اول سے آخر تک — وہ طبعِ مستقل ثابت قدم اوّل سے آخر تک

مسلمانوں کا اِک اِک زخمِ تن تھا داغِ دل اُس کا — بہارِ زخمِ اُمت سے چمن تھا باغِ دل اس کا

دلِ ہمدرد اُس کا ہر کسی کا درد سہتا تھا — مگر منہ سے سوائے شکر وہ کچھ بھی نہ کہتا تھا

تنِ ہر مردِ مومن پر جو دشمن وار کرتے تھے — اُدھر سر پر نہ آتے تھے اِدھر دل میں اترتے تھے

مگر وہ تھا باطمینان اپنے حال پر قائم — اسی پیغمبرانہ عزم و استقلال پر قائم

یہ سب وہ کس لیے سہتا تھا اِک اسلام کی خاطر — بشر کے امن اور توحید کے پیغام کی خاطر

نگاہوں نے ابھی تک یہ کمال اس کا نہ دیکھا تھا — کہ دیکھا تھا جمال اس کا جلال اس کا نہ دیکھا تھا

کعبؓ بن مالک کی صدا

نگاہ کعب بن مالک پڑی جب قدِ بالا پر — وجودِ پاک پر زرہیں، جھلم تھا رُوئے والا پر

مگر وہ حق نما آنکھیں مگر وہ باحیا آنکھیں — جھلم سے تھیں نمایاں مظہرِ شانِ خدا آنکھیں

انہی آنکھوں سے چشمِ کعب نے حضرت کو پہچانا — خدا کا نور دیکھا، آیۂ رحمت کو پہچانا[1]

خبر شیطاں نے جس کے قتل ہونے کی اڑائی تھی — خدا نے پھر اُسی محبوب کی صورت دکھائی تھی

۱؎ چہرۂ مبارک پر مغفر تھا لیکن آنکھیں نظر آتی تھیں (سیرت النبی)

چھلک اُٹھا خوشی کے جوش سے غازی کا پیمانہ
صدا اُٹھی زبانِ کعب سے بے اختیارانہ[1]

"نوید اے طالبانِ جلوۂ مطلوبِ ربّانی
خدا کے فضل سے موجود ہیں محبوبِ سبحانی

نوید اے تشنگانِ شربتِ دیدار ادھر آؤ
اِدھر آؤ، اِدھر ہیں جلوہ گر سرکار اِدھر آؤ!

یہاں آؤ، یہاں موجود وہ فخرِ امامت ہے
ہماری زندگی کا آسرا زندہ سلامت ہے

شمعِ نبوّت کے پروانے

رسول اللہ نے دیکھا رنگ اس اخلاص کوشی کا
اشارے سے کیا ارشاد ضابطہ نے خموشی کا[2]

صدائے کعبؓ گونج اُٹھی مگر کہسار و میداں میں
نویدِ زندگانی تھی، یہ گوشِ اہلِ ایماں میں

صحابہ منتشر تھے معرکہ گہ میں بھٹکتے تھے
زمین و آسماں کی صورتیں حسرت سے تکتے تھے

صدائے کعبؓ ہاتف کی طرح اب کان میں آئی
نویدِ آقا کی پائی، جان گویا جان میں آئی

سمائی تازگی اس طرح اندامِ فسردہ میں
پلٹ آتی ہیں روحیں جس طرح اجسامِ مردہ میں

رخِ امید دیکھا روشنی آئی نگاہوں میں
یقیں آیا، ہم اب تک ہیں محمدؐ کی پناہوں میں!

---

[1] کعبؓ نے پہچان کر پکارا، مسلمانو! رسول اللہ یہ ہیں۔ (سیرت النبیؐ)
[2] آپؐ نے کعبؓ کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ (تاریخ اسلام)

کھنچے عاشق، اڑیں جس طرح سوئے کہربا تنکے[1] ۔۔۔ نبیؐ کو دیکھ کر پر لگ گئے ہر مردِ مومن کے

قلم کرتے سروں کو بازوؤں کو چھانٹتے آئے

متاعِ ضربِ کاری دشمنوں میں بانٹتے آئے

کفّار کی شِدّت

طوافِ شمع جب کرنے لگے آ آ کے پروانے ۔۔۔ اُسی نقطے پہ دھاوا کر دیا افواجِ اعدا نے

قریشی فوج نے بھی کعبے کی آواز سُن پائی ۔۔۔ اُمڈ کر ہر طرف سے اب یہ آندھی اس طرف آئی

نظر آیا کہ جھوٹا ادّعا تھا ابنِ قمیہ کا ۔۔۔ ہزاروں لعنتیں تھیں ایک ہاتھ ابنِ قمیہ کا

کیا اب سخت دھاوا پیدلوں نے اور رسالوں نے ۔۔۔ رسُولِ پاک پر انیاں جھکائیں نیزہ والوں نے

حضرت علیؓ کی جانبازی

کیا جب قاتلوں نے قصد یُوں نزدیک آنے کا ۔۔۔ علیؓ سے امر حضرت نے کیا ان کو ہٹانے کا[2]

---

[1] یہ سُن کر ہر طرف سے جاں نثار ٹوٹ پڑے ۔ کفّار نے اب ہر طرف سے ہٹ کر اسی رُخ پر زور دیا ۔ (سیرت النبی)

[2] دَل کا دَل ہجوم کر کے بڑھتا تھا لیکن ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل چھپٹ کر رہ جاتے ۔ (سیرت النبی)

جب پہلا غول بڑھا تو آپ نے علی المرتضیٰ کو جو قریب کھڑے تھے روکنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے بڑھ کر ان کو منتشر کر دیا (خاتم المرسلین)

لگی اُٹھ اُٹھ کے گرنے ہر طرف تیغِ یداللّٰہی
تو ناری پھر جہنّم کی طرف ہونے لگے راہی

گرایا خاک پر لاشے پہ لاشا دستِ حیدرؓ نے
یہ جنگل کاٹ ڈالا بے تحاشا دستِ حیدرؓ نے

بھری تھی برقِ باطل سوز تیغِ شیرِ یزداںؓ میں
لپک اُٹھتا تھا اک شعلہ سا نیزوں کے نیستاں میں

اگرچہ خوفِ حیدرؓ سے تھا زہرہ آب دشمن کا
مگر اُمڈا ہوا تھا چار سُو سیلاب دشمن کا

حضور پر تیروں کی بارش

ہٹیں ہٹ کر جمیں پھر ٹولیاں بزدل شریروں کی
رسولِ پاک پر ہونے لگی بوچھاڑ تیروں کی

ادھر جسموں کی دیواریں اُٹھا دیں باوفاروں نے
بساطِ عشق پر جانیں بچھا دیں جاں نثاروں نے

صحابہؓ نے دیا تیروں کا تیروں سے جواب اُنکو
بناتے تھے نشانہ آپ خود عالی جنابؐ [1] اُن کو

کمانیں [2] تاب لاتی تھیں نہ زورِ دستِ ہادیؐ کی
مگر تھی معجزانہ شان اس فکرِ ارادی کی

۱؎ آنحضرتؐ صلعم کے ہاتھ میں کمان تھی اور تیر مارتے تھے۔ (ارشاد الحکمۃ)
آنحضرتؐ کبھی کمان سے تیر چلاتے تھے۔ کبھی پتھر مارتے تھے۔ (تاریخ العمران)

۲؎ پہلے کمان کا چلّا ٹوٹا۔ حضرتؐ نے کمان عکاشہ بن محصنؓ کو دی کہ چلّا کھینچیں۔ انہوں نے زور لگایا مگر پورا نہ ہوا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کھینچ کھینچ پورا ہو جائیگا۔ اب کے جو کھینچا تو وہ اس قدر بڑھا کہ پورا ہو کر کئی بھیر زیادہ ہو گئے۔ حضرتؐ نے پھر اس کمان سے کام لیا۔ اب کے اس کا گوشہ بھی ٹوٹ گیا (تاریخ العمران۔ ارشاد الحکمۃ)

جاں نثارانِ نبیؐ چاروں طرف حضرتؐ کے گرد پروانہ وار پھرتے تھے۔ کوئی ایک طرف حملہ کو روکتا۔ کوئی دوسری طرف مگر انبوہ کم نہ ہوتا تھا۔ (تاریخ العمران)

علی اک سمت سعدؓ اک سمت انہیں جوہر نگ کرتے تھے[1] ابوبکرؓ و عمرؓ اک سُو جہاد و جنگ کرتے تھے

زبیرؓ و طلحہؓ تھے سینہ سپر سرکارِ عالی پر پروانے مٹے جاتے تھے شمعِ بے مثالی پر

قریش، اللہ کے مرسل پہ نرغہ کر کے آتے تھے صحابہؓ بڑھ کے تیغوں سے لپٹ کر زخم کھاتے تھے

اُدھر سے پے بہ پے تیروں کی اک بوچھاڑ آتی تھی اِدھر سے ڈھال طلحہؓ بن عبید اللہ کی چھاتی تھی

یہی وہ تھے جو حامی تھے غلاموں اور ضعیفوں کے مخالف تھے شریروں کے مؤید تھے شریفوں کے

اِدھر یہ تھے اِن کے اُس طرف خونریز لہجے تھے یہ سب تھے پا پیادہ اُس طرف جنگی رسالے تھے

مدینے میں شہادتِ رسُول کی افواہ

کیا شیطاں نے ایسا اہتمام اس کی اشاعت میں مدینے تک بھی جا پہنچی خبر یہ ایک ساعت میں[2]

گھروں کی بیبیاں طاری حیا تھی مُو بہ مُو جن پر وہ معذورین عاید تھا نہ حکمِ جاھِدُوا جن پر

وہ کمسن نوجواں پلٹا دیا تھا راہ سے جن کو محبت تھی مگر سرکارِ عالی جاہ سے جن کو

---

[1] جاں نثارانِ نبیؐ چاروں طرف حضرتؐ کے گرد پروانہ وار پھرتے تھے۔ کوئی ایک طرف حملہ کو روکتا تھا۔ کوئی دوسری طرف مگر انبوہ کم نہ ہوتا تھا۔ (تاریخ العمران)

[2] یہ خبر کہ حضورؐ نے شہادت پائی۔ مدینہ میں بھی پہنچی۔ اور ہر فرد کا دل ہل گیا۔ (تاریخ العمران)
عورتیں اور بچے اس خبر کو سن کر بیتاب ہو گئے اور مدینے سے نکلے۔ (رشاد الحکمۃ)

وہ مائیں پالتی تھیں جو گھروں میں بال بچوں کو
لئے بیٹھی تھیں گودوں میں بلند اقبال بچوں کو

وہ بیوائیں نبیؐ کے فیض پر جن کا گزارہ تھا
ضعیف افراد جن کا بازوئے حق ہی سہارا تھا

مساکین و یتیمیٰ جن کے سر پہ تھا وہی سایا
وہی تھا آسرا جن کا، وہی تھا جن کا سرمایہ

کیا تھا آپ نے بہرِ حفاظت قلعہ بند ان کو
مبادا آپ کی غیبت میں پہنچے کچھ گزند ان کو

سنا جب یہ کہ سایا اُٹھ گیا محبوبِ باری کا
نہ پُوچھو، اب نہ پُوچھو حال ان کی بے قراری کا

بھاگ کر مدینے پہنچنے والوں کی پشیمانی

وہ مومن جو گھروں میں جا گھسے تھے چھوڑ کر میداں
ندامت سب پہ طاری تھی کہ سب تھے صاحبِ ایماں

انہیں[لہ] دیکھا گھروں کی بیبیوں نے اور ماؤں نے
کہ یُوں پشتیں دکھا دیں جنگ میں جنگ آزماؤں نے

دیئے ماؤں نے دھکے بیبیوں نے اُن سے رخ پھیرا
جدھر آنکھیں اُٹھیں شرم و ندامت ہی نے آگھیرا

کہا ماؤں نے جاؤ اب نہ تم بیٹے نہ ہم مائیں
حرام ان پہ ہمارا دودھ جو میداں سے بھاگ آئیں

لحاظِ خلق کیا ہوتا خدا سے بھی نہ شرمائے
محمدؐ کی شہادت کی خبر سنتے ہی بھاگ آئے

لہ اُحد میں شہادتِ رسولؐ کی خبر سننے کے بعد مسلمین کے قدم اکھڑ گئے تھے۔ ان میں سے بعض مدینہ میں پہنچے لیکن وہاں عورتوں نے ان کو غیرت دلائی اور وہ پلٹ کر پھر میدان کی طرف نکلے اور حضورؐ کو صحیح سلامت دیکھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

اسی بے آبروئی کے لئے کیا تم کو پالا تھا
وہیں تم بھی پہنچتے ہوتے جہاں وہ کملی والا تھا

پکاریں بیبیاں مردوں کی ہوتی ہیں یہی شانیں
کہ رن میں آبرو دے کر بچالایا کریں جانیں

نہیں تو ہم نے حق پر جاں فدا کرنے کو بھیجا تھا
حقِ احسانِ پیغمبر ادا کرنے کو بھیجا تھا

اگر یارا نہ تھا اسلام پر قربان ہونے کا
تو دعوٰے کیوں کیا تھا صاحبِ ایمان ہونے کا

یہی شرطِ وفا ہے کیا یہی ہے کام مومن کا
کہ چھوڑا تم نے دامن اپنے آقا اپنے محسنؐ کا!

"یہ بیچارے کسی قابل نہیں ہیں بول اُٹھیں بہنیں
گھروں میں چھپ کے بیٹھیں چرخہ کاتیں چوڑیاں پہنیں

خُدا اور مصطفٰے کی لاج سے جو مرد ہیں عاری
وہ اپنی ماؤں بہنوں کی کریں گے کیا نگہداری

سب میدان کی طرف پلٹتے ہیں

دکھائے اس طرح آئینِ غیرت نے جو آئینے
تو احساسِ خطا کے جوش سے پھٹنے لگے سینے

یہ طعنے تیر و نشتر سے زیادہ کارگر نکلے
نظر آیا، کہ ہم تو عورتوں سے بھی بتر نکلے

گیا تھا فرض سے برگشتہ فرطِ یاس نے ان کو
مگر چونکا دیا اب شرم کے احساس نے ان کو

خدا کی راہ سے بھٹکے ہوئے پھر راہ پر آئے
پلٹ کر الٹے قدموں پھر شہادت گاہ پر آئے

۱؎ بعض مسلمین شعب جبال میں متفرق تھے ان کو بعض نے پکارا اور جہاد او روعیدِ رسولؐ یاد دلائی بس وہ بھی پلٹے اور شامل غزوہ ہو گئے۔ (ارشاد الحکمۃ)

جو دشت وجبل میں آوارہ تھے

گریزاں تھے جبال و دشت میں کچھ بھاگنے والے
پڑے پھرتے بیچارے گریبانوں میں سر ڈالے[1]

زبس افتاد سے نادم، زبس لغزش سے شرمندہ
دلوں میں سوچتے تھے، اب نہ مردہ ہیں نہ ہم زندہ

رسُول اللہ کے احسان یاد آتے تھے رہ رہ کر
گئے دیتی تھی ان کو غرق ہوئے اشک بہہ بہہ کر

اچانک معرکے سے پھر صدائے جاھدوا آئی
دلوں میں از سرِ نو مژدۂ لاتقنطوا لائی

ہُوا روحوں پہ طاری جذبۂ کامل شہادت کا
کہ پھر ہاتھ آگیا چھُوٹا ہُوا دامن سعادت کا

یہ پلٹے اور آ کر ہو گئے پھر جنگ میں شامل
انہیں افتاد نے اب کر دیا تھا پختہ و کامل

خاتونانِ اسلام رض

سماعت میں جو یہ دل ریش اخبارِ وفات آئیں
مدینے سے نکل کر مومناتِ قانتات رض آئیں[2]

---

[1] بعض مسلمین شعب جبال میں متفرق تھے۔ ان کو بعض نے پکارا اور جہاد اور وعیدِ رسول یاد دلائی۔ پس وہ بھی پلٹے۔ اور شامل غزوہ ہوئے۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] بہت سی خاتونانِ اسلام جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی بالتخصیص معلوم ہیں معرکہ گاہ میں پہنچیں۔ یہ سب زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ (تاریخ العمران)

نبی کو ڈھونڈتی تھیں اس ہلاکت خیز میداں میں
لئے پھرتی تھیں اک تصویرِ حسرت چشمِ حیراں میں

بھر سُوز خمیانِ جنگ کو پانی پلاتی تھیں
کہیں لیکن سراغِ ساقیٔ کوثر نہ پاتی تھیں

شہادت یاب فرزندوں کی عالی مرتبت مائیں
دلوں میں لائی تھیں قربان ہونے کی تمنّائیں

وہ مائیں جن کے آغوشوں نے پہلے شیرِ نر پالے
رضا کاری سے پھر اسلام پر قربان کر ڈالے[1]

پدر، شوہر، برادر اور پسر اسلام پر صدقے
خوشی سے کر دیئے تھے گھر کے گھر اسلام پر صدقے

نہ رشتے اب نہ کوئی ماننا مطلوب تھی ان کو
وجودِ پاکِ ہادیؐ کی بقا مطلوب تھی ان کو

یہ مشکیزوں میں پانی دُور سے بھر بھر کے لاتی تھیں
یہ کوثر طالبانِ آبِ کوثر کو پلاتی تھیں[1]

حضرت اُمِّ عمارہؓ[2]

اُحد میں خدمتیں جن کی بہت ہی آشکارا تھیں
انہیں میں ایک بی بی حضرت اُمِّ عمارہؓ تھیں

پئے اسلام دے کر اپنے فرزندوں کی قربانی
پلاتی تھی یہ بی بی زخمیانِ جنگ کو پانی

---

[1] اس غزوہ میں اکثر خاتونانِ اسلام نے بھی شرکت کی۔ حضرت عائشہ اور اُمِ سلیمؓ اور اُم سلیطؓ اور اُم ایمنؓ نے بھی یہی خدمت انجام دی۔ (سیرت النبی)

[2] جس وقت میدان میں خود آنحضرتؐ پر یورش ہوئی۔ اس وقت ایک جانثار صحابیہ اُم عمارہ جن کا نام نسیبہؓ تھا لوگوں کو پانی پلا رہی تھیں پیغمبرؐ پر حملہ ہوتے دیکھ کر رہا نہ گیا درمیان میں آکر لڑنے لگیں۔ (خاتم المرسلین)

نبیؐ کی ذات پر جب جھک پڑے ایمان کے دشمن — ہوئے اس زندگی بخشِ جہاں کی جان کے دشمن
اسی شمعِ ہُدیٰ پر جب پلٹ کر آگئی آندھی — تو اس بی بی نے رکھ دی مشک، چادر سے کمر باندھی
تھے[۱] اس کے شوہر و فرزند بھی مصروفِ جانبازی — رسول اللہ پر قربان تھے اللہ کے غازی
ہوئی یہ شیر زن بھی اب قتال و جنگ میں شامل — سپر بن کر لگی پھرنے بگردِ ہادیٔ کاملؐ[۲]
یہ اپنی جان پر ہر زخمِ دامن گیر لیتی تھی — کوئی حربہ وجودِ پاک تک آنے نہ دیتی تھی
نظر آئی نئی صورت جو حرزِ جانِ پیغمبرؐ — کیا یک لخت بڑھ کر حملہ اک بدکیش نے اس پر
نہتی تھی مگر کرنے لگی پیکار دشمن سے — مروڑا اس کا بازو چھین لی تلوار دشمن سے
اسی شمشیر سے اُس نے سرِ شمشیر زن کاٹا — ہوا اس شیر زن کے خوف سے اعدا میں سنّاٹا
جدھر کٹتے ہوئے پاتی تھی یہ محبوبؐ باری کو — پہنچتی تھیں وہیں اُمِّ عمارہؓ جاں نثاری کو
سر و گردن پہ اس بی بی نے تیرہ زخم کھائے تھے — مگر میدان سے اس کے قدم ہٹنے نہ پائے تھے
یہ اُٹھی تھی نمازِ صبح کو تلواروں کے سائے میں — نمازِ ظہر تک قائم تھی تلواروں کے سائے میں
فرشتے دنگ تھے اس تیغِ ایمانی کے جوہر سے — کہ حاضر تھی یہ جان و مال سے فرزند و شوہر سے

---

۱ اُمِّ عمارہؓ اس کا شوہر اور دونوں بیٹے اُحد میں شامل اور ثابت قدم تھے۔ (ارشاد الحکمۃ)

۲ اُمِّ عمارہؓ حضورؐ کے آگے پیچھے دائیں بائیں پھرتی تھیں اور آپؐ کی ذات پر جو حملہ ہوتا تھا اس کو روکتی تھیں (تاریخ العمران)

یہی مائیں ہیں جن کی گود میں اسلام پلتا ہے ۔۔۔ اسی غیرت سے انساں نور کے سانچے میں ڈھلتا ہے

ابوطلحہؓ[1] اور سعد وقاصؓ[2] کی تیر اندازی

پیمبرؐ کی طرف چاروں طرف سے تیر آتے تھے ۔۔۔ مگر نورِ مجسّمؐ پر نچھاور ہوتے جاتے تھے

ادھر سعدؓ و ابوطلحہؓ کے ہاتھوں میں کمانیں تھیں ۔۔۔ نبیؐ کا ترکش ان کے پاس تھا یہ ان کی شانیں تھیں

کرم[3] یہ تھا کہ سر رکھ کر ابوطلحہؓ کے شانے پر ۔۔۔ نشانِ حق لگا دیتا تھا تیروں کو نشانوں پر

ابوطلحہؓ کے ہاتھوں میں کمانیں پے بہ پے ٹوٹیں ۔۔۔ اُدھر اُن خاطیوں کی سہمِ جاں سے گردنیں گھوٹیں

اماں دیکھی نہ دامانِ نبیؐ کے گوشہ گیروں سے ۔۔۔ تو گوشوں میں چھپے سعدؓ و ابوطلحہؓ کے تیروں سے

ترکش خالی ہو جاتے ہیں

مگر موجوں کا اک تانتا بندھا تھا فوج سرکش میں ۔۔۔ ابوطلحہؓ نے دیکھا تھُڑ گئے ہیں تیر ترکش میں[4]

۱ـہ ابوطلحہؓ مشہور تیر انداز تھے۔ انہوں نے اس قدر تیر برسائے کہ دو تین کمانیں ان کے ہاتھ میں ٹوٹ ٹوٹ کر رہ گئیں (سیرۃ النبی)

۲ـہ سعدؓ وقاص بھی مشہور تیر انداز تھے اور اس وقت رکاب میں حاضر تھے۔ آنحضرتؐ نے اپنا ترکش ان کے آگے ڈال دیا اور فرمایا۔ تم پر ماں باپ قربان۔ تیر مارتے جاؤ۔ (سیرت النبیؐ)

۳ـہ حضرت ابوطلحہؓ کے پیچھے سر و دوش کے مابین سرِ اقدس رکھے۔ ان کے تیروں کو نشانہ پر لگنے کا معائنہ فرمانے لگے۔ (ارشاد الحکمۃ)

۴ـہ ابوطلحہؓ کے پاس تیر تھُڑ گئے اور انہوں نے کہا حضورؐ اب آپ ہٹ جائیے خدا مجھے آپ پر فدا کرے۔ (ارشاد الحکمۃ)

ابو طلحہؓ پکارے اے خدا کے مظہر عالیؐ
نہیں اب تیر باقی میرا ترکش ہوگیا خالی

مرے ماں باپ قرباں تڑ سے اب سر کار ہٹ جائیں
ذرا سی دیر جب تک آندھیاں سد آں سے چھٹ جائیں

رسول اللہؐ سن کر مسکراتے اور فرمایا
خدا کا نور اس عالم میں چھپنے کو نہیں آیا

یہ کہہ چند شاخیں دیں ابو طلحہؓ کو سرورؐ نے[1]
انہیں شاخوں سے اب وہ تیر اندازی لگے کرنے

یہ سوکھی لکڑیاں قلب و جگر برمانے والی تھیں
قضا کے تیر بن کر قیامت ڈھانے والی تھیں

کماں آخر بھی دے گئی لیکن جواب آخر[2]
یہ بیچاری نہ لائی قادر اندازی کی تاب آخر

یہ صورت دیکھ کر اب ہو گئے لاچار ابو طلحہؓ
رسول اللہ کے آگے بن گئے دیوار ابو طلحہؓ

نبیؐ کی ذات پر اس سمت سے جو تیر آتے تھے
ابو طلحہؓ ہدف بنتے تھے، آقا کو بچاتے تھے[3]

کیا تیروں نے چھلنی کی طرح سینہ فگاران کا
مگر خوش تھے کہ راضی ہوگیا پروردگار ان کا

---

[1] آنحضرتؐ ابو طلحہؓ کو چوب خشک اٹھا کر دیتے تھے اور فرماتے تھے مار اس تیر کو۔ اور ابو طلحہؓ اسی کو کمان پر رکھ کر چلاتے تھے اور یہ تیر خطا نہ کرتا تھا۔ (تاریخ العمران)

[2] تیسری کمان بھی ٹوٹ گئی۔ تو ابو طلحہؓ آنحضرتؐ پر ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے اور تیروں کے سامنے سینہ کر دیا (ارشاد الحکمت)

[3] ابو طلحہؓ سپر سے آنحضرتؐ کے چہرے پر اوٹ کر لی تھی کہ آپؐ پر کوئی وار نہ کرنے پائے۔ آپ کبھی گردن اٹھا کر دشمنوں کی فوج کی طرف دیکھتے تو عرض کرتے کہ آپؐ گردن نہ اٹھائیں۔ ایسا نہ ہو کوئی تیر لگ جائے۔ یہ میرا سینہ حاضر ہے۔ (سیرت النبیؐ)

سعد وقاصؓ کی تیر اندازی

قدر اندازیِ سعدؓ وقاص اعجاز تھی گویا — قضا خود ان کے ہاتھوں سے قدر انداز تھی گویا
کمانداران دشمن پتھروں کی آڑ لیتے تھے[1] — مگر پیکِ قضا اپنے ہدف کو تاڑ لیتے تھے
جہاں بھی تیر سر کرتی ہوئی آنکھیں نظر آتیں — جنابِ سعدؓ کے ہاتھوں سے تیر بے خطا پاتیں
کہیں چلہ کشوں کو جز عدم گوشہ نہ ملتا تھا — عدم کی راہ ملتی تھی، مگر توشہ نہ ملتا تھا
قدر انداز کا انداز کچھ ایسا پسند آیا — نبیؐ نے اپنا ترکش سعدؓ کو تفویض فرمایا[2]
کماں کی ہر کشش سے اب مبارکباد ملتی تھی — کہ تیر افگن کو شانِ سروری سے داد ملتی تھی

ابوسفیان پر حضرت حنظلہؓ بن ابو عامر کا حملہ

عجب منظر تھا ہر سو عام دھاوا تھا ہزاروں کا — ثبات و صبر قائم تھا مگر ان جاں نثاروں کا
پہاڑوں کے جگر دہلا رہا تھا شور باطل کا — مگر چلتا نہ تھا چند اہلِ حق پر زور باطل کا

۱؎ مالک ابن زہیر اور حبان ابن العرقہ دونوں بہت دریئے اصحاب نبیؐ تھے یہ پتھروں کی آڑ میں چھپ کر تیر چلاتے تھے حضرت سعد وقاصؓ نے ان کو بھانپا اور عین اس وقت جب وہ تیر مارنے کو نشانہ باندھ رہے تھے ایسا تیر مارا کہ آنکھوں کے راستہ پار ہو گیا۔ (رشاد الحکمۃ)

۲؎ سرکارِ والا نے اپنا ترکش سعد وقاصؓ کے حوالے کر دیا۔ (تاریخ العمران)

ابوسفیاں بہت بیتاب بے آرام پھرتا تھا ۔ نبیؐ پر حملہ کرتا تھا، مگر ناکام پھرتا تھا

یہ چاروں سمت اکساتا تھا باطل کے گروہوں کو ۔ مگر کوئی ہلا سکتا نہ تھا ان پرشکوہوں کو

کھڑا تھا پشت پر لشکر کے یہ سرخیلِ اعدا کا ۔ کہ چشمِ حنظلہؓ نے دور سے نامرد کو تاکا[1]

جھپٹ تھی بازوئے شاہیں کی یا اک جست ضیغم کی ۔ ابوسفیاں کی آنکھوں میں فقط بجلی سی اک چمکی

نگاہوں نے یہ دیکھا تیغ چمکی مردِ غازی کی ۔ گری فرشِ زمیں پر کٹ[2] کے گردن اسپِ تازی کی

گرا گھوڑا ابوسفیاں کو لے کر فرشِ سنگیں پر ۔ دہن سے چیخ نکلی چھائی دہشت دشمنِ دیں پر

قریشی فوج کو اس نے پکارا اور دہائی دی ۔ سپاہی دفعتہً لپکے تو یہ صورت دکھائی دی

ابوسفیاں کے سینے پر سوار اک مردِ غازی تھا ۔ اور اس غازی کا دستِ راست محوِ کارسازی تھا

گرفتِ دستِ چپ میں تھی سپہ سالار کی گردن ۔ جہنم کے لئے تھی منتظر اک وار کی گردن

مگر اس[3] وار کی مہلت نہ دی قرشی سواروں نے ۔ کہ جسمِ مردِ مومن چھید ڈالا نیزہ داروں نے

یہ گلزارِ جوانی آج سیرابِ شہادت تھا ۔ بزورِ دست و بازو فاتحِ بابِ شہادت تھا

۱؎ ابوعامر کے بیٹے حنظلہؓ نے کفار کے سپہ سالار پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ ان کی تلوار ابوسفیان کا فیصلہ کر دے۔ (سیرت النبیؐ)

۲؎ حنظلہؓ بن ابوعامر نے ابوسفیان پر حملہ کیا اور اس کے گھوڑے کو پے کیا۔ گھوڑا تڑپ کر گر پڑا۔ ابوسفیان زمین پر لوٹنے لگا۔ اور شور کرتا تھا کہ اے گروہ قریش میں ابوسفیان ہوں اور یہ شخص مجھ کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ (ارشاد الحکمۃ)

۳؎ حنظلہؓ شہید کر دیے گئے۔ عین اس وقت کہ ان کا ہاتھ ابوسفیان کا گلا کاٹنے ہی والا تھا۔ (تاریخ العمران)

لبوں پر مسکراہٹ تھی لباسِ سرخ[1] تن پر تھا
عجب رنگِ بہارِ جاوداں اس گل پیرہن پر تھا

جان بچی لاکھوں پائے

ابوسفیان بھی چوٹوں کو سہلاتا ہوا اُٹھا
ہوا خواہوں کا شکریہ بجا لاتا ہوا اُٹھا

مہیا ہو گیا اک اور گھوڑا پھر سواری
کہ گھوڑے کی سواری میں تھی مضمر شانِ سرداری

گئی گھوڑے کے ماتھے، بچ گئی جاں خیریت گذری!
بڑا ابیباک تھا مردِ مسلماں خیریت گذری!

کمر میں درد، چہرہ زرد تھا اور دل ہراساں تھا
اجل نے طرح دے دی۔ ورنہ بچنا کوئی آساں تھا!

نظر آنے لگا ناکام اس کو اپنا منصوبہ
پکڑتی جا رہی تھی طول یعنی جنگِ مغلوبہ

نبیؐ کے صبر و استقلال پر اس کو تحیر تھا
وجودِ پاک ہر حالت میں بالائے تغیر تھا

---

[1] حضرت حنظلہؓ جنھوں نے سپہ سالارِ قریش ابوسفیان پر حملہ کیا اسی ابو عامر کے فرزند تھے جو اُحد میں قریش کے ساتھ ہو کر لڑنے آیا تھا اور جس نے انصار کو ورغلانے کا وعدہ کیا تھا اور میدان میں گڑھے کھدوائے تھے حضرت حنظلہؓ دل و جان سے مسلمان تھے۔ آپ نے اپنے باپ کے مقابل نکلنے کی اجازت چاہی۔ مگر آنحضرتؐ نے گوارا نہ کیا کہ بیٹا باپ کو قتل کرے۔ جنگِ مغلوبہ میں بے جگری کے ساتھ لڑے اور ابوسفیان کو گرا کر اس کے سینے پر چڑھ گئے لیکن قتل کرنے کی مہلت نہ ملی اور ابوسفیان کے پکارنے پر قریشی سواروں نے ان کو شہید کر دیا رضؓ۔ آپ غسیل الملائکہ کہلاتے ہیں کیونکہ آپ کی شادی روزِ اُحد کی گذشتہ شب ہوئی تھی اور آپ صبح اٹھتے ہی بغیر غسل فرمائے جہاد میں شامل ہونے کے لئے آئے تھے۔ ان کی زوجہ سے پچھوایا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ جنب تھے۔ اس لئے ان کا لقب غسیل الملائکہ پڑ گیا۔ (دیکھو طبری و ابن اسحٰق)

بابِ نہم

آفتاب اور بُرجِ عقرب

قریش کی سازشی ٹولی

کھڑی تھی ایک جانب قریشیوں کی سازشی ٹولی
سپہ سالار کے ہمراز تھے شیطاں کے ہمجولی

یہ چاروں حملہ کرنے کے لئے گھاتیں لگاتے تھے
پیمبرؐ تک پہنچنے کا کوئی رستہ نہ پاتے تھے

نگاہیں ابنِ قمیہ کی نظر آتی تھیں شرمندہ
گھٹاؤں میں تھا خورشیدِ رسالت اور تابندہ

ابوسفیاں قریب آکر ہنسا اور اس طرح بولا
جوانمردو ابھی تک تم نے تیغوں کو نہیں تولا

وہ جس کو قتل کرنے کی قسم تم سب نے تھی کھائی
وہ صورت سامنے موجود ہے ہمت کرو بھائی

تمہارا صید ہے آیا ہوا گھیرے میں فوجوں کے
تھپیڑے سہ رہے ہیں اسکے ساتھی تند موجوں کے

مری تجویز یہ ہے فوج ان لوگوں کو الجھائے
بڑھے بڑھ کر ہٹے ان کو نبیؐ سے دور لے جائے

اِدھر اس کے صحابہ پر ہلاکت خیز ریلا ہو
اُدھر سے جا پڑو تم سب محمدؐ جب اکیلا ہو

وہ اِک ہے۔ اور تم اتنے مقامِ شرم ہے یارو!
کسی ترکیب سے نُورِ خدا کو گھیر کر مارو!

فلاخن کے یہ پتھر اور یہ تیغ و نیزہ و خنجر
کوئی تو کارگر ہو جائے گا جانِ محمدؐ پر

کڑے سونے کے پہناؤں گا میں بازوئے قاتل میں[1]
جگہ پائے گا اس کا نام ساری قوم کے دل میں

ابُوسفیاں نے ان بہکے ہوؤں کو خوب بہکایا
یہ کوڑے بجھ چلے تھے پھر انہیں پھونکوں سے دہکایا

سجھا کر چال، آگے بڑھ گیا ان سے ابوسفیاں
لگائی گھات سانپوں نے بسوئے ہادیٔ دوراںؐ

ابُوسفیاں کی تزویریں

سپہ سالار نے اب نائبوں کو حکم پہنچائے
کہ سُورج ڈھل چکا قد کے برابر آ گئے سائے

مگر قائم مسلمانوں کا ہے پائے ثبات اب تک
کوئی بنتی نظر آتی نہیں میداں میں بات اب تک

یہی صورت اگر قائم رہی اور شام آ پہنچی
تو سمجھو خود تمہاری مرگِ بے ہنگام آ پہنچی

---

[1] ابوسفیان نے ابن قمیہ وغیرہ سے کہا کہ میں نبیؐ کو قتل کرنے والے کے ہاتھ میں سونے کے کڑے پہناؤں گا۔ جس طرح شاہانِ فارس اپنے بہادروں سے سلوک کیا کرتے تھے۔ (ارشاد الحکمۃ)

ہوئے تھے منتشر جو لوگ اک جھوٹی خبر سُن کر
وہ پلٹے آرہے ہیں اور بھی غصّے میں جل بھُن کر

سلامت باکرامت دیکھ کر سب اپنے ہادیؐ کو
پلٹ کر آنے والے پُر کئے دیتے ہیں وادی کو

کوئی صُورت کرو اُلجھا کے اُن کو دُور لے جاؤ
گڑھے کھودے تھے جو راہ میں اُن تک اِن کو پہنچاؤ

شعاعوں کو اگر خورشیدِ انور سے جُدا کر دو!
تو مَیں تم کو نویدِ فتح دیتا ہوں جوانمردو!

قریش کا بے پناہ حملہ

یہ سُن کر افسرانِ فوج اصلی بات کو سمجھے
سپہ سالار کی قابو چپیانہ گھات کو سمجھے

نئی ترکیب سے اب پھر جمایا فوج والوں کو
بڑھایا پیدلوں کو اور ڈپٹا رسالوں کو

وجودِ پاکؐ کو پھر تاک کر آگے بڑھے قاتل
پیادے اور شتر اسوار قاتل، گھڑچڑھے قاتل

انصارؓ کی فداکاری

پیمبرؐ مسکرایا دیکھ کر اس فوجداری کو
نہ جانے آج کیا مطلوب تھا محبوبِ باریؐ کو

ہوا ارشاد کون اپنے نبیؐ پر جان دیتا ہے
بشارت باغِ جنّت کی علی الاعلان لیتا ہے

زیاد ابنِ سکنؓ[۱] آگے بڑھے اور پانچ انصاری
صلہ پا کر صلاشن کر دلوں پر وجد تھا طاری
شہادت گاہ پر آنکھیں تصوّر آسمانوں پر
صداقت قلب میں لبیک کے نعرے زبانوں پر
بسانِ شیر حملہ آوروں پر جا پڑے غازی
شہادت کی طلب میں بے جگر ہو کر لڑے غازی
گلے تیغوں کے اُوپر رکھ دیئے جانیں فدا کر دیں
خوشی سے قیمتیں جنسِ محبّت کی ادا کر دیں
اگرچہ جان قرباں ہو گئی ہر اک دلاورؓ[۲] کی
صفیں لیکن الٹ ڈالیں ہجومِ حملہ آور کی
گریں آخر زمیں پر سرخرو لاشیں شہیدوں کی
ستارے بن گئیں پیشانیاں نُورآفریدوں کی
زیاد ابنِ سکنؓ میں اک ذراسی جان باقی تھی
تمنائے شہادت تشنۂ دیدار ساقی[۳] تھی
اُٹھا لائے شہیدِ[۳] ناز کو ایما سے ہادیؐ پر
مقدّر جاگ اُٹھا جب رکھ دیا سر پائے ہادیؐ پر

کوئی دیکھے تو یہ معراج شیدائے محمدؐ کا
کہ خوابِ ناز کو تکیہ ملا پائے محمدؐ کا

۱؎ ایک دفعہ ہجوم ہوا۔ تو آنحضرتؐ صلعم نے فرمایا کون مجھ پر جان دیتا ہے۔ زیاد ابن السکنؓ اپنے ساتھ پانچ انصاری لے کر اس خدمت کے لئے آگے بڑھے۔ (سیرت النبیؐ)

۲؎ ایک ایک نے جانبازی سے لڑ کر جانیں فدا کر دیں۔ (سیرت النبیؐ)

۳؎ زیاد بن سکنؓ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ان کا لاشہ لاؤ۔ لوگ اُٹھا کر لائے۔ کچھ کچھ جان باقی تھی۔ قدموں پر منہ رکھ دیا۔ اور اسی حالت میں جان دے دی ؛ (سیرت النبیؐ)

خاص ذاتِ اقدسؐ پہ حملے

ہویدا تھا نبیؐ پہ حال شیطانوں کی نیّت کا
مگر منظور تھا، جو بھی تقاضا تھا مشیّت کا

رسولؐ اللہ سے بیعت لے چکے تھے اہلِ ایماں سے[1]
کہ حق پہ جان دیں گے منہ نہیں موڑیں گے میداں سے

لہو میں غوطہ زن یہ بحرِ الفت کے شناور تھے
جدھر بڑھتا تھا پیغمبرؐ، یہ قدموں پر نچھاور تھے

کیا حملہ جو اب بڑھ کر نبیؐ کے جاں نثاروں نے
تو گھیرے میں لیا ایک ایک کو دس دس سواروں نے

قریشی فوج اس صورت سے اب پیچھے لگی ہٹنے
کہ شمعِ نور سے جاں باز پروانے لگے چھٹنے

تعاقب میں بڑھے سرکار بھی قریشی سواروں کے
یہ منظر دیکھ کر دل بڑھ گئے ان جاں نثاروں کے

کھڑے تھے اک جگہ وہ سازشی تاراج کی خاطر
جہاں خندق کھدی تھی صاحبِ معراج کی خاطر

گڑھے اُوپر سے تھے خس پوش اندر سے بہت گہرے
اچانک چلتے چلتے پائے ملہمؐ اک جگہ ٹھہرے

مقدّر تھا یہیں پہ وہ تصادم کفر و ایماں کا
کہ جس پر فیصلہ تھا قسمتِ انسان و شیطاں کا

کھڑا تھا امتحانِ زورِ باطل کے لئے ہادیؐ
بحدِّ انتہا دے دی گئی شیطاں کو آزادی

---

[1] آٹھ صحابہ کبارؓ نے اس روز حضرت کے ہاتھ پر مرنے کی بیعت کی تھی۔ مہاجرین میں سے حضرت علیؓ۔ زبیرؓ و طلحہؓ اور پانچ انصار میں سے حضرات۔ بو دجانہؓ۔ حارث بن صمہؓ۔ حبابؓ ابن المنذر۔ عاصمؓ بن ثابت۔ اور سہیلؓ بن حنیف مگر ان میں سے کسی کو موت نہ چھو سکی۔ (ارشاد الحکمت)

دور اہے پر کھڑی تھی گردشِ تقدیرِ انسانی — اِدھر تھا عالمِ باقی اُدھر تھا عالمِ فانی
اچانک ابنِ قمیہ چیختا چنگھاڑتا نکلا — درندوں کی طرح سے دوڑتا منہ پھاڑتا نکلا
صفوں کو چیرتا، للکارتا، ہنکارتا آیا — لبِ ناپاک سے گستاخ لافیں مارتا آیا
مقابل اور مخاطب ہو کے سرکارِ نبوتؐ سے — اٹھائی تیغ اس شیطاں نے ابلیسانہ قوت سے
اِدھر یہ تیغ اُٹھی، اُٹھ کے گرنے پر ہوئی مائل — اِدھر پردہ میانِ نور و آتش ہو گیا حائل

اُمِّ عمارہؓ کی جاں نثاری

اچانک چھا گئی اک ہول کی چادر زمانے پر — خدا جانے پڑی یہ ضرب کس ہستی کے شانے پر
یہ کس نے آ کے گردن زیرِ تیغِ خونفشاں رکھ دی — یہ کس بندے نے بنیادِ بقائے جاوداں رکھ دی
وہی باحوصلہ شایانِ ہر مدح و ثنا بی بی — وہی اُمِّ عمارہؓ[1]، ہاں وہی حق آشنا بی بیؓ
وہی نُوری فرشتہ تھا کہ بالتعجیل آپہنچا — نبیؐ پر ڈھال بننے کو پرِ جبریلؑ آپہنچا
نبیؐ پر وار ہوتا اُس نے دیکھا دوڑ کر آئی — اُدھر شمشیر چمکی، اس طرف یہ ڈھال لہرائی
کیا تھا وار محبوبِ خداؐ پر بد قوارہ نے — مگر سر پیشِ قاتل رکھ دیا، اُمِّ عمارہؓ نے

---

[1] اُمِ عمارہؓ کے کندھے پر زخم آیا اور سفار پڑ گیا۔ اُمِّ عمارہؓ نے بھی تلوار ماری لیکن وہ دوہری زرہ پہنے تھا۔ اس لیے کارگر نہ ہوئی۔

حیا کا معجزہ تھا، جوشِ ایماں کی کرامت تھی
کہ زیرِ تیغ کھا کر بھی وفا زندہ سلامت تھی

بڑھی اُمِّ عمارہ لے کے تیغِ آبدار اُس پر
کئے اس شیرزن نے پے بہ پے دو تین وار اُس پر

یہ جرأت دیکھ کر منہ ہو گیا تھا زرد کافر کا
مگر ملفوف تھا آہن میں تن نامرد کافر کا[۱]

عدو کو زخم خوردہ شیرنی کی شان دکھلا کر
گری اللہ کی بندی بوجہِ ضعف غش کھا کر

شریکِ جنگ تھے اس کا پسر بھی اس کا شوہر بھی
یہ تیغیں تھیں خدا کی کھل رہے تھے ان کے جوہر بھی

نگہباں تھی نگاہِ رحمتِ عالمؐ ضعیفہ کی
کہ شایانِ وفا تھی جاں نثاری اس عفیفہ کی

یہ رنگِ زخم داری شاق تھا محبوبِ باری پر
عمارہؓ کا تعیّن کر دیا تیمار داری پر[۲]

دشمنوں کی سنگ باری اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زخم داری

وجودِ پاکؐ جس نقطے پہ تھا اس وقت استادہ
وہیں وہ سازشی ٹولی شرارت پر تھی آمادہ

سمٹ کر اک جگہ اب دشمنانِ آنجنابؐ آئے
اُبیّ و ابنِ قمیہ، عتبہ و ابنِ شہاب آئے

اگرچہ خاک کے پُتلے تھے، آتش تھی سرشت ان کی
نگاہوں سے ہویدا ہو رہی تھی خوئے زشت ان کی

۱؎ اُمِّ عمارہؓ کے کندھے پر زخم آیا اور غار پڑ گیا۔ اُمِّ عمارہؓ نے بھی تلوار ماری لیکن وہ دوہری زرہ پہنے تھا۔ اس لئے کارگر نہ ہوئی۔ (سیرت النبیؐ)

۲؎ آنحضرت صلعم نے اس کے بیٹے عمارہؓ کو بلایا اور اپنی والدہ کی تیمارداری کا حکم دیا۔ (ارشاد الحکمۃ)

یہ زہری سانپ نکلے بانبیوں سے پیچ بل کھاتے ہوا میں سنسناتے پھن اُٹھاتے اور لہراتے
یہ پتلے تھے دنائت کے یہ پیکر تھے شقاوت کے یہ رحمت کے مقابل میں مظاہر تھے عداوت کے
یہ چاروں چار عنصر تھے جہنّم کی حرارت کے اٹھے تھے آج بطنِ ارض سے شعلے شرارت کے
بھرے تھے جھولیوں میں ان کے پتّھر سنگ باری کو نشانہ دُور سے کرنے لگے محبوبؐ باری کو
فلاخن کو گھماتے شور کرتے دوڑتے آئے وجُودِ رحمتہ للعالمیں پر سنگ برسائے
سیہ بختوں نے روئے مطلع الانوار کو تاکا جمال آرائے عالم کے لب و رخسار کو تاکا
زرہ تھی جسمِ اطہر پر، سرِ اقدس پہ مغفر تھا مگر اس آفتابِ نُور سے عالم منوّر تھا
برائے دیدہ و دل معرفت تھے جس کے نظارے اسی آئینہ پر چاروں نے پتّھر تاک کر مارے[۱]
کڑی ساعت تھی یہ آئینۂ رخسارِ تاباں پر اِدھر لب ہائے نازک پر اُدھر دُر ہائے دنداں پر
شکستہ ہو گئیں سلکِ دُرِ شہوار کی لڑیاں دو پارا ہو گئے لب گڑ گئیں رخسار میں کڑیاں
فلک تھا چشمِ استغسار اب کیا ہونے والا ہے زمیں کہتی تھی شاید حشر برپا ہونے والا ہے
طلسمِ رُبعِ مسکوں ٹوٹتا معلوم ہوتا تھا یہ نازک آبگینہ پھُوٹتا معلوم ہوتا تھا

---

۱ ابن شہاب نے آپ کی پیشانی خون آلود کر دی۔ عتبہ بن وقاص نے تابڑ توڑ چار پتھر کھینچ کھینچ کر مارے۔ جن سے آپ کے سامنے کے نیچے والے دو دانتوں میں داہنی طرف کا ایک دانت ٹوٹ گیا۔ اور نیچے کا ہونٹ پھوٹ گیا۔ ابن قمیہ نے رخسارِ مُبارک کو زخمی کیا اور خود کی دو کڑیاں اندر گھس گئیں۔ (خاتم المرسلین)

محمدؐ آخری امید تھی دنیائے حادث کی
اسی کی ذات تھی آماجگہ سنگِ حوادث کی

محمدؐ ہی کی خاطر یہ بنائے زندگانی تھی
اسی کو محو کرنے کی جہاں والوں نے ٹھانی تھی

لب و دنداں کہ تھے سب لائقِ دید و شنید اس کے
وہ لب زخمی وہ دندانِ مبارک تھے شہید اُس کے

زمیں پر پھول جن کے عکس تھے افلاک پر تارے
نظر آتے تھے خُوں آلود وہ پُر نور رخسارے

وہ شانہ جو علم بردارِ اصلاحِ زمانہ تھا
اسی پر ضرب آئی تھی وہی شانہ نشانہ تھا[1]

یہ بارش پتھروں کی اور اس کا تاجِ پیشانی
ادھر تھی پستیٔ فطرت اُدھر معراجِ انسانی

نگاہِ گرم سے اب بھی نہ چاروں پر نظر ڈالی
نبیؐ نے عرشِ اعظم کے اشاروں پر نظر ڈالی

دشمنوں کے وار ——— نبیؐ کی دعائیں

اگرچہ ان میں ہر اک درپئے جانِ پیمبر تھا
جنوں سب سے زیادہ ابنِ قمیہ ہی کے سر پر تھا

پسِ پشت آکے بد باطن نے تولا تیغِ عریاں کو
کہ زخمی اور غافل اس نے جانا نورِ عرفاں کو

وہیں راہب کی کھدوائی ہوئی پوشیدہ خندق تھی
نہیں خندق نہ تھی صدمے کی شدت سے زمیں شق تھی

۱؎ شانے کا زخم ایک مہینے سے زیادہ عرصے تک رہا۔ (ارشاد الحکمۃ)

۲؎ ابن قمیہ نے رخسارے پر پتھر مارا ساتھ ہی تلوار کا وار کیا۔ اس وقت آنحضرتؐ ان گڑھوں میں سے ایک میں ہو رہے جو ابوعامر نے رات کو کھدوائے تھے۔ (ارشاد الحکمۃ)

جونہی یہ کھینچ کر سرکار پر تیغِ دودم آیا
وہیں ملعون کا اس خس پوش خندق پر قدم آیا

گڑھا کھودا گیا تھا جان لینے کے ارادوں سے
مگر وجہِ حفاظت بن گیا ان بدنہادوں سے

یہاں بھی گاڑ رکھی تھیں سنانیں نیزہ و خنجر
ہُوا مجروح ان سے بھی وجودِ پاک پیغمبر

یہ جو کچھ بھی ہُوا، ایسا سریع و ناگہانی تھا
زمانہ یہ نہ سمجھا آج باقی تھا کہ فانی تھا

ہدف تھی اس طرح جانِ دو عالم چیرہ دستی کی
کہ چلتے چلتے نبضیں رُک گئیں دنیائے ہستی کی

فلک پر مہر آزُردہ، زمیں پر گل فسردہ تھے
جبین و رخسار و لب و دندان و شانہ زخم خوردہ تھے

اگرچہ زانوؤں پر زخم ضربیں ساقؑ پر آئیں
دعائیں ہی زبانِ مصدرِ اخلاقؐ پر آئیں

رباعیہؑ شکستہ تھی لبوں سے خون بہتا تھا
دُعائے خیر کرتا تھا محمدؐ اور کہتا تھا

کہ "اے پروردگار، آمرزگار ان کو معافی دے!
نہ کر ان کی خطاؤں کا شمار ان کو معافی دے!

نہیں اُبھری ابھی یہ قومِ جاہل اپنی پستی سے
خداوندا یہ بندے بے خبر ہیں رازِ ہستی سے

نہ دیکھ ان کے عمل اپنے کرم ہی پر نظر فرما
الٰہی بخش دے ان کو، الٰہی درگذر فرما"ؑ

ؑ دونوں زانو مضروب و مجروح ہو گئے۔ ساق مبارک پر زخم آئے۔ (تاریخ العمران)

ؑ رباعیہ۔ ثنایا اور انیاب کے بیچ کے چار دانت۔ ان میں سے ایک دانت نیچے کا شہید ہو گیا۔ (تاریخ العمران)

ؑ آپؐ کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ رب اغفر قومی فانھم لا یعلمون "اے خدا میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ بےخبر ہیں"۔ (سیرت النبی)

رفیقانِ نبوّت

یہ نازک وقت آخر ٹل گیا انسان کے سر سے / جہانِ زندگی قائم رہا جانِ پیمبرؐ سے

نبیؐ کے جاں نثار اب تک گھرے تھے فوج کے اندر / نظر آتی تھیں یہ تیغیں رواں ہر موج کے اندر

اِدھر یہ سانحہ گذرا، اُدھر ان کے قدم پلٹے / اسی خندق کی جانب یک بیک عالی ہمم پلٹے

جونہی آیا وجودِ صاحبِ لولاک خندق میں / وہیں اُترے جنابِ بوترابؓ پاک خندق میں

ابوبکرؓ و عمرؓ پہنچے عبیدہؓ بھی ادھر آئے / علیؓ کے ساتھ ہی طلحہؓ بھی اس خندق میں در آئے

زمیں مدہوش تھی بھولا تھا گردش گنبدِ گرداں / بدستِ سرورِ کونینؐ تھا دستِ شہِ مرداں

جنابِ طلحہؓ کے بازو سہارا دیتے جاتے تھے / یداللہؓ رفعتِ صد عرش کو اوپر اٹھاتے تھے[1]

وہ رشکِ ماہِ کنعاں جب نکل کر چاہ سے آیا / زمانہ ہوش میں آوازِ بسم اللہ سے آیا

لیا جھرمٹ میں پھر اپنے نبیؐ کو جاں نثاروں نے / بگردِ ماہ اک ہالا بنا ڈالا ستاروں نے[2]

بجان و روحِ مشتاقاں بہت نازک تھیں یہ گھڑیاں / کہ رخسارے میں جم کر رہ گئی تھیں خود کی کڑیاں

---

۱ حضرت علیؓ نے فوراً ہاتھ پکڑ کے اور طلحہ بن عبیداللہؓ نے آپؐ کو اس گڑھے سے باہر آنے میں مدد کی۔ (خاتم المرسلین)

۲ جاں نثاروں نے آپؐ کو دائرے میں لے لیا۔ (سیرت النبیؐ)

لبوں پر ضرب تھی، درمانے دنداں بھی شکستہ تھے
زباں الحمد کہتی تھی دہانِ زخم بستہ تھے

شہادت کی ارزانی

صحابہؓ ہر طرف سے جمع ہو کر جب ادھر آئے
تو پھر چاروں طرف سے دشمنوں نے تیر برسائے

فدا کاروں نے حلقہ باندھ کر گرد اپنے ہادیؐ کے
عیاں فرما دیئے جوہر رگِ عالی نہادی کے

عمارہؓ بن گئے تکیہ پناہِ ہر دو عالم کا
شہادت مل گئی پایا جو پایا عرشِ اعظم کا[1]

سرِ طلحہؓ تھا ہر کھینچی ہوئی شمشیر کے آگے[2]
سپر تھا بو دجانہ کا جگر ہر تیر کے آگے[3]

نبیؐ سرمایۂ عرفاں تھا جانیں تھیں نثار اس پر
خزانہ تھا کہ پہرہ دے رہی تھی ذوالفقار اس پر

دیئے جاتے تھے جاں دیوانہ وار اس پر یہ فرزانے
بذوق و شوق جیسے شمع پر جلتے ہیں پروانے

خدا کے دوست اعدائے نبیؐ سے اس قدر کم تھے
کہ آٹے میں نمک تھے یا برِوئے برگ شبنم تھے

---

[1] عمارہؓ بن زیاد پر آپ نے قدِ مبارک کا تکیہ لگا دیا۔ ان کے چودہ زخم لگے تھے اور وہ شہید ہو گئے تھے۔ (ارشاد الحکمۃ)

[2] حضرت طلحہؓ کے سر پر کسی نے تلوار ماری۔ عین اس حالت میں کہ وہ رسولؐ کی حفاظت کر رہے تھے۔ (تاریخ العمران)

[3] ابو دجانہؓ جھک کر سپر بن گئے۔ اب جو تیر آتے تھے ان کی پیٹھ پر آتے تھے۔ (سیرت النبی)

مگر بڑھتے چلے جاتے تھے ارمانِ شہادت میں
شہادت جلوہ گر تھی ان کے سیمائے سعادت میں

یہ وہ تھے جن کو مال و جان سے ایمان پیارا تھا
محمدؐ ہی جنہیں دونوں جہانوں کا سہارا تھا

خالد کی حیرت

بہت ہی تنگ تھا میدان صحابہ کی شجاعت پر
ہزاروں کا تھا دھاوا ایک چھوٹی سی جماعت پر

مسلمانوں کا ہادی اب بحالِ زخم داری تھا
زمیں سہمی ہوئی تھی آسماں پر ہول طاری تھا

تھا اک عورت کے ہاتھوں میں عَلَم فوجِ قریشی کا
بڑھا تھا اور اس منظر سے دم فوجِ قریشی کا

اُدھر فرضِ نمازِ ظہر کا ہنگام آیا تھا
اِدھر روئے زمیں پر ابر لالہ فام چھایا تھا

تیمّم خاک سے کر کے لہو سے باوضو ہو کر
جہاں بھی تھے مسلماں جھک رہے تھے قبلہ رُو ہو کر

مگر خالد کہ تھا محظوظ اپنی فتح مندی سے
یہ منظر دیکھتا تھا آج گھوڑے کی بلندی سے

جہاں برچھوں کے پھل آتے ہی گڑ جاتے تھے سینوں میں
جہاں وزن کئے جاتے تھے ہستی کے سفینوں میں

جہاں بوق و دہل کا شور و غل تھا جھانجھ بجتے تھے
جہاں بجلی چمکتی تھی جہاں بادل گرجتے تھے

جہاں ناحق نے حق کو محو کر دینے کی ٹھانی تھی
جہاں اک سمت تھی موت ایک جانب زندگانی تھی

جہاں اللہ والوں پر تھے نرغے فوجِ شیطاں کے
مقابل بیس بیس اشرار تھے اک اک مسلماں کے

جہاں اک سمت تھی گالی گلوچ اک سمت تکبیریں
جہاں اک سمت ڈھالیں بھی نہ تھیں اک سمت شمشیریں

جہاں دھرتی کے سینے پر تھی مارا مار گھوڑوں کی
جہاں ٹاپیں سموں کی تھیں، جہاں پھنکار کوڑوں کی

جہاں باطل سپہ سالارِ انبوہِ بہائم تھا
جہاں حق باوجودِ قلّتِ تعداد قائم تھا

جہاں کھنچی تھی ہر شمشیر ہر خنجر کشیدہ تھا
وہیں اک سر باطمینان سجدے میں خمیدہ تھا

یہی سر اس جہاں میں پر سکوں معلوم ہوتا تھا
فلک اس سر کے آگے سرنگوں معلوم ہوتا تھا

جہاں قاتل نگاہوں کی لگی تھیں ہر طرف گھاتیں
وہیں ہوتی تھیں باہم ساجد و مسجود میں باتیں

نہ دیکھا تھا یقین و صدق کا یہ پاک نظّارا
دلِ خالد پکارا کس سے ہو تم معرکہ آرا؟

محمد کے خلاف اپنی یہ گیر و دار ہے خالد
محمد کو نہیں پروا، یہ کیا اسرار ہے خالد!

لہو سے تر ہے رُخ مضروب ہیں دندان و لب اُس کے
مگر اُٹھتے ہیں بہرِ خیر ہی دستِ طلب اُس کے

یہ اطمینان خالی از صداقت ہو نہیں سکتا!
کسی دنیا طلب میں ہو یہ طاقت ہو نہیں سکتا!

شکست و انتشار و بے سر و سامانی و قلّت
یہ سب کچھ ہے، مگر قائم ہیں پائے ہادیِ ملّت ؐ

پیمبر ؐ کے سوا یہ ضبط و اطمینان ناممکن!
بشر کتنا بھی صابر ہو، مگر یہ شان ناممکن!

کسی انساں میں خالد نے کمال ایسا نہ پایا تھا
جمال ایسا نہ دیکھا تھا، جلال ایسا نہ پایا تھا

کبھی نامِ خدائے لایزال آیا نہ تھا دل میں
سوال آیا نہ تھا لب پر، خیال آیا نہ تھا دل میں

کھڑی تھی زندگانی کفر و ایماں کے دوراہے پر
اِدھر تھی عظمتِ قومی، اُدھر تصدیقِ پیغمبرؐ

خدا والوں کو دی جس نے شکست اب خود شکستہ تھا
گسستہ کفر سے تھا آج دل ایماں سے بستہ تھا

نبیؐ کی تیغ سے مذبوح ہو کر رہ گیا خالدؓ!
اِدھر فاتح اُدھر مفتوح ہو کر رہ گیا خالدؓ!

نوشتے ہیں مگر کچھ گمرہی کا دور باقی تھا
پئے اظہارِ ایماں غور کرنا اور باقی تھا

تلاطم پیدلوں میں اور جنبش تھی رسالوں میں
مگر خالدؓ الجھ کر رہ گیا تھا ان خیالوں میں

اِنتہائی کشمکش

نظر خورشیدِ عالمتاب کی روئے زمیں پر تھی
کہ جس سے روشنی ملتی تھی وہ صورت یہیں پر تھی

گھٹائیں کفر کی الجھی ہوئی تھیں نورِ ایماں سے
اُحد کے سنگریزے سرخ تھے خونِ شہیداں سے

جھلکتا تھا شہیدوں کا لہو اس طرح میداں میں
شفق پھولی ہوئی ہو جس طرح روزِ درخشاں میں

مسلماں بے سر و ساماں تھے اور تعداد میں تھوڑے
مقابل میں ہزاروں کا ہجوم اور سینکڑوں گھوڑے

یہم کثرت نے وحدت کو بہا دینے کی ٹھانی تھی
زمانے سے نشانِ حق مٹا دینے کی ٹھانی تھی

جھلک اُٹھتے ہیں کالی بدلیوں میں جس طرح تارے
ہجومِ کفر میں تھے اس طرح اللہ کے پیارے

یہ گویا ایک دریا تھا بھنور تھے جا بجا اس میں
شناور کو نکلنے کا کوئی رستہ نہ تھا اس میں

بنے تھے چار جانب دائرے سے لڑنے والوں کے
کہیں پیدل کہیں اسوار تھے قرشی رسالوں کے

صحابہ مرکزی نقطے تھے ان مہلک دوائر کے
اٹھے تھے اسلحہ جیسے قفس ہو گرد طائر کے

سمٹتے، پھیلتے، بڑھتے ہوئے گھٹتے ہوئے حلقے
ابھرتے، بیٹھتے، ملتے ہوئے چھٹتے ہوئے حلقے

بابِ دہم

خاتمۂ جنگِ اُحُد

قریش کی بے دلی

دکھائی استقامت حق نے باطل گھٹ چلا آخر
ہجومِ فوجِ قرشی ہو کے بیدل ہٹ چلا آخر

ڈھلا جاتا تھا سُورج عصر کا ہنگام آیا تھا
ابُوسفیاں کے دل پر خوف نے سکّہ جمایا تھا

مسلمانوں کے استقلال سے تھا اس کو اندیشہ
سمجھتا تھا محمدؐ کے صحابہ ہیں وفا پیشہ

عجب اُن کے ارادے ہیں عجب ان کے عزائم ہیں
مسلماں باوجودِ قلّتِ تعداد قائم ہیں

کثیر افراد قرشی فوج میں اب زخم خوردہ تھے
لڑائی ختم ہونے میں نہ آتی تھی فسردہ تھے

غنیمت جان کر اس عارضی غلبے کی صورت کو
ہٹایا معرکے سے اُس نے فوجِ بدمہورت کو

کیا رُخ افسروں کے ساتھ اک اونچے سے ٹیلے کا[1]
کہ باہم مشورہ کر لیں کسی آئندہ حیلے کا

بڑھے سرکار والا دائرے میں جاں نثاروں کے
بحالِ زخم داری دامنوں پر کوہساروں کے

ہوا ارشاد مہلت دو نہ ان کو حفظِ شوکت کی
بلندی تو نہیں ہے شانِ اہلِ شرک و بدعت کی[2]

یہ سُن کر اک جماعت کو عمرؓ لے کر بڑھے آگے
کیا حملہ تو ٹیلا چھوڑ کر سب مشرکیں بھاگے

اُبیّ بن خلف شانِ نبوّت سے طالبِ جنگ

قریش اب ہار کر خالی کئے جاتے تھے وادی کو
جبل کی سمت راجع تھے صحابہؓ لے کے ہادیؐ کو

اسی عالم میں گھوڑے پر اُبیّ ابنِ خلف نکلا[3]
نبیؐ سے جنگ کرنے کی طلب میں ناخلف نکلا

یہ حصّہ لے چکا تھا اس سے پہلے سنگباری میں
تھا اس کا ہاتھ بھی شامل نبیؐ کی زخم داری میں

نظر آئے جو اس کو زخم خوردہ ہادیٔ دوراں
خیال آیا کہ اب قتلِ محمدؐ ہے بہت آساں

---

[1] اب ابوسفیان اور چند مشرکین ایک اُونچی چٹان پر چڑھے۔ (خاتم المرسلین)

[2] آپؐ نے فرمایا۔ ان لوگوں کی تو یہ شان نہ ہونی چاہئے۔ اشارہ پاتے ہی حضرت عمرؓ اور چند جاں نثاروں نے حملہ کر دیا۔ انہیں اس چٹان پر سے مار کر ہٹایا اور خود اس بلندی پر قابض ہو گئے۔ (خاتم المرسلین)

[3] رسول اللہ صلعم اپنی جماعت کے دائرے میں بحالِ زخم داری جبل کی طرف راجع تھے کہ اُبیّ ابن خلف گھوڑے پر سوار بھالا تانے ہوئے نبیؐ کا نام لے کر پکارتا ہوا آیا۔ (ارشاد المحکمۃ)

یہ گویا انتہا تھی آج ابلیسی شرارت کی
نبیؐ سے دُو بدُو لڑنے کو نکلا، یہ جسارت کی

گستاخانہ پیغام

ابیّ ابنِ خلف کے ہاتھ میں لمبا سا بھالا تھا
اسی دن کے لئے گھوڑا بھی اس کافر نے پالا تھا

خریدی تھی نہایت شوق سے مرگِ دوام اُس نے
رسُول اللہؐ کو بھیجا تھا پہلے سے پیام اُس نے

کہ میرے پاس اک مضبُوط اور مربُوط بھالا ہے
پھل اس بھالے کا مَیں نے اپنے ہاتھوں ہی سے ڈھالا ہے،

مرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے محنت سے پالا ہے
یہ گھوڑا اپنی اصل و نسل میں سب سے نرالا ہے

کیا کرتا ہُوں جان و دل سے خدمت اسپ تازی کی
بڑے زور و ں سے کی ہے مشق میں نے نیزہ بازی کی

تمنّا ہے کہ اس گھوڑے پہ چڑھ کر تان کر بھالا
کروں اک وارِ استقبالِ جانِ حضرتِ والا

---

۱ بعد معرکۂ بدر اُبیّ ابن خلف اپنے بیٹے کو فدیہ دے کر رہا کرانے آیا۔ تو کہنے لگا۔ میری سواری میں ایک اصیل اور تیز گھوڑا ہے اور مَیں نیزہ بازی کی مشق کیا کرتا ہوں تاکہ اس پر سوار ہو کر نیزے سے آپ کو قتل کروں۔ رسول اللہ نے فرمایا بلکہ مَیں تجھ کو قتل کروں گا۔ حالانکہ تو اسی گھوڑے پر سوار ہوگا۔ انشاء اللہ (رشاد الحکمۃ)

بعض روایات میں ہے کہ یہ بات اس نے مکّے سے کہلا بھیجی تھی۔ اور آنحضرتؐ نے مدینے میں جواب دیا تھا (تاریخ الحرمین)

آنحضرتؐ کی پیش گوئی

رسول اللہ یہ پیغام سُن کر مسکرائے تھے　　لبِ سرکار پر اُس وقت یہ الفاظ آئے تھے

کہ "ہاں شاید یہی ہے مرضیٔ باری تعالیٰ بھی　　اسی گھوڑے پہ تو ہو تیرے قبضے میں یہ بھالا بھی

دراں حالیکہ تو ہوگا سوار اپنے ہی گھوڑے پہ　　اسی بھالے سے تجھ کو قتل کر ڈالے گا پیغمبرؐ"

صحابہؓ کا رسولؐ کی بجائے نکلنے پر اصرار

غرض شیطاں نے اکسایا جو اسکی فطرتِ بد کو　　پکارا "میں طلب کرتا ہوں میداں میں محمدؐ کو

مجھے مطلوب ہے حضرت کریں ایفا یہاں وعدہ　　کہ باہم ہو چکا ہے میرے ان کے درمیاں وعدہ

میں اس میداں سے اوروں کی طرح خالی نہ جاؤں گا　　پیمبرؐ کو ہدف خونریز بھالے کا بناؤں گا

وہ زندہ رہ گئے تو زندگی میری نہیں باقی　　کہاں شیطاں؟ اگر ہے رحمۃ للعالمینؐ باقی!"

غرض اس طرح اس رہزن نے بڑھ کر راستہ روکا　　پکارا نام لے کر اور رسول اللہ کو ٹوکا

تخاطب نام نامی سے کیا جس دم سوالی نے　　توجہ منعطف کی اس طرف سرکارِ عالیؐ نے

فدا کاروں نے چاہا بڑھ کے اس کے سامنے جائیں　　رسول اللہ کیوں اس کے لئے تکلیف فرمائیں

گذارش کی غلاموں میں سے دے کوئی جواب اسکو
وجودِ پاک تک آنے نہ دیں عالی جناب اس کو

جبیں زخمی شکستہ ہیں دُرِ شہوار کی لڑیاں
ابھی پیوستہ رخسارے میں ہیں فولاد کی کڑیاں

یہ کڑیاں کھینچنا لازم ہیں رخسارِ مبارک سے
ابھی عہدہ برا ہونا ہے اس کارِ مبارک سے

رُخ و شانہ پہ گہرے زخم ہیں ماہ تمامی کے
مقابل ہوں نہ ایسے حال میں اس فردِ عامی کے

نبی بہ نفسِ نفیس دشمن کے مقابل

صحابہ[رض] عرض کرتے ہی رہے تا حدِّ گویائی
مگر سرکار نے یہ بات نامنظور فرمائی

ہوا ارشاد "ذاتِ حق توانا اور غالب ہے
یہ دشمن کوئی ہو لیکن محمد ہی کا طالب ہے"

یہ فرما کر قدم آگے بڑھاتے جانبِ دشمن[۲]
ہوا اب پیکرِ تشویش ہر دالبستہ دامن

کوئی ہتھیار بھی دستِ مبارک میں نہ تھا اس دم
رفیقوں ہی کو سب کچھ دے چکے تھے ہادیٔ اکرم

جبیں، رخسار، لب، دندان و شانہ خون آلودہ
جراحت ساق و زانو پر مگر وہ راہ پیمودہ

براق و رفرف و دُلدُل مہیا اور وہ پیدل!
خدائی بھر کا جزو و کُل مہیا اور وہ پیدل!

---

[۱] مسلمین نے عرض کی۔ اجازت ہو۔ تو ہم میں سے کوئی اس کا جواب دے لیکن حضرت نے انکار کر دیا۔ (ارشاد الحکمۃ)

[۲] آنحضرت بہ نفسِ نفیس اُبی کو جواب دینے کے لیئے بڑھے بجالیکہ آپ انتہا کے زخمی تھے۔ (تاریخ الحمران)

اُدھر وہ ناخلف گستاخ تھا اسوار گھوڑے پہ — مسلح مستعد آمادہ و تیار گھوڑے پر

کیا شیطان ابنِ خلف کی شکل میں تھا؟

پناہِ نوعِ انساں کے مقابل ایک انساں تھا — نہیں انساں نہ تھا اس شکل میں خود آپ شیطاں تھا

وہی ناری فرشتہ راندۂ دربار سرکاری — ازل میں جو ہوا تھا سجدۂ آدم سے انکاری

محمدؐ ہی کا جلوہ نور تھا سیمائے آدم کا — حقیقت میں وہ دشمن تھا اسی نورِ مجسم کا

عیاں کرتا نہ رنگ ابلیس اپنی فطرتِ بد کا — اگر خطرہ نہ ہوتا اس کو تخلیقِ محمدؐ کا

محمدؐ ہی کی ذاتِ پاک سے اس کو خصومت تھی — محمدؐ ہی سے اندیشے میں شیطانی حکومت تھی

محمدؐ ہی سے اس کو جنگ تھی مطلوبِ عالم میں — محمدؐ ہی تھا اک اللہ کا محبوب عالم میں

ظہورِ مصطفےٰ نے دہر میں جب نور باری کی — رخِ آفاق سے چھٹنے لگی شیطاں کی تاریکی

نظر آیا شکستہ جب طلسمِ فتنہ اندازی — تو میدانِ احد میں اُس نے کھیلی آخری بازی

کوئی صورت نہ پائی جب علی الرغمِ رسولؐ اُس نے — کیا ابنِ خلف کے پیکرِ بد میں حلول اُس نے

فرشتے دم بخود جبریلؑ بھی حیرت سے تکتا تھا — بغیر اذنِ عالی کوئی بھی کچھ کر نہ سکتا تھا!

سنانِ نیزۂ ابلیس ناگن کی طرح لپکی — بنائے چرخ تھرائی، پلک خورشید کی جھپکی

نگاہِ فرش اُٹھی بیتاب ہو کر عرش کی جانب — نگاہِ عرش بھی لیکن جھکی تھی فرش کی جانب

تصوّر نے جہانِ زیست کو زیر و زبر پایا — حقیقت کو مگر اک اور ہی عالم نظر آیا

قریبِ سینۂ بے کینہ جب نوکِ سناں آئی — بنانِ نیزہ پر دستِ نبیؐ نے دسترس پائی

تحیّر میں تھا خود اعجاز، اعجازِ رسالت سے — کہ نیزہ آپ نے چھینا عدوئے پر ضلالت سے

یہ مشّاقی تھی یا اعجاز یا زورِ انامل تھا، — کہ اب نیزہ بدستِ قبضۂ انسانِ کامل تھا

نظر آیا جو تازہ معجزہ سرکارِ عالی کا — پلٹ کر پھر رُخِ ہستی پہ رنگ آیا بحالی کا

اسی نیزے کو لے کر آپ نے سوئے عدو دیکھا — تنِ ابنِ خلف کو غرقِ آہن مُو بمُو دیکھا

چڑھی تھیں پاکھریں فولاد کی دیوزاد گھوڑے پر — چٹانوں کا گماں ہوتا تھا ہیبت ناک جوڑے پر

بڑی سی ایک اہرن تھی بڑی سی ایک اہرن پر — کہ اک دیوِ سیہ بیٹھا ہوا تھا کوہِ آہن پر

صحابہ چپ تھے لیکن تھے بہت بے چین دل ان کے — دھڑکتے تھے بجائے سرورِ کونین دل ان کے

نبیؐ زخمی، مقابل میں تھا اک شیطان آہن کا — بجز آہن کوئی حصّہ نظر آتا نہ تھا تن کا

مگر اب نبضِ ہستی کو ابھارا دستِ ہادیؐ نے — کیا نیزے کا ہلکا سا اشارا دستِ ہادیؐ نے

کچوکا سا دیا جس دم عجیب صورت نظر آئی — انی نیزے کی دشمن کے گلو سے جا کے ٹکرائی [1]

---

[1] اُبی ابن خلف نے آپ پر نیزے کا وار کرنیکی جرأت کی۔ مگر آپ نے ہتھیار اس کے ہاتھ سے چھین کر اس پر وار کیا۔ (خاتم المرسلین)

فضا اک چیخ کی آوازِ ہیبت ناک سے گونجی
لبِ ناپاک سے یا آہنی پوشاک سے گونجی
گرا ابنِ خلف گھوڑے سے فرشِ خاک کے اوپر[1]
طمانیت کی سرخی چھا گئی افلاک کے اوپر
زمیں پر بیل کی مانند ڈکرانے لگا ناری[2]
ہوئی باطل کے گھر میں ماتمِ شیطاں کی تیاری
بحالِ وجد عرش و فرش و افلاک و زمیں جھومے
ہوئے جبریل نازل، آکے دستِ شاہِ دیں چومے
صحابہ کے دہن پر نعرہ تھا اللہ اکبر کا
خدا نے بول بالا کر دیا اپنے پیمبر کا[3]

ابنِ خلف کی نگاہِ واپسیں

اٹھایا آکے اس بسمل کو اخوان الشیاطیں نے
جسے ہلکا سا اک چرکا دیا تھا سرورِ دیں نے
وہ اس کو لے چلے، کرتا رہا وہ ہائے واویلا
یہ واویلا احد کی وادیوں میں دور تک پھیلا
قریشی فوج والے آکے سمجھانے لگے اس کو
تسلی دینے اور ہنس ہنس کے بہلانے لگے اس کو
کہا ننھی سے معمولی خراش آئی ہے گردن پر
نہ کوئی زخم سینے میں نہ کوئی ضرب ہے تن پر

۱ے حضرت نے اسی حربہ سے ابی کی گردن میں ایسی انی ماری کہ وہ گھوڑے سے گرا (ارشاد الحکمۃ)

۲ے وہ بیل کی طرح ڈکارتا تھا۔ اور واویلا کرتا تھا۔ (تاریخ العمران)

۳ے اشارہ ہے اس پیشگوئی کی طرف جو حضرت نے اس کا پیغامِ جنگ پا کر فرمائی تھی۔ یعنی انشاء اللہ میں ہی تجھ کو قتل کروں گا۔ (مصنف)

نہ جانے اس فغان و آہ و زاری کا سبب کیا ہے | تم اتنا چیختے ہو دلفگاری کا سبب کیا ہے [1]

یقیں رکھو اُبیؔ، اس زخم سے تم مر نہ جاؤ گے | ابھی دو دن میں اچھے ہو کے پھر لڑنے کو آؤ گے

یہ سُن کر اُس نے کھولیں مُردنی چھائی ہوئی آنکھیں | غضب پُر ہول تھیں بے نور پتھرائی ہوئی آنکھیں

کہا اے دوستو اے لات و عزّیٰ کے پرستارو! [2] | قسم ہے لات و عزّیٰ ہی کی مجھ کو اے مرے یارو

اگر قومِ قریشی اس لڑائی سے نہ باز آئی | یہی صورت اگر درپیش اہلِ ذی المجاز آئی

وہ جس نے مجھ کو مارا ہے اگر اُس نے تمہیں مارا | نہ پائے گا کوئی مرگِ دوامی کے سوا چارا

نہیں تم دیکھتے کیسا زمانہ آتا جاتا ہے | وہ اب اک اک قدم پر معجزے دکھلاتا جاتا ہے

یہ حربہ اور مری حالت مقامِ غور ہے یارو! | تم اس کو اور کچھ سمجھے ہو وہ کچھ اور ہے یارو

یہ کہہ کر چیخ ماری اور گردن اُس نے ڈھلکا دی
جھکی سوئے زمیں آخر یہ نمرودی و شدّادی

سمایا ہول سینوں میں گھروں کو اہلِ کیں بھاگے | اسی گھوڑے پہ لادا اُس لعیں کو اور لعیں بھاگے [3]

---

[1] اس کے اس طرح چیختے چلانے پر تعجب کرتے تھے۔ جب وہ اُسے اُٹھائے لئے جاتے تھے تو وہ اس کو تسلیاں دیتے تھے کہ تم کو کوئی گزند نہیں۔ یہ ضرب بالکل معمولی ہے اور تم جلد اچھے ہو جاؤ گے اور اپنا بدلہ لو گے۔ (تاریخ العمران)

[2] اُس نے کہا۔ لات و عزّیٰ کی قسم جس شخص نے مجھ کو ضرب لگائی ہے اگر اسی طرح وہ کل اہل ذی المجاز کے ساتھ کرے گا تو تم سب مارے جاؤ گے۔ ذی المجاز منا میں ایک مقام ہے کہ اُبیؔ ابن خلف وہیں رہتا تھا۔ (ارشاد الحکمۃ)

[3] اُس نے کہا۔ کیا اُس نے پہلے سے نہیں کہہ دیا تھا کہ وہ مجھ کو اسی گھوڑے پر قتل کرے گا۔ (ارشاد الحکمۃ)

اٹھا کر لے گئی شیطان کو شیطاں کی ذرّیّت
ابھی تک ضربِ حق کی وہ نہ سمجھے تھے اہمیّت

وہ سمجھے تھے علاج اس زخمِ معمولی کا آساں ہے
خبر کیا تھی یہ جسمِ اہرمن پر ضربِ یزداں ہے

یہ زخم اک نقش تھا شیطان کی مرگِ دوامی کا[1]
گلا کاٹا تھا حرّیّت نے انسانی غلامی کا

ابنِ حُمَید[2] کا حملہ اور حضرت ابُودجانہ رضؓ

اُدھر سرکار والا پھر ہوئے راجع بلندی کے
ارادے تھے جہاں اب زخمیوں کی زخم بندی کے

فداکاروں نے بھی امروز کاری زخم کھائے تھے
مگر بھیں ہمتیں عالی نبیؐ نے دل بڑھائے تھے

قریشی ٹولیاں بھاگی چلی جاتی تھیں میداں سے
کہ ان کے قلب زخمی ہو چکے تھے زخمِ شیطاں سے

مگر ابنِ حُمَید اک پہلواں تھا سخت غصّے میں
بڑھا سوئے رسول اللہ یہ بدبخت غصّے میں

جبل پر چڑھ رہا تھا اس گھڑی اسلام کا ہادیؐ
کہ آیا دوڑ کر یہ دوسرا شیطاں کا امدادی

صدا دی، یا محمدؐ آپ اگر رہ جائیں گے زندہ[3]
"تو قریشی عورتیں مجھ کو کریں گی سخت شرمندہ"

---

[1] اُبیّ ابن خلف اس زخم سے راہ میں مر گیا اور یہی ایک بدنصیب تھا جو خود آنحضرتؐ کے دستِ مبارک سے جرکا کھا کر مرا۔

[2] عبداللہ بن حُمَید اسَدی جو اپنی شجاعت کی وجہ سے اسدِ قریش کہلاتا تھا۔ یہ بھی رسول اللہ کو قتل کر دینے کی قسم کھانے والوں میں شامل تھا۔ (خاتم المرسلین)

[3] ابن حُمَید اسدی گھوڑے کو دوڑاتا ہوا عین اس وقت جب رسولِ مقبولؐ جبل پر صعود کر رہے تھے۔ آیا اور پکارتا تھا کہ مجھے بتاؤ محمد کہاں ہے تاکہ میں اس کو قتل کروں۔ (ارشاد الحکمۃ)

رہی باقی نہ تابِ ضبط قلبِ بُودجانہؓ میں
نظر آیا انہیں کافر غرورِ کافرانہ میں

کہا میری طرف آ، بے ادب! مجھ سے مخاطب ہو!
کسے کس منہ سے کرتا ہے طلب مجھ سے مخاطب ہو!

لیا ہے تُو نے جس کا نام ارفع ہے مقام اس کا
بہت کافی ہے تیری گوشمالی کو غلام اُس کا"

یہ کہہ کر بُودجانہؓ جا پڑے تمثالِ شیر اس پر
نہیں کی حملہ کرنے میں ذرا غازی نے دیر اس پر

نبیؐ کی تیغ کا سایہ نہ بد اعمال پر ڈالا
دبوچا اور گرایا اور بسرعت ذبح کر ڈالا[۲]

یہ کام انجام دے کر برق آسا ایک ساعت میں
جناب بُودجانہؓ جا ملے اپنی جماعت میں

نبیؐ کے رخسارِ مبارک میں چُبھی ہُوئی کڑیاں

فرازِ کوہ کی جانب چلے جاتے تھے اب غازی
تھکن غالب نظر آتی تھی ان پر بعدِ جانبازی

نبیؐ کا عزم استقلال ان کا دل بڑھاتا تھا
سہارا عشق کا سب کو سہارا دیتا جاتا تھا

بالآخر اک چٹان اس راستے میں ہوگئی حائل
وجودِ پاک لیکن تھا بلندی کی طرف مائل

جنابِ طلحہؓ جھک کر بن گئے اس بام کا زینہ
چڑھا اس طرح اوجِ کوہ پر عرفاں کا گنجینہ[۳]

۱؎ حضرت ابُودجانہ کو تاب نہ رہی۔ دَوڑ کر اس کے مقابل ہوئے اور فرمایا۔ اس شخص سے مقابلہ کر جو محمدؐ کیلئے اپنی جان فدا کرتا ہے (ارشادالحکمۃ)

۲؎ ابُودجانہؓ نے حمیدؔ کو گھوڑے سے دبوچ لیا اور پچھاڑا اور جس طرح بکری کو ذبح کرتے ہیں۔ ذبح کر ڈالا۔ (تاریخ العمران)

۳؎ رسُول اللہؐ ثابت قدموں کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ (سیرت النبیؐ)

یہاں کھنچی گئیں رخسار سے فولاد کی کڑیاں
صحابہؓ کے قلوبِ پاک پر نازک تھیں یہ گھڑیاں

یہ کڑیاں جم گئی تھیں اس طرح رخسارِ انور میں
کہ تھا یہ مسئلہ نازک محبانِ پیمبرؐ میں

اِدھر آنکھیں اُدھر آئینۂ رخسارِ تاباں تھا
یہ کڑیاں کس طرح کاٹیں؟ ہر اک جانباز حیراں تھا

مگر کھینچا انہیں دانتوں میں لے کر بوعبیدہؓ نے
نچھاور کر دیئے دانتوں کے گوہر بوعبیدہؓ نے

نزولِ آیہ اور رسولؐ کا ارشاد

لبِ رخسار سے اس وقت دھاروں خون بہتا تھا
نبی شکرِ خدا کرتا تھا اور عبرت سے کہتا تھاؐ

وہ کیسے جرأت جو قوم اپنے نبیؐ کا خوں بہانے کی
سبیل اُس کے لئے ہے کون؟ راہِ راست پانے کی

ا۔ آنحضرتؐ نے ایک بلند چٹان پر چڑھنا چاہا۔ مگر دوہری زرہیں پہنے ہوئے تھے۔ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نیچے بیٹھ گئے ان کی پیٹھ پر پاؤں رکھ کر آپؐ اوپر تشریف لے گئے۔ (خاتم المرسلین)

۲۔ حضرت بوعبیدہ ابن الجراح نے اپنے دانتوں میں کڑیاں دبائیں۔ اور انتہائی زور سے کھینچا۔ کڑیاں تو باہر نکل آئیں۔ مگر حضرت بوعبیدہ کے دو سامنے کے دانت ٹوٹ گئے اور وہ پیٹھ کے بل زمین پر جا گرے۔

(تاریخ العمران)

۳۔ خون تیزی کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ حضورؐ اس خون کو چہرے پر ملتے تھے اور عبرت سے فرماتے تھے: "اس قوم کی فلاح کیسے ہوگی۔ جو اپنے نبی کا خون گراتی ہے"۔ (تاریخ العمران)

الٰہی عفو کر دے اور نظر دے ناسپاسوں کو　　حقیقت آشنا فرما حقیقت ناشناسوں کو

نہ جانے کیا تھے یہ راز و نیاز و آرزومندی　　ہوئے جبریلؑ نازل لے کے پیغامِ خداوندی[1]

زبانِ وحی پر اک پاک آیہ جس گھڑی آیا　　صحابہ سے مخاطب ہو کے حضرت نے یہ فرمایا

اگرچہ اہلِ ناحق حق پہ دھاوے کر کے آئیں گے　　مگر آئندہ ہرگز فتح و فیروزی نہ پائیں گے[2]

چمک اُٹھے یہ سن کر رنگِ رُخ عالی نہادوں کے
نویدِ امن جھلکی تہ میں آخر ان فسادوں کے

نبیؐ کی پیاس اور آبِ نایاب

لہو تھمتا نہ تھا پیشانی و رخسارِ انورؐ سے[3]　　لب و دنداں پہ بھی ضربِ شدید آئی تھی پتھر سے

تھا اس دم درد کا احساس بھی اصحابِ اکبرؓ کو　　لگی تھی انتہائی پیاس بھی ساقیٔ کوثر کو

فرازِ کوہ تھا یہ اس جگہ کمیاب تھا پانی　　صحابہ کر رہے تھے جستجو تا حدِّ امکانی

فرشتے دیکھتے تھے حوصلے دنیائے فانی کے　　برائے ساقیٔ کوثر نہ تھے دو گھونٹ پانی کے

---

[1] اس موقعہ پر ایک آیت اتری لیس لک من الامر شیءٌ تم کو اس معاملہ میں اختیار نہیں۔ (رشاد الحکمۃ)

[2] رسول اللہ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ اب مشرکین کبھی ایسی فیروزی کو نہ پہنچیں گے۔ (تاریخ العمران)

[3] رُخسار کے زخم سے اور ضربِ پیشانی سے لہو نہ تھمتا تھا۔ رسول اللہ کو پیاس کی شدت تھی۔ (رشاد الحکمۃ)

ملا تو اک جگہ، لیکن بہت ناصاف[1] سا پانی
اکٹھا ہو گیا تھا اِک گڑھے میں آبِ بارانی

علی المرتضیٰ رضؓ اس کو سپر میں بھر کے لے آئے
نبیؐ نے کلیاں فرمائیں اس سے زخم دھلوائے

یہ پانی پی سکا ہرگز نہ وہ پیکر نظافت کا
ہُوا پانی کی بُو سے دل منغّص شانِ رحمت کا

زخمیوں کو پانی مل رہا تھا

وفاتِ فراتِ ہادیؐ کی سنی تھیں جب کہ افواہیں
تو ہر خورد و کلاں نے لی تھیں اس میدان کی راہیں

صحابیّاتِ رضؓ ہر سو ڈھونڈتی پھرتی تھیں ہادیؐ کو
عقیدت آنسوؤں سے تر کیے دیتی تھی وادی کو

وہ مشکیزوں میں کاریزوں سے پانی بھر کے لاتی تھیں
یہ پانی زخم خوردوں اور پیاسوں کو پلاتی تھیں

رضاکارانہ ساری بیبیاں خدمت پہ عامل تھیں
جنابِ عائشہ صدیقہ بھی ان ہی میں شامل تھیں

---

[1] ایک چٹانی گڑھے میں پانی جمع ہو گیا تھا۔ اگرچہ ناصاف تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ اسپر میں اس گڑھے سے پانی لائے۔ مگر رسول اللہ اس کو پی نہ سکے اس معاملے میں آپ کا مزاج بے حد نازک تھا۔ بو برداشت نہ ہوئی۔ آپؐ نے اس پانی سے کلیاں کیں اور لب سے خون صاف فرمایا۔ (تاریخ الیعران)

مگر اب تشنہ لب تھا کوثر و تسنیم کا ساقی
تو مشکیزوں کے اندر بوند پانی کی نہ تھی باقی [1]

پلاتی ہوں جہاں امّت کو امّ المومنین پانی
وہیں نایاب بہرِ رحمۃ للعٰلمیں پانی

صحابہ نے شتوئے کاریز چند اصحاب دوڑائے
تو ابنِ مسلمہ رضؓ مشکیزہ آبِ صاف کا لائے

غرض اس عزیزی سے غرض اس جانفشانی سے
بجھائی ساقیٔ کوثر نے پیاس اک جرعہ پانی سے [2]

جنابِ فاطمۃ الزہرا کی تشریف آوری

جنابِ فاطمہ زہرا رضؓ نبیؐ کی لاڈلی دختر رضؓ
محبت جن کی تھی ہر وقت حرزِ جانِ پیغمبرؐ

پدر کی جستجو کرتی ہوئی تشریف لے آئیں
گھٹائیں آنسوؤں کی زخمِ پیغمبرؐ پہ برسائیں

علی المرتضٰے پانی سپر میں بھر کے لاتے تھے
لہو روئے پدر کا دستِ زہرا رضؓ دھوتے جاتے تھے! [3]

پھر از زخموں میں پشمینہ جلا کر دستِ دختر نے
لہو اب تھم گیا تسکین پائی روئے انور نے

---

[1] حضرت عائشہ رضؓ، ام سلیم رضؓ جو حضرت انس رضؓ کی ماں تھیں اور امّ سلیط زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

[2] خاتونانِ اسلامی معرکہ گاہ میں اب تک زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ حضرت محمد ابن مسلمہ رضؓ ان کے پاس پہنچے۔ مگر وقت عجیب تھا۔ کہ پانی ان کے مشکیزوں میں بھی ختم ہو گیا تھا۔ (تاریخ العمران)

[3] حضرت محمد ابن مسلمہ رضؓ دور کاریز سے جا کر پانی کا مشکیزہ بھر کر لائے اور آنحضرتؐ نے یہ پانی نوش فرمایا۔ (ارشاد الحکمۃ)

قریشی عورتیں اور شہیدانِ اسلام

جہاں پر معرکہ گذرا تھا غم انگیز منظر کا
شہیدانِ وفا لیٹے تھے رقت خیز منظر تھا

نظر آتی تھی سفاکی یہاں بے پردہ و عریاں
لئے پھرتی تھیں ہر جانب قریشی عورتیں چھریاں

تھے چہرے بوسہ گاہِ مہر جن نور آفریدوں کے
زمیں پر گوش و بینی کٹ رہے تھے ان شہیدوں کے

فلک نے کینۂ اہلِ زمیں ایسا نہ دیکھا تھا
شہیدوں پر ستم ہوتے کہیں ایسا نہ دیکھا تھا

سپہ سالارِ قریش اور تفتیشِ حالات

قریش اب ہٹ گئے تھے جنگ کا میدان تھا خالی
اسی رفعت پہ تھے تشریف فرما حضرتِ عالی

ابوسفیاں کے دل میں کوئی کانٹا سا کھٹکتا تھا
یہ کس کی جستجو تھی کس لئے ہر سو بھٹکتا تھا

جبل پر اُس نے دیکھا جب گروہِ اہلِ ایماں کو
تو سوجھی جستجوئے حال کی اس مردِ ناداں کو

یہ منظر شاق گذرا اس کی خوئے خود پسندی پر
چڑھا بیتاب ہو کر اک مقابل کی بلندی پر

ف۱ اس وقت ہند اور اس کے ساتھ والیوں کی یہ حالت تھی کہ میدان میں ماری ماری پھرتی تھیں۔ شہدائے اُحد کی ناکوں اور کانوں کو کاٹ کاٹ کر ہار بناتی تھیں۔ (خاتم المرسلین)

پکارا کیا محمدؐ بھی ہیں شامل اس جماعت میں
مگر بولا نہ کوئی بھی گروہِ اہلِ طاعت میں[1]

یہ چلّایا ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام لے لے کر
رہے خاموش مومن اب بھی حسبِ حکمِ پیغمبرؐ[2]

نہ پایا اہلِ ایماں سے جواب اپنے سوالوں کا
تو گویا خواب میں چہرہ چمک اٹھّا خیالوں کا

کہا لاریب وہ میدان میں مارے گئے سارے
ہم اس چوگان میں جیتے وہ اس چوگان میں ہارے

حضرت عمرؓ کی بیتابی جواب

دلِ فاروقِ اعظم میں نہ تھا اب ضبط کا یارا
کہا او دشمنِ حق دیکھ لے قدرت کا نظّارا

خدا بھی حاضر و ناظر ہے قائم ہے خدائی بھی
پیمبرؐ بھی سلامت، زندہ ہیں ان کے فدائی بھی

ترے اقوال کا ہر حرف ہے ان کی سماعت میں
محمد مصطفٰےؐ موجود ہیں اپنی جماعت میں

وہ سب افراد جو تیرے لئے سامانِ ذلّت ہیں
خُدا کے فضل سے زندہ ہیں بزم افروزِ ملّت ہیں

---

[1] ابوسفیان سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کر پکارا۔ یہاں محمدؐ ہیں؟ آپ نے حکم دیا کوئی جواب نہ دے۔ ابوسفیان نے حضرت

[2] ابوبکرؓ اور عمرؓ کا نام لے کر پکارا۔ اب بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ (سیرت النبی)

جب کچھ آواز نہ آئی تو بولا سب مارے گئے۔ (سیرت النبی)۔ [3] حضرت عمرؓ کو تاب نہ تھی جھنجھلا کر بولے۔ او دشمنِ خُدا۔ خُدا کے فضل و کرم سے ہم زندہ سلامت ہیں۔ اور انشاء اللہ تجھ کو ذلیل کریں گے۔ (تاریخ العمران)

ابُوسفیان کا اظہارِ تفاخر اور صحابہ کا جواب

اُٹھا جب نعرۂ فاروقؓ ابوسفیاں کا دل بیٹھا
ہوُا محسُوس ابھی جیسے طلسمِ آب و گِل بیٹھا

کہا دل نے کہ یہ موقع ہے اظہارِ تفاخُر کا
یہی ردِّ عمل ہے خفت و رنج و تکدّر کا

کیا نعرہ خدایانِ عرب میں ہے ہبل برتر
صحابہ نے کہا اللہُ اعلیٰ و اجلّ برتر

اُدھر لب پر "لنا العزّٰی ولا عزّٰی لکم" آیا
جواب "اللہُ مولیٰنا و لا مولیٰ لکُم" پایا[1]

کہا اُس نے کہ یہ دن انتقامِ بدر کا دن ہے
سبھی کچھ آج جائز ہے فساد و غدر کا دن ہے

محمدؐ کے بہت سے پیروؤں کو ہم نے مارا ہے
بہت سے سرفرازوں کو عدم کے گھاٹ اتارا ہے

ہمارے فوجیوں نے گوش و بینی بھی بہت کاٹے[2]
کلیجے بھی چبائے عورتوں نے خون بھی چاٹے

نہ تھا ایما مری جانب سے گو بیہودہ باتوں کا
مگر افسوس بھی مجھ کو نہیں ان وارداتوں کا

محمدؐ سے کہو ہم سال آئندہ پھر آئیں گے[3]
سرِ میداں قریشی قوم کی شوکت دکھائیں گے

ط ۱ ابوسفیان نے کہا۔ اُعلُ ہبل۔ اے ہبل تو اُونچا رہ۔ صحابہؓ نے آنحضرتؐ کے حکم سے جواب دیا۔ خدا اونچا ہے۔ ابوسفیان نے کہا ہمارے پاس عزّٰی (بُت) ہے تمہارے پاس نہیں۔ صحابہ نے جواب دیا۔ خدا ہمارا مالک ہے اور تمہارا کوئی مالک نہیں۔ (صحیح بخاری)

ط ۲ ابوسفیان نے کہا۔ آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ فوج کے لوگوں نے مقتولوں کے ناک کان کاٹ لئے ہیں۔ مَیں نے یہ حکم نہیں دیا تھا۔ مگر مجھ کو معلوم ہوُا۔ تو کچھ رنج نہیں ہوُا۔ (سیرت النبی)

ط ۳ اُبوسفیان نے پکار کر کہا کہ پارسال پھر ہمارا تم سے مقابلہ ہوگا۔ رسول اللہ کے ارشاد کے مطابق صحابہؓ نے جواب دیا منظور ہے۔ (ارشاد الحکمۃ)

رسالت نے یہ دعوت جنگ کی منظور فرمالی / ابوسفیان اب چپکے سے میداں کر گیا خالی

شہادت گاہ کا منظر

بالآخر شام کی منزل پہ روزِ ہولناک آیا / اقامت گاہ پر دن کا سپاہی سینہ چاک آیا
بہا تھا خونِ حسرت زندگی کی جوئباروں سے / لبالب ہو کے چھلکا جام گیتی کے کناروں سے
شفق تھی یا شہیدوں کے لہو نے گل کھلائے تھے / زمیں کے داغ ابھرے تھے افق کے رخ پہ چھائے تھے
فلک نے دیکھ کر رنگ وفا نور آفریدوں کا / جبیں پر مل لیا تھا خون اسلامی شہیدوں کا
سکت باقی نہیں تھی خاک میں ہنگامہ کوشی کی / پڑی تھی زندگی اوڑھے ہوئے چادر خموشی کی
نظر آئی رخِ آفاق پر جب خون کی لالی / اُحد کی وادیاں غارت گروں سے ہو گئیں خالی
اگرچہ لد گیا تھا کارواں اہلِ شرارت کا / مگر بکھرا پڑا تھا اک فسانہ قتل و غارت کا
کہیں بازو کہیں سر تھے کہیں تن خون آلودہ / گرے تھے جس طرح شاخیں شکستہ خشک فرسودہ
کہیں ناوک تھے افتادہ کہیں ٹکڑے کمانوں کے / کہیں شمشیر کے قبضے کہیں پرزے تھے میانوں کے
یہ ریگ و سنگ کا خطہ گماں تھا جس پہ بنجر کا / پھلا پھولا تھا اس میں کھیت ہر سو تیغ و خنجر کا
عجب مضمون رنگیں تھے یہ تختے سنگریزوں کے / تھے سجدہ ریز ان پہ سر قلم ہو ہو کے نیزوں کے

کہیں الجھے ہوئے تھے پتھروں سے چیتھڑے گیلے / کہیں مقتول گھوڑے بھوری بھوری ریت کے ٹیلے
کہیں بکھرے ہوئے مغفر کہیں زرہیں تھیں اُفتادہ / کہیں ٹوٹی ہوئی ڈھالیں کوئی نقشیں کوئی سادہ
بقیہ تھا یہ انسانوں کے جوشِ کبر و مستی کا / یہ منظر آخری تھا خود گری کا خود شکستی کا
کجا ہنگامۂ محشر، کجا عالم فراموشی / مسلّط تھی فضاؤں پر عجب عبرت کی مدہوشی
بہر سو خونچکاں لاشے پڑے تھے ان شریفوں کے / جو حامی بن کے آئے تھے غلاموں کے ضعیفوں کے
لہو سے غسل فرما کر، نہا کر، باوضو ہو کر / خدا کے رُوبرو آئے تھے بندے سرخرو ہو کر
یہ بندے اس زمیں پر فرض ادا کرنے کو آئے تھے / قضا کو زندگی کا قرض ادا کرنے کو آئے تھے
زمیں پر سو رہی تھی آج بیشک مشتِ خاک ان کی / مگر گرمِ عمل تھی جاگتی تھی جانِ پاک ان کی
ادب ملحوظ تھا اس خوابِ راحت کا فضاؤں کو / ہوا کے آنچلوں نے باندھ رکھّا تھا صداؤں کو
فرشتے بھی یہاں کرتے نہ تھے اقدامِ سرگوشی / مسلسل ایک سناٹا مسلسل ایک خاموشی
اچانک اس فضا میں ایک صوتِ جانفزا گونجی / فرازِ کوہ سے اللہ اکبر کی صدا گونجی
ہوا اعلان عالم میں خدا کی بادشاہی کا / محمدؐ کی رسالت اور توحیدِ الٰہی کا
زمین و آسماں میں گونج اٹھی توحید کی نوبت / جبال و دشت میں بجنے لگی تابید کی نوبت
ادائے فرض کو بھولے نہ تھے اللہ کے غازی / صفیں باندھے کھڑے تھے زخم خوردہ بعد سربازی

خدا بخشے نہ استحکام کیوں ان کی اقامت کو
امام المرسلیں موجود ہوں جن کی امامت کو

جھکا دیں پیشِ حق پیشانیاں سجدہ گذاروں نے
یہ منظر دیکھنے کو کھول دیں آنکھیں ستاروں نے

ہوئی تھی اس ادا سے سجدہ ریز اولادِ آدم کی
کہ سجدے بن گئے تھے زیب و زینت عرشِ اعظم کی

یہ سجدے آئے تھے ہدیے ہیں ان اخلاص مندوں سے
جنہیں مسجود نے خود چن لیا تھا اپنے بندوں سے

یہی سجدے تھے ایوانِ عبودیت کی قندیلیں
فرشتوں کے لئے روشن دلیلیں اور تمثیلیں

جبیں پر تازہ گل کھائے ہوئے گل پیرہن سجدے
لہو میں غسل فرمائے ہوئے رشکِ چمن سجدے

یہی سجدے تھے جو تخلیق انسانی کا حاصل تھے
کہ ان سجدوں کے ساجد زندگی میں حق سے واصل تھے

یہ وہ ساجد تھے محمود دو عالم تھا مقام ان کا
خدا معبود تھا ان کا محمدؐ تھا امام ان کا

بہارِ زخم سے لاریب تن تھے داغ داغ ان کے
مگر لذّت کچھ ایسی تھی کہ دل تھے باغ باغ ان کے

سجے تھے زخم تن پر درد کو دل سے لگائے تھے
کہ بندوں نے خدا کی راہ میں یہ داغ کھائے تھے

تھا بیشک ظاہری آئینۂ تن چُور چُور ان کا
مگر پرتو فگن تھا عکسِ باطن دُور دُور ان کا

خُدا نے کر دیا تھا دشمنوں کو دفع میداں سے
مگر باقی تھی اک خدمت ابھی فوجِ مسلماں سے

شہیدوں سے شہادت گاہ کی تزئین باقی تھی
پڑی تھیں میّتیں جن کی ابھی تدفین باقی تھی

شہدائے اُحد کی تکفین و تدفین

ہمہ تن چشم تھیں روحیں قدومِ باسعادت کی
کہ شاہد خود ادائیں دیکھ لے حسنِ شہادت کی

فرازِ کوہ سے وہ دردمندِ بے کساں اُترا
ستارے دفن کرنے کو زمیں پر آسماں اُترا

وہ جن کی جامہ زیبی کے زمانے میں تھے افسانے
پڑے تھے بے کفن خاکِ اُحد پر لمبیاں تانے

جراحت نے کئے تھے قطع رنگیں پیرہن ان کے
یہی ملبوسِ شادی بن گئے تھے اب کفن ان کے

شہادت کا مبشّر شاہدِ حالِ شہیداں تھا
کہ چادر تک نہ تھی پوری زمانہ تنگ داماں تھا

تھے خون و خاک ہی ملبوسِ اجسامِ شہیداں کے
گیاہِ خشک نے حکمِ نبیؐ سے ان کے تن ڈھانکے[1]

یہ سب ہمرنگ تھے توحید کے ذوقِ یقینی سے
ہوئے تھے آج ہم صورت بریدِ گوش و بینی سے

اعزّہ بھی انہیں پہچانتے تھے آج دقّت سے
رسول اللہ کی آنکھیں تھیں پُرنم فرطِ رقّت سے

بظاہر گوش و بینی سے تو مستغنی تھے یہ چہرے
مگر ان پر نچھاور تھے بقائے نام کے سہرے

نگاہِ مہرِ حضرتؐ نے جو چادر ان پہ ڈالی تھی
یہی چادر ابد تک دامنِ فرخندہ فالی تھی

---

[1] مصعب بن عمیرؓ علمبردارِ اسلام جاہلیت میں مکہ کے جوانوں میں سب سے زیادہ خوش پوش اور جامہ زیب سمجھے جاتے تھے آج یہاں اتنا کپڑا بھی نہ تھا کہ جس سے پورا بدن ڈھک سکے۔ پاؤں ڈھانکتے تو سر ننگا ہو جاتا اور سر ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کے حکم سے سر کپڑے سے ڈھانپ کر پاؤں کو گھاس سے چھپا دیا گیا۔ (تاریخ العمران)

دیا تھا غسل آبِ تیغ سے خونِ جراحت نے ‏ ‏ سنبھالا ان کو پھولوں کی طرح دامانِ راحت نے
لباسِ عارضی کے یہ جنازے تھے نہ شرمندہ ‏ ‏ کہ یہ اصحاب تھے دونوں جہاں میں زندہ پائندہ

نبیؐ کی پھوپھی حضرت صفیہ میّتِ حمزہؓ پر

ہوا حمزہؓ کی میّت پر گذر شانِ رسالت کا ‏ ‏ تاثر دیدنی تھا مہرِ تاباں کی جلالت کا[2]
صفیہ بنتِ عبدالمطلب ہمشیر حمزہؓ کی ‏ ‏ بہت تھی جن کے دل میں الفت و توقیر حمزہؓ کی
یہاں تشریف لائیں اپنے بھائی کی زیارت کو ‏ ‏ خدا کے اور ملّت کے فدائی کی زیارت کو
زبیر ابن العوامؓ ان کے پسر تھے پاس حضرتؐ کے ‏ ‏ ہوئے ان پر ہویدا اس گھڑی احساس حضرتؐ کے
کہا روکو میری پھوپھی کو میّت پر نہ آنے دو ‏ ‏ دلِ زخمی کو ان کے یہ نیا چرکا نہ کھانے دو
الم انگیز ہے قطع و بریدِ چہرۂ حمزہؓ ‏ ‏ بہن کو رنج دے شاید یہ دیدِ چہرۂ حمزہؓ

۱ـ آنحضرتؐ نے فرمایا جو کپڑے شہداء کے بدن پر ہیں۔ اسی طرح رہنے دیے جائیں۔ ہاں اگر کسی کے پاس زائد کپڑا ہو تو اوپر سے لپیٹ دیا جائے۔ چنانچہ شہداء اسی خون میں لتھڑے ہوئے دفن کئے گئے۔ (دیکھو ابن ہشام و طبری)

۲ـ آنحضرتؐ جب حمزہ کی نعش پر پہنچے تو رقت طاری ہو گئی۔ کیونکہ حمزہؓ کی نعش بہت بگاڑ دی گئی تھی۔ آپ نے رنج و غم کے الفاظ بھی فرمائے۔ مگر بدلہ نہیں لیا۔ (دیکھو ابن ہشام)

۳ـ آپ کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب مدینے سے نکل کر آئیں۔ آنحضرتؐ چاہتے تھے کہ بہن اپنے بھائی کو اس حال میں نہ دیکھے۔ مگر حضرت صفیہ نے صبر و شکر کا وعدہ کیا۔ میّت پر آئیں اور اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ راجِعُون پڑھتی چلی گئیں۔ (ابن ہشام)

پسر نے جا کے مادر کو مگر جس وقت سمجھایا
تو قلب مسلمہ ہر حال میں صبر آشنا پایا

گئیں وہ میّتِ حمزہؓ پہ روئیں اور نہ چلّائیں
نظر چہرے پہ ڈالی فاتحہ پڑھ کر چلی آئیں

مسلمانو! یہ اُمّت تھی رضا پر کس قدر راضی
بناؤ درسِ حال اس کو نہ سمجھو قصّۂ ماضی

جہادِ فی سبیل اللہ پر ہو کر کمر بستہ
لیا ہو جس مجاہد نے شہادت گاہ کا رستہ

ادائے فرض کرنے کے لئے مرنے کے ارماں میں
رضائے حق طلب کرتا ہوا نکلا ہو میداں میں

خدا و مصطفٰے کے دشمنوں پر موت برسا کر
وہ گر جائے اگر میدان میں تیرِ اجل کھا کر

سمجھ لو اُس نے اپنی منزلِ مقصود پالی ہے
یہ اسکے خون کی لالی نہیں چہرے کی لالی ہے

وہ زندوں سے زیادہ زندہ ہے پھر اسکا غم کیسا
بہت مسرور رہے وہ، اس پہ رونا کیوں، الم کیسا؟

ہمیں لازم ہے راہِ حق میں اس کی پیروی کرنا
صفِ اسلام کو مضبوط رکھنا اور قوی کرنا

سپر کر دے جو بہرِ دین و ملّت سر بھی سینہ بھی
مبارک اس کا مرنا بھی مبارک اس کا جینا بھی

مگر ہاں وہ کمینہ ہاں وہ بزدل ہاں وہ دُوں ہمت
کہ جس کی زیست بھی لعنت ہے جسکی موت بھی لعنت

بوقتِ جنگ جو نامرد اپنی صف سے کترا کر
پناہیں ڈھونڈتا ہو دشمنوں کی فوج میں جا کر

جسے سوجھی ہو ملّت کے مقاصد ہی سے غدّاری
ہمیں لازم ہے اس کے لاشۂ ناپاک پر زاری
وہ مردہ جو تہِ دامانِ احسانِ غلامی ہے
کرو خوب اس کا ماتم کیونکہ یہ مرگِ دوامی ہے

تدفین کے بعد

شہادت گاہ تھی اور نور کے خاموش نظّارے
اُحد کی سرزمیں پر چاند تھا، افلاک پہ تارے
متاعِ نور کی زیرِ زمیں تدفین ہوتی تھی
فلک پر انتظام و ضبط کی تحسین ہوتی تھی
شہیدوں میں نبیؐ کے یوں تو سب یاراں ہمدم تھے
جنہیں قرآں زیادہ یاد تھا اس دم مقدّم[1] تھے
نبیؐ نے اس طرح ستّر جواں نے دفن فرمائے
کہ اِک اک قبر میں دو دو یگانے دفن فرمائے
اُٹھا کر تربتوں کو چادریں آمرزگاری کی
توجّہ ہو گئی سوئے مدینہ غمگساری کی
ہوا ارشاد، چند افراد ہو کر سر بکف جائیں
قریشی فوج کا رخ کس طرف ہے یہ خبر لائیں
اگر مکّے کی جانب جا رہے ہوں وہ تو بہتر ہے
کہ ان کے واسطے تقدیر سے اک دن مقرر ہے
مدینے پر پلٹ پڑنے کی نیّت ہو اگر ان کی
تو جلد از جلد آؤ اور پہنچاؤ خبر ان کی
پلٹ آئے اگر دشمن مدینے کے ضعیفوں پر
مسلماں شہریوں پر اور یا ان کے حلیفوں پر

---

[1] احد میں دو دو شہید ملا کر دفن کیے گئے مقدم اس کو کیا جاتا تھا۔ جسے قرآن زیادہ یاد تھا۔ (دیکھو تاریخ العمران)

تو اللہ کی قسم جس پر فدا جانِ محمدؐ ہے
جو آقائے محمدؐ ہے نگہبانِ محمدؐ ہے

محمدؐ آخری دم تک لڑے گا فوجِ اعدا سے
ہٹائے گا انہیں یا جا ملے گا اپنے آقا سے[1]

یہ سنتے ہی بنایا ایک دستہ جاں نثاروں نے
تھکے ہاروں شکستہ بازوؤں سینہ فگاروں نے

گیا بہرِ سراغِ دشمناں اصحاب کا دستہ
مدینے کے محافظ نے مدینے کا لیا رستہ

جماعت زخم خوردہ ساتھیوں کی ساتھ ساتھ اُسکے
سہارا دے رہے تھے دو جہاں والوں کو ہاتھ اُسکے

عقیدت اور تسلّی

خبر وحشت اثر تھی فرقتِ جانِ مدینہ کی
نہ پوچھو دلفگاری سینہ چاکانِ مدینہ کی

مساکین و یتامیٰ کی المناکی نمایاں تھی
کہ ان پر جوشِ رحمت کی نہ غایت تھی نہ پایاں تھی

اُحد میں لڑنے والے غازیوں کی مضطرب مائیں
شہیدانِ وفا کے بال بچّے اور بیوائیں

نکل کر شہر سے ہر سو پڑے پھرتے تھے راہوں میں
یہ شب کیا تھی جہاں تاریک تھا انکی نگاہوں میں

چلی تھی اک ضعیفہ جستجوئے حال کرنے کو
کسی اچھی خبر کا بڑھ کے استقبال کرنے کو

---

[1] آپ نے قریش کے تعاقب میں آدمی بھیجے اور فرمایا کہ دیکھو ان کا رُخ کدھر ہے۔ اور اگر ان کی نیت بخیر نہیں۔ تو اسی خدا کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے۔ میں آخر دم تک لڑوں گا۔ (دیکھو طبری۔ ابن ہشام)

گئے تھے جنگ میں اس کا برادر اور شوہر بھی
نچھاور کر دیئے تھے اُس نے فرزندوں کے گوہر بھی

ملے رستے میں اُن سب کی شہادت کے پیام اس کو
سنائی ہی سناتے جا رہے تھے خاص و عام اس کو

مگر اس کی زباں پر ایک ہی اسمِ گرامی تھا
اسی کا نام نامی تھا جو مظلوموں کا حامی تھا

نہ شوہر کا نہ بیٹوں کا نہ بھائی کا خیال آیا
"رسُول اللہ کیسے ہیں"؟ یہی لب پر سوال آیا

رسُول اللہ سلامت ہیں ملی اس کو نوید آخر
شبِ غم میں نظر آئی ضیائے صبحِ عید آخر

کہا چل کر دکھا دو مجھ کو صُورت کملی والے کی
کہ ان تاریک آنکھوں کو ضرورت ہے اُجالے کی

نظر آیا کہ ہاں جلوہ فگن طورِ تجلّی ہے
پکار اُٹھی کہ اب میری تسلّی ہی تسلّی ہے

تسلّی ہے 'پناہ بے کساں' زندہ سلامت ہے
کوئی پروا نہیں، سارا جہاں زندہ سلامت ہے

جلد سوم ختم شُد

چوتھی جلد بھی ۱۹۴۷ء میں مکمل ہو کر زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہے

سنہ ۱۹۴۸ء

کیا آپ چاہتے ہیں

کہ

شاہنامۂ اسلام مکمّل ہو جائے

اگر آپ سمجھتے ہیں کہ شاہنامۂ اسلام مسلمانوں کے لئے مفید کتاب ہے
اگر آپ کی تمنّا ہے کہ حفیظؔ اس خدمت کو جاری رکھے

تو

آپ بھی حفیظؔ کی تھوڑی مدد کیجئے

جب بھی شاہنامہ کی کوئی جلد، یا حفیظؔ کی کوئی دوسری تصنیف آپ کی نظر سے گذرے تو آپ یہ دیکھئے۔ کہ یہ کتاب کس مقام پر اور کس مطبع میں طبع ہوئی ہے پھر ایک پوسٹ کارڈ کے ذریعے اطلاع کر دیجئے۔ حفیظؔ آپ کا شکر گذار ہوگا۔

حفیظ

ماڈل ٹاؤن۔ لاہور (پاکستان)

ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز اشاعت منزل بل روڈ لاہور

شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز کتاب منزل کشمیری بازار لاہور

شیخ برکت علی اینڈ سنز پبلشرز کشمیری بازار لاہور